# اگلے پانچ برس کے موضوعات

☆ عصر حاضر میں گھروں کی آرائش وزیبائش ایک اہم ترین مسئلہ ہے جس میں ہزاروں گھنٹے اور لاکھوں روپے خرچ ہوجاتے ہیں اگر بازار میں آپ اندرونی آرائش کی ماہر سے اپنے گھر کے لئے مشورہ کریں تو جواب میں جو کچھ سننے کو ملے گا وہ یہ ہے: ''پہلے ہمیں گھر کو تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔ ذاتی، رسمی اور کھلا۔ پھر ہر کمرے کے دروازوں اور دریچوں کی طرز تعمیر اور شگاف کی شکل کے مطابق درجہ بندی کرنی ہوگی۔ اس کے بعد ہم پردے کے اقسام کی عمومی تقسیم کرتے ہیں اور پھر ایک کمرے کے لیے خصوصی تقسیم ہوتی ہے۔ اس مرحلہ میں میٹریل، رنگ، وزن، ڈیزائن اور بافت پر غور ہوتا ہے۔ اس کے بعد پردہ ٹانگنے کے مختلف طریقوں پر بحث شروع ہوگی۔ اور آخر کار سلائی کے جو بے شمار انداز ہیں ان میں سے من پسند انداز کا انتخاب کرنا ہوگا۔ مثال کے طور پر میٹریل کو لے لیجیے۔ پردے آج کل کپڑے، لکڑی، بانس، دھات، پلاسٹک، سبھی چیزوں سے بنتے ہیں۔ رہا کپڑے کا معاملہ تو اس کی قسمیں لاتعداد ہیں۔ نباتاتی ریشہ والا اور مصنوعی ریشہ والا یا ملا جلا۔ مصنوعی ریشہ بھی قسم قسم کا ہوتا ہے۔ لوگ ان میں تمیز نہیں کرتے اور تمام مصنوعی ریشوں کو دو ایک مشہور ناموں کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ نام اصطلاحی، عمومی، خصوصی یا تجارتی ہے آپ بے ساختہ پوچھیں گے۔ مجھے سچ سچ بتایے کہ اس علم کا پھیلاؤ واقعی اتنا ہے یا ماہر آرائش نے نے پردے کو کھینچ تان کر اتنا لمبا چوڑا مضمون بنا دیا ہے۔ جواب ملے گا پردہ تو خیر بہت بڑی چیز ہے، پردے کے بالائی دو تین انچ جنھیں ہیڈنگ یا پیشانی کہتے ہیں اس پر چنٹ ڈالنا بھی ایک علیحدہ فن ہے۔ چنٹ کی بہت سی اقسام ہوتی ہیں۔ پتلی، چوڑی، تنگ، کھلی، سادہ، ڈیزائن والی، صندوقی یا کارتوسی نالی دار۔ عصرِ حاضر کے انسان کی تمام کوششیں، صلاحیتیں اسی قسم کی خرافات میں صرف ہورہی ہیں لہٰذا نہ تنخواہ کافی ہوتی ہے نہ وقت بچتا ہے ہل من مزید اس کا مقصد زندگی ہے حرص وحسد وہوس نے اس کو چوپایوں سے بدتر کر رکھا ہے یہ صرف زندگی کے ایک معاملے کا حال ہے دوسرے امور کا جائزہ لیجیے تو انسان کے شب وروز اسی قسم کے خرافات میں بسر ہورہے ہیں خرافات عصر حاضر کا جائزہ جس نے وقت اور دولت اور آخرت کو برباد کردیا ہے۔

☆ عدالتوں میں انصاف رائج کرنے کی ایک انوکھی ترکیب کمبوجیہ نامی بادشاہ نے نکالی تھی۔ اس عہد سے پہلے کسی کو یہ ترکیب سوجھی نہ اس کے بعد کسی کو اس پر عمل کرنے کی توفیق ہوئی۔ بادشاہ کمبوجیہ کے حکم کے مطابق بے انصاف اور بے ایمان جج کی کھال بطور سزا جیتے جی کھینچ لی جاتی۔ چونکہ یہ کھال یتیم خانہ کے کسی مصرف کی نہ ہوتی اس لیے اس سے سرکاری فرنیچر کی پوشش کا کام لیا جاتا۔ جج صاحب کی کھال ان کی کرسی عدالت پر مڑھوا دی جاتی۔ پھر آنجہانی جج کی

جگہ اس کے بیٹے کا تقرر کیا جاتا تاکہ وہ اس کرسی پر بیٹھ کر آغوش پدر کی گرمی اور انجام پدر کی تپش محسوس کرے اور مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت انصاف اور صرف انصاف سے کام لے۔ اولاد کی اصلاح کا یہ اصول، باپ کے گناہوں کے کفارہ کا یہ قاعدہ، عدلیہ کو عبرت دلانے کا یہ سبق، معاشرہ میں عدل و انصاف رائج کرنے کا یہ دستور اور مظلوم کی حمایت کا یہ نسخہ جو ول ڈیورنٹ کی داستان تہذیب میں درج ہے ہمارے ملک میں لاگو نہیں۔ اگر Cambyses کے اس قانون کو آج ہر سرکاری اور نیم سرکاری ادارہ میں نافذ کر دیا جائے تو گودام بے انصاف اور بد دیانت حکمرانوں کی کھالوں سے بھر جائیں اور ملک میں صوفوں اور کرسیوں کی پوشش بنانے والے تمام کارخانے بند ہو جائیں۔ کیا اس طریقہ کار کا نفاذ وقت کا تقاضہ نہیں ہے؟

☆ جدیدیت سے متاثر علماء مخلص مفکرین جدیدیت کی اصطلاحوں کی اسلام کاری میں مصروف ہیں جو خطرناک عمل ہے ان کی زبانوں پر سامراج دشمنی، معاشی مفاوات طبقاتی کشمکش، سماج، انسانی حقوق، مادی ترقی، سیاسی بلوغت، جیسے الفاظ چڑھ چکے ہیں وہ دین کو تحریک اور نظام، خلافت راشدہ کو ''پارٹی اسٹیٹ'' خلیفہ کو لیڈر، گروہ صحابہ کو پارٹی اسٹیٹ، ہر جدید مغربی اصطلاح کو کسی نہ کسی اسلامی اصطلاح کا متبادل بلکہ ترجمہ سمجھ لیتے ہیں جب کہ کسی اصطلاح کا ترجمہ ممکن نہیں ہے کیونکہ اصطلاح ایک خاص تاریخ تہذیب، مذہب تمدن، ثقافت سے نکل کر ایک خاص تاریخی عمل سے گزرتے ہوئے اپنے مطالب مفاہیم مقاصد کا تعین کرتی ہے اس تاریخی ورثے سے کامل واقفیت اور آگہی کے بغیر اس اصطلاح کا سچا حقیقی اور اصل مفہوم سمجھنا ناممکن ہے اس لئے بعض جہلا Human کا ترجمہ انسان Humanism کا ترجمہ انسانیت نوازی، جب کہ اس کا صحیح انگریزی متبادل Mankind ہے، Enlightment کا ترجمہ روشن خیالی، فریڈم کا ترجمہ آزادی Tolerans کا ترجمہ رواداری Equality کا ترجمہ مساوات اور Progress کا ترجمہ ترقی کر رہے ہیں جو سراسر غلط در غلط ترجمہ ہے جس طرح عدت، اذان، حج، صلوٰۃ، کا ترجمہ ناممکن ہے اسی طرح مغربی اصطلاحوں کا ترجمہ محال ہے۔ غلط ترجموں نے تفہیم مغرب کے عمل میں آہنی دیوار کھڑی کر دی ہے غلط ترجموں کا تحقیقی و تاریخی جائزہ۔ مغربی اصطلاحات کی تشریحی لغت جس سے اصطلاح کے اصل مفاہیم روشن ہو جائیں گے۔

☆ اس مفروضے کا جائزہ کہ سرسید سے پہلے ہندوستان کے مسلمان اور علماء یورپی اور انگریزی زبانیں نہیں جانتے تھے حالانکہ ۱۷۹۸ء میں مرزا محمد فطرت لکھنوی نے ۱۸۰۲ء انگلستان جا کر Hedley کی لغت Practical Vulger Dialec of Hindostani کی نظر ثانی کی اور کلکتہ میں کول بروک کے حکم سے عہد نامہ جدید کے ترجمے پر نظر ثانی کی۔ ۱۸۰۵ء میں لندن میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں کو ہندوستانی زبانیں سکھانے کا کالج کھولا گیا تو کئی مسلمان وہاں استاد مقرر ہوئے جو انگریزی زبان پر کامل عبور رکھتے تھے مثلاً غلام حسین عظیم آبادی، عبدالعلی اور مرزا خلیل کلکتوی۔ سادات بارہہ کے ایک فرد سید اولاد علی گیلانی ٹرینٹی کالج ڈبلن میں عربی فارسی کے پروفیسر اور سید عبداللہ بریلوی لندن کالج میں ۱۸۴۸ء میں اردو کے پروفیسر تھے اور انگریزی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ سلطان ٹیپو کے قائم کردہ کالج ''جمیع الامور'' میں فرانسیسی زبان کے اساتذہ پڑھاتے تھے مغربی طب کی کتابوں کا ترجمہ فارسی میں مرزا محمد نصیر افشار ترک سے کرایا گیا۔ دارالسلطنت کلکتہ کے پہلے قاضی القضاہ کے منصب پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو کلکتہ لانے کی کوشش کی گئی انکار کے بعد قاضی نجم الدین کاکوروی قاضی القضاہ مقرر ہوئے جو انگریزی زبان سے بخوبی واقف تھے سلطنت اودھ کے سفیر علامہ تفضّل کاشمیری متوفی ۱۷۸۵ انگریزی کے علاوہ لاطینی اور یونانی زبانیں جانتے تھے نیوٹن کی کتاب Principa [۱۶۸۷] کا ترجمہ انھوں نے لاطینی سے براہِ راست کیا تھا۔ حکیم اظہر علی خان نے ۱۷۸۲ء میں مرض فیل پاء پر انگریزی میں مقالہ لکھا جو لندن کے جرنل میں ۱۸۹۲ میں شائع



Ainda Shomraron main

ہوا کسی ہندوستانی مسلمان کی یہ پہلی انگریزی تحریر تھی اور سرسید کی پیدائش سے پہلے کی جبکہ سرسید انگریزی نہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے۔

☆ مولوی عبدالقادر بن خیر اللہ جون پوری[۱۷۲۸ تا ۱۷۸۲] مغربی فلسفے و مغربی سائنس کا مطالعہ کرتے تھے۔ راجر بیکن پر انھوں نے تنقید لکھی۔ ''کتاب فی التعقب علی باکون المغربی'' یعنی بیکن مغربی پر تنقید دوسری کتاب ''محاکمۃ بین العلوم المشرقیہ والمغربیہ'' میں مولوی صاحب نے مشرقی اور مغربی علوم کا محاکمہ کیا ہے ۱۸۰۹ء میں مولوی عبدالقادر رامپوری نے اجمیر میں کرنل ٹاڈ سے ملاقات کر کے اس کی کتاب Annal of Rajistan کی تاریخی اغلاط واضح کی تھی وہ انگریزی بولنے لکھنے پر قادر تھے۔ ان زبانوں کے علاوہ عبرانی لاطینی زبان جاننے والے بے شمار علماء ہندوستان میں موجود تھے لیکن ان کی دلچسپی ردعیسائیت اور رد انجیل تک محدود رہی یہ اس زمانے کا بہت بڑا فتنہ تھا اور اس سے مقابلہ مسلمانوں کے ایمان کو سلامت رکھنے کے لیے ضروری تھا۔ ہند کے علماء غیر ملکی زبانوں پر عبور رکھتے تھے لیکن ان کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ غیر ملکی زبانوں کے دشمن ہیں تاکہ سرسید کو ہیرو بنایا جائے۔ انگریزوں کی حکمت عملی کا پہلا محاکمہ۔

☆ ہندوستان سے فارسی زبان کو ختم کر کے اردو کو فروغ دینے کی کوشش کیوں کی گئی فارسی کے ذریعے ہندوستان کے مسلمانوں کا تعلق ایران، وسط ایشیا، روس سے لے کر ترکی تک جڑ جاتا ہے اور ہندوستانی مسلمانوں اور مسلم تحریکات کے اثرات ترکی کے ذریعے یورپ تک اثر انداز ہو سکتے تھے انگریزوں کو یقین تھا کہ ہندوستانی صنعت و حرفت علم و فلسفہ ذہانت و قیادت کے معاملے میں ایک زرخیز خطہ ہے لہٰذا اس کو پورے عالم اسلام سے منقطع کر دیا جائے تاکہ یہ مرکز اسلام نہ بن سکے سیرام پور کے پادری چارلس گرانٹ نے ''مشاہدات متعلق ہندوستان مطبوعہ لندن ۱۷۹۳ء'' میں حکومت کو فارسی زبان ہند سے بے دخل کرنے کا مشورہ دیا تھا جس کے جواب میں ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کالج قائم کیا گیا ویلزلی اس لیے کہتا تھا کہ اس کالج کو قائم رکھنا ہوگا ورنہ پھر برطانوی سلطنت بھی ختم ہو جائے گی اس کالج کے ذریعے اردو کی سرپرستی کی گئی اور فارسی کو بے دخل کیا گیا اور ہندوستانی کو فروغ دے کر اردو ہندی تنازع کھڑا کیا گیا اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی ۲۵ کروڑ، بنگلہ دیش میں ۲۵ کروڑ اور پاکستان کی ۲۲ کروڑ ہے اور ہندوستان کی کل آبادی ۹۵ کروڑ ہے اگر ہندوستان و پاکستان ایک ہوتے تو کیا مسلمان آج اکثریت کے حامل نہ ہوتے۔ کیا تقسیم ہند کے ذریعے مسلمانوں کی عددی اکثریت کو ختم کر کے ان کو علاقائی مسائل اور دوسرے مذاہب سے الجھا کر ان کی طاقت کو برطانوی استعمار نے تہہ تیغ نہیں کر دیا۔ فارسی زبان ختم کر کے ہندوستان کا ایران وسط ایشیا اور ترکی سے لسانی رابطہ ختم نہیں کیا گیا۔ ایک ہولناک تاریخ ورق الٹتی ہے۔ ایک اہم جائزہ

☆ ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ایلن بارو[۱۸۴۲۔۱۸۴۴] کی بیوی Jane Digby مسلمان ہوگئی اور ایک عرب شیخ سے شادی کر کے گورنر جنرل کو تنہا چھوڑ دیا۔ [Life of Sir Burton by Lady Burton vol I p.180, London 1893] تو اس نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے قلعہ غزنی کے دروازہ کو اکھڑوا کر ہندوستان روانہ کیا تاکہ یہ بتا سکے کہ خراسان دوبارہ فتح ہو گیا ہے۔ جب یہ دروازے ہندوستان پہنچے تو اس نے دریائے ستلج کے پل کے پاس عظیم جشن منعقد کر کے کابل کے فاتح انگریزی لشکر اور قلعہ غزنی کے دروازوں کا استقبال کیا۔ انھیں سومنات کے مندر کے صندلی دروازے قرار دیا ایک ایسی تقریر کی جس طرح نپولین نے[فتح مصر کے بعد] اہرام مصر کے پاس کھڑے ہو کر کی تھی اس نے کہا میرے دوستو بھائیو ہماری فاتح افواج غزنی سے محمود غزنوی کے سومنات سے چھینے ہوئے دروازے واپس لے آئی ہے اور آج غزنوی کا مزار کھنڈر نظر آ رہا ہے ۸۰۰ سال کے بعد اس سے انتقام لے لیا گیا ہے۔ اے سرہند، راجھستان، مالوہ گجرات کے سردارو یہ تحفہ میں آپ کے سپرد کرتا ہوں آپ صندل کے یہ دروازے سومنات کے مندر میں نصب کر دیں'' سومنات کے

جعلی دروازہ کا جلوس گورنر جنرل کی قیادت میں سرہند سے آگرہ تک نکالا گیا ہزاروں ہندوؤں کے جذبات کو مہمیز کیا گیا اور یہ جعلی دروازے آگرہ سے آگے نہیں گئے ایک گودام میں پھینک دیے گئے تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ دروازے صندل کے نہیں بلکہ دیودار کے تھے۔ ہندوؤں اوران کے مذہبی رہنماؤں نے اس کے بعد کبھی نہ پوچھا کہ یہ دروازے کہاں گئے؟ کمپنی کی حکومت کی زہریلی اور اسلام دشمن حرکات کا تجزیہ...... گورنر جنرل ایلن کی اہلیہ کے فرار و نکاح کی داستان لیسلی کی کتاب میں ملاحظہ کیجیے۔ [The Wild shores of Love by Lasely Blanch London 1955]

☆ گزشتہ کئی صدیوں کے دوران پوپ کے لیے انتخابات میں ۸۰ فی صد پوپ لاطینی ممالک خصوصاً ہسپانیہ [اسپین] اور اطالیہ سے منتخب ہوتے رہے۔ لیکن پوپ جان پال جن کا اصل نام کارول ووئیتیلا [Carol Wojtyla] ہے ۱۵۲۲ سے بیسویں صدی تک پہلے پولش قومیت کے حامل فرد تھے جو پوپ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ورنہ ناموں کی فہرست کا مطالعہ کیا جائے تو پوپ کے انتخاب کے لیے اطالیہ، ہسپانیہ اور فرانسیہ کے نام ہی ملیں گے۔ پوپ جان کے بعد یوسف راتسنگر ''پوپ بینے ڈکٹ'' بنے جن کا تعلق جرمنی سے ہے۔ یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ پولینڈ اور جرمنی عیسائی دنیا کے وہ ممالک ہیں جہاں رومن کیتھولک فرقے کے بجائے پروٹسٹنٹ ازم اور مشرقی قدامت پرست کلیسا [Eastern Orthodox Church] کا غلبہ اور اکثریت ہے ایسے ممالک سے رومن کیتھولک پادریوں کا انتخاب یقیناً بہت گہرے معنی رکھتا ہے۔ پوپ پال کے انتخاب میں نسلی اور جغرافیائی تناظر کی اہمیت کا پہلا مفصل جائزہ۔

☆ مغرب کی سائنس و ٹیکنالوجی کو غیر اقداری [Value Nutral] سمجھنے والے دنیا کے حقائق سے قطعاً بے خبر ہیں۔ ان سادہ لوح لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ سائنس و ٹیکنالوجی تو بہت بڑی چیز ہے بچوں کے کھلونے تک غیر اقداری Value nutral نہیں ہوتے یہ بھی Value Oriented اور Value Loaded ہوتے ہیں۔ مغرب سے آنے والی باربی ڈول کے خدوخال، رنگ وروپ، چال ڈھال، اعضاء کی بناوٹ، غمزے وعشوے ایک خاص تہذیب، ثقافت، تمدن کی نشان دہی کرتے ہیں حتیٰ کہ کارٹون فلموں میں دنیا کا سب سے مقبول ترین فلمی سلسلہ Tome & Jery بھی ایک خاص تہذیب و تمدن کی نمائندگی کرتا ہے۔ جس میں دہشت گردی، تشدد، شر پسندی، بدمعاشی اور شر انگیزی کو خصائص کبریٰ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اس لیے آج کل کے اکثر بچے ہمہ وقت کسی نہ کسی شر انگیز کام میں مصروف رہتے ہیں اور ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہیں حتی کہ اگر پڑوسی کی کئی نئی نویلی گاڑی نظر آجائے تو اس پر کسی تیز دھار چیز سے دو چار نشان لگا کر خوش ہوتے ہیں۔ یہ شر انگیزی اور فسادی ذہنیت ٹام اینڈ جیری کی پیدا کردہ ہے۔ ایک بھی کارٹون فلم ایسی نہیں ہے جو بچوں کی مثبت تربیت کرتی ہو ان کو تہذیب، اخلاق، آداب، تہذیب نفس سکھاتی ہو بچوں کی فلم فساد اور فتنہ کا طوفان سمیٹے ہوئی ملے گی ہر فلم توڑ پھوڑ سکھاتی ہے، اس کے نتیجے میں آج کل بچے گھروں میں زبردست توڑ پھوڑ کرتے ہیں جس سے صنعتی اداروں کے مال کی فروخت بڑھ جاتی ہے۔ سرمایہ داری، صنعت کاری اور مغربی فلموں کے خفیہ گٹھ جوڑ کی کہانی پہلی بار منظر عام پر۔

☆ جاوید اقبال ۱۹۳۷ء میں عربی میں فیل ہوگئے تھے اور انگریزی میں اول آئے تھے [اقبال کا خط ممنون حسین کے نام] ان کی آزادروی، لاابالی پن، بے اعتدالیوں کے باعث اقبال نے فیصلہ کیا تھا کہ انھیں کسی سلسلے میں بیعت کرادیں یا ان کی شادی کردیں اقبال کے یہ اندازے کیا درست تھے؟ کیا جاوید اقبال آج تک عربی سے عدم مناسبت دور نہ کرسکے؟ کیا ان کی بے اعتدالیاں، لاابالی پن اور فکر و نظر کے باب میں الہڑ پن رخصت نہیں ہوا۔ اگر اقبال انھیں مرید کرادیتے یا نکاح پڑھا دیتے تو کیا جاوید اقبال، اقبال کے صحیح جانشین بن سکتے تھے؟ اقبال اور جاوید اقبال کے فکر و نظر، قول و فعل اور معرفت میں زمین وآسمان کا یہ فاصلہ کیوں پیدا ہوا؟ جاوید اقبال کی اقبال اور اسلام سے دوری کے اسباب کا پہلا محققانہ اور نفسیاتی تجزیہ۔

☆ داراشکوہ کے پیرومرشد ملاشاہ بدخشی [۱۰۴۰ء ۱۰۰۶ء] کا شعر ہے:

پنجہ در پنجہ خدا دارم　　من چہ پروای مصطفیٰ دارم

میرا پنجہ خدا کے پنجے میں ہے اور مجھے مصطفیٰ کی کیا پروا

لاہور میں قائم اقبال انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار ایجوکیشن اینڈ ڈائیلاگ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، المورد جاوید احمد غامدی سے لے کر ماضی میں محمد جونپوری، مولوی چراغ علی، سرسید، مفتی عبدہٗ، احمد دین امرتسری، عبداللہ چکڑالوی، غلام احمد پرویز کی گم راہی کا راز اس ایک شعر میں پنہاں ہے۔ ملا لاہوری کے اس شعر کی تحقیق تاریخ کی روشنی میں۔

☆ اقبال لکھتے ہیں کہ ہاں کتابیں نہیں ملتیں، بڑی دقت ہے شیخ روز بہان بقلی کی شرح شطحیات ایک عجیب وغریب کتاب ہے اس میں صوفیاء وجودیہ نے جو خلاف شرع باتیں کہی ہیں ان کی شرح ہے اگر یہ رسالہ ہاتھ آ جائے تو تصوف کے بہت سے مسائل پر اس سے روشنی پڑے گی [اقبال نے حلاّج کے بارے میں رائے اسی کتاب کے مطالعے سے اخذ کی تھی اور حلاج کا عربی رسالہ نہیں دیکھا بلکہ حقیقت میں اقبال نے بقلی کا ترجمہ بھی خود مطالعہ نہیں کیا بلکہ لوئی مائی سینون نے حلاج پر اپنی کتاب میں بقلی کے ترجمے پر انحصار کیا لہذا اس غلط ترجمے کے باعث حلاج کی غلط ترجمانی ہوئی ایک دوسری رائے یہ ہے کہ اقبال نے لوئی سینون کا رسالہ بھی کامل نہیں پڑھا کیونکہ وہ فرانسیسی زبان سے نابلد تھے اقبالنامہ میں اقبال نے ایک خط میں اعتراف کیا ہے کہ وہ فرانسیسی نہیں سمجھ سکتے تو علمی کتاب پڑھنے کا کیا سوال؟] مگر باوجود تلاش کے نہیں دستیاب ہوسکا۔ سنا ہے کہ لاہر پور [اودھ] میں ایک سجادہ ہے یہاں کوئی بزرگ قلندر صاحب گزرے ہیں جنہوں نے محی الدین ابن عربی کی فتوحات کی تردید میں ایک مبسوط کتاب فارسی زبان میں لکھی ہے جو اب تک ان کے جانشینوں کے پاس محفوظ ہے میں نے موجودہ سجادہ نشین کی خدمت میں خط لکھوایا ہے۔ دیکھیں کیا جواب ملتا ہے۔ [نیاز الدین کے نام ۱۶ جولائی ۱۹۱۶ اص ۵۱۱] ایک جانب اقبال حلاج کے شدید مخالف تھے اور اس کے قتل کو بالکل درست فیصلہ سمجھتے تھے انھیں ایک ہندی شاعر کا فارسی شعر حلاج کے بارے میں بے حد پسند تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ ''حلاج کم ظرف تھا راز چھپا نہ سکا'' اقبال اور حلاج کے موضوع پر پہلا مفصل محققانہ جائزہ

☆ شاد کے نام اقبال لکھتے ہیں ''ہاں یہ عرض کرنا بھول گیا کہ لاہور میں کچھ عرصے سے ایک بہت بڑے ایرانی عالم مقیم ہیں۔ یعنی سرکار علامہ شیخ عبدالعلی طہرانی۔ معلوم نہیں کبھی حیدرآباد میں بھی ان کا گزر ہوا یا نہیں۔ عالم متبحر ہیں مذہباً شیعہ ہیں مگر مطالب قرآن بیان فرماتے ہیں تو سمجھنے سوچنے والے لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ علم جفر میں کمال رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہوں۔ اگر اس موسم میں سرکار لاہور کا سفر کریں تو خوب ہو کہ یہ آدمی دیکھنے کے قابل ہے [ص ۵۳۵ پر شاد کے نام]۔ علامہ طہرانی کے علم وفضل کا عالم یہ تھا کہ صرف رسالہ نجم اعمال، معاد جسمانی، اور تضاد وقدر لکھے مواعظ کا ایک مجموعہ ہے ان کے مواعظ لکھنؤ کے ایک مذہبی رسالے البرہان میں شائع ہوتے تھے۔ علامہ نے بابیوں کے قتل کا فتویٰ ایران میں صادر کیا تھا جس کے نتیجے میں آٹھ ہزار بابی قتل ہوئے وہاں مخالفت ہوئی تو یورپ، ترکی، عراق اور کراچی کی سیاحت کرتے ہوئے لاہور پہنچ گئے۔ حکیم اجمل، علی امام، نواب ذوالفقار بھی مداح تھے لیکن علم وفضل کی کوئی یادگار نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اکابرین بھی خطابت سے مسحور ہو جاتے تھے۔ طہرانی سے حالی بھی متاثر تھے حالی لکھتے ہیں کہ گزشتہ دوسوسال کے عرصے میں ایسا جید عالم نہیں آیا جبکہ ان صاحب کی کوئی تحقیق وتصنیف اس دعوے کی تصدیق نہیں کرتی۔ خطابت نے دنیا کی تاریخ میں کس کس موڑ پر کن کن لوگوں کو مسحور کیا، رسول اللہ نے خطابت کی مذمت کیوں فرمائی اس خطابت نے ہندوستان میں مسلمانوں کی عظمت

کو پارہ پارہ کرنے ان کو خواب وخیال کی دنیا کا اسیر بنانے میں کیا کرشمے دکھائے ہندوستان و پاکستان میں فن خطابت کی تاریخ کا جائزہ اور مشہور خطباء کے جادو کا تجزیہ ہندوستانی خطابت نے اسلامی معاشرت کو تباہ و برباد کرنے میں کیا کردار ادا کیا اس کے منفی ومثبت پہلوؤں کی تاریخ؟ ایک تجزیہ۔

☆ شیعوں کے متعلق آپ نے خوب لکھا۔ میرا مدّت سے یہی خیال ہے۔ امامت کا مسئلہ سوسائٹی کو انتشار سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں جبکہ مذہبی حقائق کا معیار عقل ہو۔ میں نے کئی دفعہ یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ صوفی بننے کی نسبت شیعہ ہو جانا ضروری ہے۔ اگر تقلید ضروری ہے تو اولادِ علی مرتضی سے بڑھ کر اور کون امام ہوگا۔ البتہ امامت کے اصول میں ایک نقص ہے اور وہ یہ کہ عوام کو مجتہدین سے تعلق رہتا ہے اور قرآن سے تعلق کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بالکل کوئی تعلق نہیں رہتا۔ مذہب بغیر قوت کے محض ایک فلسفہ ہے یہ نہایت صحیح مسئلہ ہے اور حقیقت میں مثنوی لکھنے کے لئے یہی خیال محرک ہوا میں گزشتہ دس سال سے اسی پیچ وتاب میں ہوں۔ [اکبر الہ آبادی کے نام ،ص ۴۱۷ :۱] علامہ اقبال کے ان افکار کا تحقیقی جائزہ مسئلہ امامت کی روشنی میں۔

☆ اقبال ایک خط میں لکھتے ہیں ہندوستان کے مسلمان شاید اور اسلامی ممالک کی حالت کا اندازہ نہیں لگا سکتے کیونکہ حکومت برطانیہ کے سبب سے جو امن اور آزادی اس ملک کے لوگوں کو حاصل ہے وہ اور ممالک کو ابھی نصیب نہیں ہے۔ پان اسلام ازم کا خوف بالکل بے معنی ہے اور فرانس کے چند احمق اخباروں کی ہرزہ سرائی کا نتیجہ ہے۔ مسلمانان عالم کی کسی ملک میں کوئی ایسی تحریک عام طور پر نہیں ہے جس کا منشا یورپ سے پولیٹیکل مقابلہ کرنا ہو نہ ایسا خیال ایک ایسی قوم میں پیدا ہو سکتا ہے مسلمانوں کو کلام الٰہی میں امن اور صلح کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ پوشیدہ طور پر مشورہ کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ اذا تناجیتم فلا تناجیتم بالا ثم والعدوان [ص ۲۱۶ :۱] اقبال نے قرآن کی آیت ۹:۵۸، اے ایمان والوں جب تم سرگوشیاں کرو تو گناہ اور ظلم کے لیے سرگوشیاں نہ کرو۔ ۱۹۱۰ء میں گوہر علی خان کے نام خط میں استدلال کیا ہے کہ مسلمان امن وصلح سے زندگی بسر کریں یہاں تک کے پوشیدہ طور پر [سلطنت برطانیہ کے خلاف] مشورہ کی بھی ممانعت ہے۔ [۱:۲۱۶] کیا اقبال کا یہ استدلال درست ہے کیا قرآن کی یہ آیت حکومت برطانیہ کے تحفظ کے لئے نعوذ باللہ نازل کی گئی تھی؟ اقبال علم تفسیر سے کس حد تک واقف تھے۔

☆ اقبال نے ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۲۳ء کو میں ڈاکٹر ریوین لیوی کے نام ایک خط میں خود کو ڈین اورینٹل فیکلٹی پنجاب یونیورسٹی ظاہر کیا ہے۔ [۲:۴۹۲، بحوالہ اقبال یورپ میں] جب کہ وہ ۱۹۰۹ء میں سرکاری ملازمت سے بیزار اور مستعفی ہو چکے تھے۔ حکومت پنجاب کی شدید خواہش کے باوجود اقبال نے سرکاری تدریسی ملازمت سے انکار کر دیا تھا، کیونکہ وہ اعلیٰ افسران کے رویوں کے باعث سرکاری ملازمت کو خودی کے منافی تصور کرتے تھے۔ عطیہ کے نام خطوط میں اقبال نے سرکاری ملازمت سے علیحدگی کی تفصیلات بیان کی ہیں جب تک کوئی شخص سرکاری ملازمت میں نہ ہو وہ ڈین کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر لیوی نے پنجاب یونیورسٹی کے فارسی تعلیمی بورڈ میں ادب فارسی پر اپنا کتابچہ منظور کے لیے پیش کیا تھا۔ اقبال نے اپنے خط میں انھیں اطلاع دی کہ بورڈ کی ایک میٹنگ میں ہم نے آپ کے دلچسپ کتابچے کو بی اے فارسی کے نصاب میں داخل کر لیا ہے۔ اقبال نے لیوی کو پیام مشرق بھی ارسال کی، اس خواہش کے ساتھ کہ وہ اس پر رائے دیں۔ [۲:۴۹۲] حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یکم دسمبر ۲۳ء کو پیرزادہ ابراہیم حنیف کے نام خط میں ان کی کتاب کو نصاب تعلیم میں داخل کرنے کی درخواست کا جواب دیتے ہوئے اقبال نے اپنے آپ کو ڈین اورینٹل فیکلٹی ظاہر نہیں کیا۔ خط میں اپنی حیثیت واضح کرتے ہوئے لکھا ’’اگر آپ کا مدعا یہ ہے کہ آپ کی کتاب یونیورسٹی کے کسی امتحان میں

کورس میں مقرر ہو تو کتاب کی اشاعت سے پہلے ممکن نہیں کورس کا معاملہ یونیورسٹی بورڈ کے سامنے پیش ہوتا ہے جس کا میں بھی ایک ممبر ہوں۔ اشاعت کے بعد کاپی بھیجیں میں اسے بورڈ کے سامنے پیش کروں گا''۔[۲:۴۹۸] اس خط میں اقبال ڈین ہونے سے انکار فرما رہے ہیں اور اپنے آپ کو بورڈ کا ایک ممبر ظاہر کر رہے ہیں جو کوئی خاص اختیار نہیں رکھتا۔

دستاویزات کے مطابق پنجاب یونیورسٹی میں اورینٹل کالج موجود تھا اور اس کا پرنسپل ہوتا تھا۔ اقبال نے یہ دعویٰ کیوں کیا؟ اقبال کے کسی سوانح نگار بشمول ڈاکٹر جاوید اقبال اور خرم علی شفیق نے اقبال کا ڈین اورینٹل فیکلٹی کے منصب کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ تفصیلات کے مطابق ۲/ مارچ ۱۹۰۱ء کو سنڈیکیٹ نے انھیں پنجاب یونیورسٹی کا فیلو مقرر کیا۔ اور وہ اورینٹل اور آرٹس فیکلٹی کے رکن مقرر ہوئے۔ مزید اس فیصلے کی تجدید سنڈیکیٹ نے ۳/اپریل ۱۹۱۴ء کو کی اور پھر ۱۹/فروری ۱۹۱۷ء کو بھی اس فیصلے کی تجدید ہوئی۔ [''دائرہ معارفِ اقبال'' ص ۵۵۷۔ جلد اول شعبۂ اقبالیات پنجاب یونیورسٹی ۲۰۰۶ء] پنجاب یونیورسٹی سے اس رکنیت کے علاوہ اقبال کا صرف ممتحن کا رشتہ رہا۔ اگر اقبال پنجاب یونیورسٹی کے ڈین اورینٹل فیکلٹی نہیں تھے تو انھوں نے اپنے خط میں خود کو ڈین کیوں ظاہر کیا؟ ماہرین اقبالیات کی تحقیقات کا تحقیقی جائزہ۔

☆ مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ کو ۱۹۳۱ء میں ایک خط یورپ سے موصول ہوا جس میں مراسلہ نگار نے خطبات اقبال کے اردو ترجمے کی اشاعت کے باعث خطبات کے کفر کی ترویج پر شدید تشویش ظاہر کی تھی۔ اس کے جواب میں عبدالماجد دریا بادیؒ نے شذرات میں لکھا ''حضرت اقبال، قوم و ملت کے مخدوم ہیں، اور ان کی شاعری ان کے عمیق جذبات اسلامی کی ترجمان اور اہم معارف ملی کی شارح۔ لیکن افسوس ہے کہ فلسفی اقبال، شاعر اقبال سے مختلف ہیں، اور خصوصاً بیگانوں سے خطاب کرتے وقت تو وہ اور بھی اپنی عام بلند سطح سے کہیں نیچے اتر آتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس گناہ کے تنہا وہی مجرم نہیں، سرسید احمد خاں، خواجہ کمال الدین، ان سب کا یہی حال ہے کہ اسلام کو جب یورپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو ڈرتے رہتے ہیں کہ کوئی بات بھی زبان سے ایسی نہ نکلنے پائے جو یورپ کے مذاق طبیعت پر بار ہو۔ اقبال کے ہاں یہ کمزوری خاص طور پر افسوسناک معلوم ہوتی ہے۔ مراسلہ نگار کی حمیت دینی قابلِ تحسین ہے، لیکن وہ مطمئن رہیں کہ کتاب اگر اردو میں منتقل ہو کر آئی بھی تو اس کی اشاعت کا دائرہ بہت ہی محدود رہے گا اور فتنہ انشاء اللہ کسی وسیع رقبہ تک پھیلنے نہ پائے گا۔[۲۶/جون ۱۹۳۱ء] مولانا ماجد دریا بادیؒ نے خطبات اقبال کو فتنہ سے کیوں تعبیر کیا؟ مولانا ماجدؒ نے اس فتنے کے سلسلے میں جو تحریریں لکھیں وہ کیوں شائع نہ کیں؟ سلیم احمد مرحوم نے خطبات کو جدیدیت کی انجیل کیوں کہا؟ ایک جائزہ

☆ مولانا احسن اصلاحی کے دراسات حدیث موطا جلد اول، اور شرح صحیح بخاری جلد اول، ادارہ تدبر القرآن سے شائع ہوئی ہیں۔ ان دراسات کو ان کے شاگرد خاص جناب خالد مسعود صاحب [متوفی یکم اکتوبر ۲۰۰۳ء] نے مرتب کیا تھا۔ کیا امین اصلاحی صاحب کے یہ دراسات ان کے فکر، فہم اور نقطۂ نظر کی حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ، ہو بہو، من وعن، سطر سطر درست ترجمانی کرتے ہیں؟ کیا ان دروس کو فاضل مرتب نے ان کی روح والفاظ کے ساتھ بعینہٖ مرتب کیا ہے یا حالات و زمانہ مصلحتوں کے مطابق خود اس میں ترامیم، خلاصہ، تحریفات فرما دی ہیں۔ کیا ادارہ تدبر القرآن مولانا کے ان دورس کی آڈیو یا ویڈیو کیسٹ عام لوگوں کو استفادہ کے لیے مہیا کرتا ہے؟ اگر نہیں کرتا تو اس اخفاء کی وجہ کیا ہے؟ کیا یہ درس بہت بڑے پیمانے پر کانٹ چھانٹ کر شائع کیے گئے ہیں؟ ان دروس کی ادارت و ترتیب کے وقت مولانا کے لب و لہجے کو خاص طور پر کیوں خارج کیا گیا؟ ان دروس میں مولانا اصلاحی ائمہ کرام محدثین اور فقہاء امت کے خلاف جو کچھ زہر اگلتے تھے اسے کیوں متن سے خارج کیا گیا۔ ایک تحقیقی مطالعہ۔

☆ ہندوستان میں آج کل شاہ ولی اللہ کے فکر و فلسفے میں فلسفہ وحدت الوجود کے آثار کی بنیاد پر وحدت ادیان کو ثابت

کرنے کی لہر چلی ہوئی ہے۔اس لہر کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا منظور احمد نعمانی کے علمی جانشین یحیٰ نعمانی نے علی گڑھ کے شعبہ دینیات میں تقریر کرتے ہوئے چند اہم نکات بیان کیے:

آخر میں یہ کم علم ایک ضروری وضاحت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔حضرت شاہ صاحبؒ دین اسلام کے ایک عظیم المرتبت مجدّد ہیں۔مگر ہمارا ان سے رشتہ اسی لیے ہے اور اسی بنا پر ان کا احترام ہمارے دل میں ہے کہ وہ اسلام کے ایک خادم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ایک ترجمان ہیں۔ ہمارے سامنے ان کی طرف منسوب اگر کوئی ایسی فکر آتی ہے جس سے اسلام کے محکم ویقینی عقائد پر کوئی حرف آتا ہے تو ہم بے تکلف اس فکر سے برأت ظاہر کرتے ہیں۔

ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی بنیاد پر اگر اسلام اور کفر کی سرحدوں کی دوری کو کم کرنے کی کوشش ہوتی ہے تو ہم کو ایسے ''وحدۃ الوجود'' سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ہم اس کو آخری درجہ کی گمراہی سمجھتے ہیں اور ہم اس کے بارے میں وہی کہیں گے جو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مسترشد سے فرمایا تھا کہ:

''میرے مخدوم! فقیر اس طرح کی باتوں کو سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ہمیں محمد عربیؐ کی پروا ہے ابن عربی کی نہیں۔ہمیں نص چاہیے، فص نہیں۔فتوحات مدینہ نے ہم کو ''فتوحات مکیہ'' سے بے نیاز کر دیا ہے''۔[مکتوبات مجدد الف ثانی]

میں یہ بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ''وحدۃ الوجود'' اس راہ کے تجربہ کاروں کے مطابق ایک خالص ذوقی چیز اور روحانی مشاہدہ ہے۔اس کا خارج کی حسی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ حضرات ہمیشہ ظاہر اور مظہر میں فرق کرتے آئے ہیں۔اس سے زیادہ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

دوسری بات یہ بھی جان لینی چاہیے کہ ہم جس شاہ ولی اللہؒ کو جانتے ہیں وہ ہرگز اس کے لیے تیار نہیں تھے کہ کفر واسلام اور حق و باطل کا کوئی آمیزہ تیار کیا جائے۔ان کی کتابیں اس پر گواہ ہیں کہ وہ شعائر اسلام کے احیاء اور ملت توحید کی صفات کو زندہ کرنے کے لیے کوشاں رہے۔

ہم جس شاہ ولی اللہؒ سے واقف ہیں اس کے دل میں ملی حمیت کا شعلہ جلتا تھا۔ وہ اسلام کی غربت اور شعائر اسلام کی پامالی پر خون کے آنسو روتا تھا، کچھ اور نہ پڑھیے صرف احمد شاہ ابدالی کے نام شاہ صاحب کے خطوط پڑھیے، یہ مغالطہ دور ہو جائے گا کہ شاہ صاحب کے فکر سے کچھ ایسا بھی برآمد کیا جا سکتا ہے جو ہمیں یہ بتائے کہ ''امن'' کی خاطر کفر واسلام کی سرحدوں کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت دنیا میں پھیلی بدامنی کی وجہ یہ نہیں ہے کہ لوگ ''وحدۃ الوجود'' کے مسئلے سے ناواقف ہیں۔امن وسلامتی سب کو مطلوب ہے مگر اس امن کے مقابلے میں ہمیں موت عزیز ہے جس کی خاطر اسلام کو کفر آمیز کیا جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات میں حضرت شیخ ابن عربیؒ کے بارے میں درج افکار و خیالات کی تشریح و توضیح اور وحدت ادیان کے مغربی امریکی ایجنڈے کا جائزہ جس کی علمی توضیح عالم اسلام میں روایت [رینے گینوں] کا مکتبہ فکر کر رہا ہے جو مغرب کا حلیف ہے اور پاکستان میں اس کی نمائندگی قیصر عالم کا رسالہ ''ڈسکورس'' اور ''اقبال ریویو'' وغیرہ کر رہے ہیں۔ روایت کے مکتبہ فکر کے ہند و پاک کے نگراں اور ان کی اصطلاح میں پاک و ہند کے ''مقدم'' کے سنہری افکار کا تذکرہ۔

☆ سلیم احمد سے کسی نے کہا کہ ''اقبال ایک شاعر ہیں'' آپ نے جس ٹھسے کے ساتھ اقبال کے فکر و فلسفہ کی دھجیاں اڑانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن عملاً آپ نے اقبال کے خطبات پر کوئی نقد نہیں لکھا اور یہ ذمہ داری علمائے کرام کے سپرد

کر کے الگ ہو گئے اس کے جواب میں سلیم نے کیا کہا تھا؟ سلیم احمد نے ایک شعر سنایا:

آں راز کہ در سینہ نہان است نہ وعظ است　　بردار تو ان گفت وبہ منبر نتواں است

وہ راز جو ہمارے سینہ میں ہے وعظ نہیں ہے جو منبر پر کہا جائے اسے دار پر کہا جا سکتا ہے۔

پھر سلیم احمد نے اس شعر کی کیا تشریح کی؟ اور خطبات اقبال جسے وہ ''جدیدیت کی انجیل'' کہتے تھے اس پر کیا لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے اور کیا کیا لکھا اور کیا کچھ لکھ نہ سکے۔ جمال پانی پتی، سلیم احمد اور شمیم احمد خطبات اقبال پر کیا لکھنا چاہتے تھے مگر کیوں نہ لکھ سکے؟ ایک اہم تحقیق۔

☆ سلیم احمد اور سراج منیر کے مابین اقبال کی طبعی بیماری کے حوالے سے دستاویزات کا تبادلہ کب اور کیسے ہوا؟ سلیم احمد نے ''اقبال ایک شاعر میں'' جو مؤقف اختیار کیا تھا اس کی تصدیق سراج منیر نے کس دستاویز سے کی پھر معاملہ کہاں ٹھہر گیا؟

☆ رضیہ سلطانہ کے زمانے میں ایک شخص ''نور ترک'' کے باغی گروہ کے عقائد اور نظریات کیا تھے؟ قاضی منہاج نے اسے دانش مند گونہ اور ''عالم نما'' کیوں لکھا؟ نور ترک نے ہند، گجرات، سندھ کے لوگوں سے خفیہ بیعت لے کر عزیز و اقارب سمیت سلطنت دہلی کے خلاف خروج کیوں کیا؟ نور ترک علماء اہلسنت والجماعت کو ناصبی کیوں قرار دیتا تھا اور حنفی و شافعی علماء کا دشمن کیوں تھا؟ ۶ر رجب ۶۳۴ھ کو ایک ہزار خارجیوں پر مشتمل اس جماعت نے خروج کا آغاز کیا تو چند لمحوں میں اس پوری جماعت کو عوام الناس نے کس طرح قتل کر دیا؟ نور ترک کی تحریک کا پس منظر پیش منظر اور تہہ منظر۔

☆ رضیہ سلطانہ نے اپنی سلطنت کے علاقے بھٹنڈہ کے حاکم ملک التونیہ کی بغاوت سرد کرنے میں ناکامی کے بعد اس سے نکاح کیوں کر لیا؟ ملک التونیہ کے ساتھ مل کر رضیہ نے بہرام شاہ سے جنگ کیوں کی؟ ابن بطوطہ نے رضیہ سلطانہ کی موت کے بارے میں کیا لکھا اور دیگر مؤرخین نے رضیہ کی زندگی کے بارے میں کیا کہانیاں وضع کیں؟ سلطنت دہلی کے تخت پر تین برس چھ دن رضیہ کی سلطنت کیسے قائم رہی؟ علمائے کرام نے رضیہ کی حکمرانی پر کن خدشات اور تاثرات کا اظہار کیا؟ کیا رضیہ کی حکومت ہند میں تحریک آزادی نسواں کی زیریں لیکن طاقت ور لہر تھی، وہ دربار میں قباء پہنتی، سر پر ٹوپی رکھتی، مردوں کی طرح کمان و ترکش لگاتی کیا رضیہ کو ان اعمال کی بناء پر واجب التعزیر نہیں سمجھا گیا؟

☆ ہند کے تین نام ور بادشاہ آئے بک [معنی ماہ رخ یا ماہرو]، ایل تتمش اور بلبن غلام تھے آئے بک کو محمد غوری نے خریدا، ایل تتمش کو آئے بک نے اور بلبن کو ایل تتمش نے دنیا کی تاریخ میں امت مسلمہ واحد امت ہے جہاں خاندان غلاماں کو بھی عروج حاصل رہا اور اللہ و رسول کی غلامی اختیار کرنے والے غلام قبول اسلام کے بعد دنیا میں اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ہوئے۔ غلاموں اور غلامی کے سلسلے میں اسلام پر سرسید، مولوی چراغ علی، پرویز، جاوید غامدی کے اعتراضات کا پہلا مفصل جائزہ جس سے معذرت خواہانہ جدیدیت کا چہرہ نمایاں ہوگا۔ جدیدیت پسندوں کو اسلام کے احکام غلامی پر شرم آتی ہے لیکن انھیں دنیا میں جدید سائنس و صنعت و ٹیکنالوجی کے کام پر جاری و ساری غلامی کا علم نہیں ہے۔ جدید معیشت و تجارت نے انسان کو کس طرح غلام بنایا اس غلامی کی خوں چکاں تاریخ پہلی مرتبہ۔

☆ بشکورستان [Bashkortostan] کی آبادی ۱۹۹۷ء تک ایک اندازے کے مطابق ۴۱۳۴۰۰۰ تھی، یہاں کے دارالخلافہ اُفہ [Ufa] کی آبادی ۱۹۹۹ء تک ۱۰۸۶۲۰۰ تھی۔ جمہوریہ بشکورستان کا سب سے بڑا لسانی گروہ روسی زبان بولنے والوں کا تھا، جو کہ آبادی کے ۴۰ فیصد نفوس پر مشتمل ہے۔ ۳۰ فی صد آبادی تاتاریوں پر مشتمل ہے۔ آبادی کا قلیل سا گروہ ملک کی تشکیل اور پوری آبادی کا نمائندہ ہے۔ بشکیر قوم ایک چوتھائی آبادی پر مشتمل ہے مگر یہ لسانی گروہ ملک میں

سب سے زیادہ سیاسی اور ثقافتی مفادات رکھنے والا گروہ ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جس کے لیے جمہوریہ کا قیام عمل میں آیا۔ بشکیر زبان کا تعلق کپچک [Kipchak] یا مغربی ترکیک [Turkic] زبان سے ہے۔ یہ لسانی گروہ زبانوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتا ہے جو کہ [atalic languages] تاتار بولا کرتے تھے۔ یہاں ۱۹۲۰ء کے اواخر میں لاطینی حروف تہجی متعارف کروائے جانے سے قبل تک عربی رسم الخط رائج تھا بعد میں اسے تبدیل کر دیا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں لاطینی حروف تہجی کو سریلی رسم الخط سے تبدیل کر دیا گیا۔ روس میں مسلمانوں کے رسم الخط پر جبری پابندی عائد کر کے انھیں اپنی تاریخ، ادبیات، علمیات اور ثقافتی ورثے سے مکمل کاٹ کر غلام بنانے کی کوشش کی گئی تاکہ مسلمانوں کا تشخص ختم ہو جائے اور وہ اپنی تاریخ، الہامی کتاب، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لاتعلق ہو جائیں۔ اس کے برعکس عیسائیوں کی آبادی میں رسم الخط تبدیل نہیں کیا گیا۔ اس امتیازی سلوک کی اساس مغرب کی نفسیات میں چھپی ہوئی اسلام دشمنی سے مربوط ہے یا کچھ اور اگر روسی کمیونسٹ مذہب دشمن تھے تو انھوں نے روسی ریاستوں میں عیسائی علاقوں کا رسم الخط کیوں تبدیل نہ کیا اور صرف مسلمانوں پر ظلم کیوں کیے؟ ایک اہم جائزہ۔

☆ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے ڈاکٹر غلام محمد کے نام خط [مشمولہ رقعات ماجدی مرتبہ ڈاکٹر غلام محمد] میں یہ کیوں تحریر کیا کہ ''حیات شبلی'' سید سلیمان ندوی کی کم زور ترین کتاب ہے؟ حیات شبلی کی کم زوریوں کے بارے میں مولانا ماجد دریا آبادی نے نہ تو صدق میں مضامین لکھے نہ ہی ریڈیو ہند پر تبصرہ پڑھتے ہوئے اس مؤقف کو اجاگر کیا؟ کیا اس کے پس پشت مصلحت تھی یا کوئی اور اسباب تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے حیات شبلی کے نسخے پر چند کم زوریوں کی نشان دہی کی ہے لیکن ان تسامحات کی تعداد بہت مختصر ہے۔ مولانا آزاد نے حیات شبلی کی جن کم زوریوں کی نشاندہی کی ہے اس کا پہلا مفصل تذکرہ۔ حیات شبلی میں اسماء سینن تاریخی واقعات اور تاریخی اغلاط کا سیر حاصل جائزہ۔ سید سلیمان ندوی صاحب نے حیات شبلی میں کن مقامات کو تشنہ چھوڑ دیا ان کی فہرست۔

☆ ۱۹۳۵ء میں سرسید کے مقاصد تعلیم رنگ لائے اور اس کے نتیجے میں علی گڑھ میں Anti God سوسائٹی بنائی گئی۔ یہ سوسائٹی علی گڑھ کے طالب علموں نے بنائی تھی۔ قبل ازیں ہندوستان کی تاریخ میں کبھی اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ خدا کے وجود سے انکار کا اس طرح اعلان بھی کیا جاسکتا ہے۔ سرسید کی تعلیم کے سانچے اور ڈھانچے سے پہلے سید محمود برآمد ہوئے جنھوں نے سرسید کو بڑھاپے میں ذلیل و رسوا کر کے گھر سے نکال دیا اور سرسید کو اپنے دوست کے گھر میں پناہ لینا پڑی اور چند روز کے اندر اندر اس صدمے سے سرسید جاں بر نہ ہو سکے۔ سرسید کی موت اور Anti God Society سے متعلق سربستہ راز پہلی مرتبہ پیش کیے جائیں گے۔

☆ ابوالکلام آزادؒ کے خلاف سید سلیمان ندوی کے اس مضمون کا پس منظر جو فاران میں ماہر القادری کے نام سے شائع ہوا۔ قبل ازیں یہ مضمون سید سلیمان ندوی نے ابوالخیر کشفی کے حوالے کیا کہ وہ اپنے نام سے شائع کرلیں تو کشفی نے معذرت کرلی کہ حضور والا یہ مضمون میرے علم وفہم سے اونچا ہے اس پر میرا نام نہیں جچے گا مضمون کے مندرجات کیا تھے؟

☆ مشہور بہائی مفکر و محقق علی ژاندرو بوسانی Ali Sandro Bosani نے بہائی مذہب کیوں اختیار کیا؟ بوسانی کی زندگی کے اس خفیہ گوشے سے ابھی تک نقاب کیوں نہ اٹھائی گئی؟ بوسانی نے کئی زبانوں میں مضامین لکھے لیکن بعض مضامین افکار و خیالات ایسے تھے جنھیں بوسانی کسی زبان میں نہیں لکھ سکتے تھے، ان کا خیال تھا کہ زمانہ ابھی اتنا آزاد خیال نہیں ہوا کہ ان افکار و خیالات کو برداشت کر سکے، لہٰذا بوسانی نے اپنی ''ذاتی زبان'' ایجاد کی اس زبان میں بوسانی نے کئی سو صفحات کے مسودے تیار کیے، اس زبان کے حروف تہجی املا اور قواعد بھی بوسانی نے تیار کیے تھی۔ بوسانی کی خفیہ زبان کے بارے میں بعض اہم معلومات۔



Ainda Shomraron main

☆ دنیا کے کس کس اہم فلسفی نے خلق کے خوف سے اپنی اپنی خفیہ زبانیں ایجاد کیں اوران زبانوں میں ایسے مسودے لکھے جو قیامت تک کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ایسے مفکرین ومحققین کا پہلا نادر تذکرہ۔

☆ دنیا کی تاریخ میں مغربی تہذیب پہلی تہذیب ہےاورسترہویں صدی کے بعدکا زمانہ دنیا کی تاریخ کا پہلا زمانہ ہے، جہاں بڑے بڑے ادیبوں، شاعروں، رقاص موسیقار، اداکاروں، ڈرامہ نگاروں، فنکاروں، فلسفیوں، مفکرین، محققین نے بڑے پیمانے پرخودکشیاں کیں،خودکشی کرنے والے یہ لوگ معاشی طور پرآسودہ تھےلیکن انھیں روحانی سکون حاصل نہ تھا،ان ادیبوں وشاعروں کی پہلی مستند فہرست۔مغربی تہذیب کا دعویٰ ہے کہ وہ دنیا کی امیرترین،عقل مندترین، فائق ترین اور غالب تہذیب ہےجس نے انسان کا سب سے خوبصورت پیکرتراشا ہےلیکن دنیا کی تاریخ میں سانس لینے والی سترہ تہذیبوں کے کسی نابغہ نے کیوں خودکشی نہیں کی لیکن جدید مغربی تہذیب کے آسودہ حال ملکوں ناروے،سویڈن،سوئزرلینڈ، جاپان، جرمنی، امریکہ میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد دنیا کی تاریخ میں سب سے زیادہ کیوں ہے؟ اپنی نوعیت کا پہلا منفرد تحقیقی جائزہ۔

☆ امیرشاہ فیصل کی چوتھی بیوی[ جوملکہ بھی تھیں ] سے ہونے والی بیٹی لاوٴلا الفیصل سعودی شاہی خاندان کی پہلی عورت ہیں جنھوں نے اپنے چچاشاہ عبداللہ کی اجازت سےسعودی عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ بحیثیت شاہی خاندان[ ڈیلی ٹیلی گراف کی نمائندہ] کوانٹرویودیا۔سعودی شاہی خاندان جو ہزاروں مرداورعورتوں پرمشتمل ہےاس کی کسی عورت نے آج تک اخبارکو انٹرویونہیں دیا۔شہزادی لاوٴلا انٹریو کے وقت اپنے محل کے کمرے میں بھی شیفون کا حجاب پہنے ہوئے تھیں کیونکہ چندمرد وہاں موجود تھےلیکن جیسے ہی مرد باہر گئے شہزادی نے اپنا حجاب اتار دیا تصویریں کھنچوائیں جو ٹیلی گراف میں شائع ہوئیں، جدیدیت کی اس نئی قسم کا جائزہ کہ اپنے قریبی اعزّہ سے حجاب کیا جائے لیکن تصویر کھنچوا کر پوری دنیا کے سامنے بے حجاب ہونے میں کوئی عارمحسوس نہیں کیا جائے۔شہزادی لاوٴلا کی اپنے عم زاد سے شادی ہوئی اوردس سال بعدطلاق ہوگئی،ان کے تین بچے ہیں،تینوں کی شادیاں ہوئیں اوردو کی طلاق ہوگئی۔طلاق سعودی عرب کے شاہی خاندان اورمعاشرت میں ایک وبائی بیماری کی طرح عام مرض ہے۔شہزادی کی ثانوی تعلیم سوئزرلینڈ میں ہوئی اورشاہ فیصل جنھیں عموماً ایک قدامت پرست مسلم حکمراں سمجھا جاتا تھاان کی ''روشن خیالی'' Enlightment کا اندازہ اس طرز زندگی سے کیا جاسکتا ہے۔شاہ فیصل کے بارے میں یہ تاثر کس نے عام کیا کہ وہ قدامت پرست تھے جب کہ فی الحقیقت شاہ فیصل جدیدیت پسند تھےاورسعودی عرب کے معاشرے کوجدید بنانے میں ان کا اہم کردار ہے۔سعودی عرب کے معاشرے میں قدامت اورجدیدیت کے دومتوازی رنگ کس طرح کام کررہے ہیں۔سعودی معاشرے میں طلاقیں، بھاری مہر کے مطالبے،نکاح المسیار کی لعنت،جنسی بھوک میں اضافے کے اسباب میں بنیادی سبب جدیدیت ماڈرن ازم ہے یا کچھ اور، پہلا ناقدانہ جائزہ۔

☆ صدربش کی فکری مجلس شوریٰ کے فردفرید فرید زکریا کی کتاب The Future of Freedom کا پہلا محققانہ ناقدانہ جائزہ یہ کتاب فرید زکریا کے مضمون The Rise of illiberal democracy مطبوعہ فارن افیرز نومبر دسمبر ۱۹۹۷ء [ص ۴۳۔۲۲] کی توسیع وتخریج پرمشتمل ہے گیارہ ستمبر کے بعدامریکہ کی خارجہ پالیسی کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب کلیدی اہمیت کی حامل ہے۔سات ابواب پرمشتمل اس کتاب میں عصری سیاسی فکر کا جائزہ لبرل تناظر میں لیا گیا ہےفرید زکریا جمہوری عمل کو محض سیاسی نظری طریقہ کارسمجھنے کے بجائے ایک ایسا میکانکی عمل سمجھتا ہے جوسوشل انجینئرنگ کے ذریعے سرمایہ دارو آزادی کو ممکن بناتا ہےجس کے نتیجے میں جمہوریت محض طرزحکومت نہیں رہتی بلکہ اقوام افراد تہذیبوں کے اندرایک فطری حقیقی طرز زندگی بنادی جاتی ہے وہ جمہوریت اورلبرل ازم میں بنیادی نوعیت کا خلقی،فطری حقیقی تعلق محسوس کرتا ہےجس کا براہ راست

تعلق مغرب کی خاص تاریخ و تجربات سے پیوستہ ہے فرید کے خیال میں

Liberal democracy has been interwoven into the western political fabric [ص۲۳]

اس کو شکوہ ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک اور معاشروں میں جمہوریت کو لبرل ازم کے مقاصد اہداف منازل اور نتائج کے خلاف ایک آلے کے طور پر کامیابی سے استعمال کیا جارہا ہے اور جمہوریت کے نام پر جمہوری عمل کے ذریعے لبرل ازم کو فروغ دینے اور مستحکم کرنے کے بجائے لبرل سوشل آرڈر کو مسترد کیا جارہا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں بارہ سے زیادہ جمہوری ریاستیں غیر لبرل جمہوریتوں کی نمائندگی کرتی ہیں لہذا لبرل ازم کے بنیادی حق سچ خیر کے ذریعے Freedom کو امریکہ اور تمام دنیا میں تحفظ دینے کے لیے بنیادی تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے امریکی استعمار کے حلیف فرید زکریا کے افکار کا ناقدانہ جائزہ۔

☆ڈاکٹر ہنری اب مغرب اور عالم اسلام میں ایک گمنام نام ہے لیکن یہ پہلا مغربی محقق ہے جس نے اسلام کے خلاف مغربی محققین کے تعصّبات کا پردہ چاک کر دیا اور اسلام پر مغرب میں پہلی ہمدردانہ کتاب لکھی لیکن اس میں بھی بعض تاریخ اغلاط موجود ہیں۔ ڈاکٹر ہنری سٹب ۲۸ فروری ۱۶۳۱ء کو بمقام پارٹنی [Partny] نزد سپلز بی [Spilsby] لنکا شائیر [Lincoln Shire] میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ پادری تھا بعد میں وہ آئرلینڈ چلا گیا۔ اسے ٹری ڈا [Tredagh] کے مقام پر ملازمت مل گئی۔ جب آئرلینڈ میں بغاوت ہوئی تو سٹب کی ماں انگلستان بھاگ کر چلی آئی اور لندن میں سلائی کر کے اپنا اور اپنے دو بچوں کا پیٹ پالنے لگی۔ ہنری اسٹب نے ویسٹ منسٹر کے اسکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ سر ہینری وین [Sir Henry Vane] نے اس ہونہار اور ذہین بچے کی نگہداشت میں کافی دل چسپی لی اور اس کے کھانے پینے اور تعلیم کے مصارف کا بندوبست کر دیا۔ اس مہربانی کی بدولت اسٹب وظیفہ لے کر کرائسٹ چرچ کالج آکسفورڈ میں بغرض اعلیٰ تعلیم داخل ہوا یہاں سے اس نے ۱۹۵۳ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا اور پھر اسکاٹ لینڈ چلا گیا۔ خانہ جنگی میں پارلیمنٹ کی جانب سے ۱۹۵۳ء سے ۱۹۵۵ء تک شریک رہا۔ واپسی پر اس نے ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور باڈلین لائبریری میں اسسٹنٹ لائبریرین مقرر ہو گیا اور تین سال تک اس عہدہ پر کام کیا۔ سر ہینری وین کے تعلق کی بنا پر ۱۶۵۹ء میں اسے برطرف کر دیا گیا۔ اس نے اسی سال ایک رسالہ اپنے محسن کی حمایت میں بعنوان A Vindication of that Prudent and Honourable Knight لندن سے شائع کیا اور اسی سال اس نے پادریوں اور دانش گاہوں کے خلاف بھی ایک رسالہ A Light Shiring Out of Darkness کے نام سے لکھا۔

سٹب اب شیکسپیر کی زاد بوم سٹریٹ فورڈ آن ایوان میں سکونت پذیر ہو گیا اور ڈاکٹر کا پیشہ اختیار کیا ۱۶۶۰ء میں سٹب سرکاری ڈاکٹر کی حیثیت سے جمیکا [Jamaica] چلا گیا لیکن اسے وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی اور ۱۶۶۵ء میں بیمار پڑ گیا اور واپس انگلستان آنا پڑا۔ چند روز لندن اور سٹریٹ فورڈ میں قیام کے بعد اس نے بالآخر وارک [Warwick] میں سکونت اختیار کر لی اور ڈاکٹری کی پریکٹس پھر سے شروع کر دی اور جلد ہی اپنے پیشہ میں شہرت حاصل کر لی۔ ۱۲ جولائی ۱۶۷۶ء کو ایک مریض کو دیکھنے جا رہا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک ندی میں پھسل گیا اور یہ ڈوب کر مر گیا۔

ہینری سٹب ایک غیر معمولی قابلیت کا آدمی تھا۔ اس کی تصنیفی کاوشیں حیرت انگیز ہیں۔ اس نے مختلف موضوعات پر لکھا ہے۔ وہ لاطینی اور یونانی زبان پر قادر منفرد ریاضی داں اور سیاسی تاریخی اور چرچ کے معاملات میں ماہر تھا۔ وہ غیر معمولی حافظہ کا مالک تھا۔ مزید برآں وہ اعلیٰ درجہ کا ڈاکٹر بھی تھا۔ بحث و مباحثہ میں کم لوگ اس سے نبرد آزما ہونے کی ہمت

کرتے تھے۔رائل سوسائٹی سے اس کا معرکہ اپنے زمانے میں بہت مشہور رہوا۔

ڈاکٹر سٹب نے متعدد کتابیں لکھیں۔مذکورہ بالا دو رسالوں کے علاوہ اس نے ایک ولندیزی رسالہ کے جواب میں ایک رسالہ A justification of the present war against the united nethrland. ۱۶۷۲ء میں لکھا۔بعد میں اس کے دوسرے رسالہ A Further Vindication کے لیے حکومتِ برطانیہ نے دوسو پاؤنڈ کی رقم منظور کی۔۱۶۷۳ء میں اس نے Paris Gazette لکھا جس میں ڈیوک آف یارک Duke of Youk اور ماڈینا کی شہزادی [Princess of Modena] کی شادی کی مخالفت کی تھی۔اس پر اسے گرفتار کرلیا گیا۔معلوم نہیں کہ اس کی رہائی کب عمل میں آئی۔اغلب ہے کہ اس زمانہ میں اس نے طلوع وعروج اسلام Rise and Progress of Mahometanism لکھی جس کا ذکر علامہ اقبال کے مکتوب محررہ ۱۷اپریل ۱۹۳۸ء میں ہے۔

اس کتاب کا پورا نام ہے:

An Account of the Rise and Progress of Mahometanism with the life of Mahomet and a Vindication of him and his Religion from the Calumnies of the Chritians

اس کتاب کی عرصہ دراز تک عدم اشاعت ایک راز سربستہ ہے۔یہ کتاب اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی اور نہ انگریزی پریس اسے شائع کرنے کے لیے تیار تھی کیونکہ اس کی اشاعت سے عوام پر برے اثرات مرتب ہونے کا خوف تھا۔وہ برے اثرات یہ تھے کہ لوگوں کو اسلام کے محاسن معلوم ہوجاتے اور عیسائیت کے عیوب ظاہر ہوجاتے۔

یہ مخطوطہ حافظ محمود شیرانی نے اپنے قیام لندن[۱۹۰۴ء۔۱۹۲۱ء] کے دوران دریافت کیا اور ایک سیر حاصل مقدمہ کے ساتھ شائع کیا۔کتاب کی اشاعت کے لیے کافی روپیہ جمع کیا گیا۔قسطنطنیہ میں خلیل خالد بے مصنف The Crescent Versus the Cross کی مساعی جمیلہ اور ترکی کے موقر اخبارات صباح اور سیرت مستقیم کے تعاون وامداد سے کافی روپیہ اکٹھا ہوگیا اور اس طرح اس کی اشاعت ہوئی۔

اس کا مسودہ ۱۶۹ءصفحات کو محیط ہے اور حسب ذیل دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

[۱] یہودیت اور عیسائیت، [۲] مصنف کی عرضداشت، [۳] جزیرہ نمائے عرب اور سامی قوم، [۴] ولادت محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۵] مدینہ میں کردار رسول اکرم، [۶] حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غزوات محمدیہ، [۷] آنحضرت کا آخری حج، وفات وتدفین [۸] آنحضرت کی سیرت اور عیسائیوں کی بے بنیاد افسانہ طرازی [۹] قرآن اور معجزات محمد صلی اللہ علیہ وسلم [۱۰] غزوات محمدیہ اور تقاضائے انصاف۔

کتاب میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے۔جس میں اسلام کے متعلق قدیم عیسائی قصے کہانیاں اور غلط فہمیاں بیان کی گئی ہیں۔انگلستان میں اسلام کے متعلق معلومات لاطینی اور فرانسیسی مآخذوں سے حاصل ہوئی جو بالعموم من گھڑت قصے کہانیوں پر مبنی تھے۔سولہویں اور سترہویں صدی میں ان کی خاص طور پر بہت نشرواشاعت ہوئی۔جس کے نتیجہ میں عام طور پر لوگ اسلام اور اس کے نظام کی سخت تنقید و مذمت کرنے لگے۔اس پروپیگنڈہ میں عوام کے ساتھ علماء وفضلا بھی شامل تھے۔اس عام ناواقفیت کے عالم میں چند ایسی ہستیاں بھی تھیں جنھوں نے اسلام اور اس کے نظام پر ٹھنڈے دل اور سنجیدہ ذہن سے غور وفکر کیا اور اپنے طور پر حقیقت کی تلاش وجستجو کی۔ان میں ڈاکٹر سٹب کا نام ناقابلِ فراموش ہے۔اس کا بے مثال کارنامہ یہ تھا کہ اس نے انگریزی زبان میں پہلی بار اسلام پر ایک ہمدردانہ کتاب لکھی۔

ڈاکٹر سٹب نے یہودیت اور عیسائیت کی تاریخ سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔اس باب میں وہ لکھتا ہے کہ قدیم عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے تھے اور نہ ان کی پرستش کرتے تھے۔نہ ہی وہ تثلیث کے قائل تھے سٹب نے قدیم یہودیت کے مبلغین کی بھی زبردست مدافعت کی ہے اور بعد کے زمانے میں ان کو مشرک گردانے پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔تمام معلومات حاصل نہ ہونے کے باعث ڈاکٹر سٹب آنحضرت کی مکمل حیات طیبہ پیش کرنے سے قاصر رہا۔

ڈاکٹر سٹب کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا بھی تھے اور حاکم وقت بھی تھے جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام تھے۔سیاست اور تبلیغ دین دونوں ان کی زندگی سے نمایاں پہلو تھے۔مصنف موصوف عرب کے اس بے تاج بادشاہ کی آئینی فراست وہوشمندی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے مواد کی کمی کے باوجود مصنف نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کے کردار کی تصویر کشی میں مسلمانوں کی سی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے حضرت علی کی تقاریر کے اقتباسات پیش کیے ہیں جو عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کے لازوال نمونے ہیں۔اس نے قبل اسلام روایات کے بیان میں بھی اپنے عمیق اور وسیع مطالعہ کا ثبوت دیا ہے۔

مصنف موصوف نے اس غلط بیانی کی بھی تردید کی ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔وہ کہتا ہے کہ اسلام پر یہ ایک غلط بے بنیاد گمراہ کن الزام ہے جو عہد قدیم سے آج تک لگایا جاتا ہے اور یہ عیسائیوں کی سراسر فترا پردازی پر مبنی ہے وہ اسے ایک عامیانہ رائے اور ایک صریح غلط بیانی سے تعبیر کرتا ہے۔

اس تصنیف کا سب سے زیادہ مفید اور سبق آموز حصہ وہ ہے جس میں اس نے پیغمبر اسلام کے متعلق عیسائیوں کے من گھڑت قصے کہانیاں کی تار و پود بکھیر کر رکھ دی ہے اور اسلام پر تمام مروجہ اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے۔اس کے عہد تک اٹلی اور فرانس میں تو اسلام کے حامی پیدا ہو گئے تھے۔لیکن انگلستان میں ہینری سٹب پہلا شخص تھا جس نے اسلام کی حمایت میں یہ کارنامہ سرانجام دیا ہے۔یہ پہلا انگریزی مصنف تھا جس نے اسلام کے تعلق سے ان تمام مفروضوں تعصّبات اور معاندانہ خیالات وتصورات سے خالی الذہن ہو کر یہ کتاب لکھی ہے جن کے گورکھ دھندے میں اس موضوع پر لکھنے والے تمام انگریزی مصنفین پھنس گئے تھے۔اس نے حقیقت بیانی میں بے دریغ بے باکی اور دلیری سے کام لیا ہے اور مذہبی یا سیاسی مصلحت اندیشی کے زیر اثر کہیں حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی ہے۔

حافظ محمود شیرانی نے ڈاکٹر اسٹب کی غلطیوں اور فروگذاشتوں کی بھی مختصراً نشاندہی کی ہے مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ رسول اکرم کا سفر ہسپانیہ سراسر من گھڑت افسانہ ہے۔شیرانی نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے۔کہ ہمیں دور جدید کے معیار پر اس تصنیف کو نہیں جانچنا چاہیے بلکہ اس عہد کی عام دشواریوں اور مجبوریوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔آخر میں شیرانی نے سٹب کی تصنیف کو نہایت اہم اور اپنے دور کے ادب میں صحت منداضافہ بتایا ہے اور ڈاکٹر سٹب کو گبن [Gibbon] اور کارلایل [Carlyle] کا ہم پلّہ قرار دیا ہے۔

''اس کتاب کے شائع ہوتے ہی نہ صرف انگلستان بلکہ تمام انگریزی داں دنیا میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ہنگامہ بھی ایسا تھا کہ محمود شیرانی کو جھوٹا بتایا گیا۔بعض اخباروں نے غیر ذمہ دارانہ طور پر یہ بھی لکھ دیا کہ ڈاکٹر ہینری سٹب کوئی شخص ہی نہ تھا۔ یہ کتاب محمود شیرانی کی تالیف ہے اور انھوں نے یہ فرضی نام رکھ لیا ہے۔مولانا اس سے پریشان نہ ہوئے بلکہ انگریزی پریس کی اس زہر افشانی کو اپنے لیے فالِ نیک سمجھا اور اس کے بعد ایک مختصر سی کتاب اس کتاب کے تعارف کے طور پر لکھی۔



Ainda Shomraron main

ہنری اسٹب کی کتاب کا پہلی مرتبہ مکمل اردو ترجمہ جس کے ذریعے علامہ زاہد الراشدی جیسے علماء کو احساس ہو سکے گا کہ رسول اللہؐ پر تنقید کی آزادی دینے کی جسارت کا کیا مطلب ہے اور مغرب میں حضورؐ کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ لکھا گیا حتی کہ ان کے علماء بھی اسلام اور اہل عرب سے قطعاً ناواقف تھے مولانا زاہد الراشدی رسول اللہ کا اس قدر بھی دفاع نہ کر سکے جس قدر دفاع ایک پادری کے بیٹے ہنری اسٹب نے کیا اسی لئے اسلام کسی کا محتاج نہیں

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

..................................

اے شاد دامنِ توبدانگونہ گل فشاند — صحنِ چمن مثالِ کتاب مصورا است
معموریٔ ریاض کمالِ تو این قدر — یک برگِ غنچہ ات بہ گلستان برابراست
تا بر تو حق ز فیضِ نبوت شد آشکار — کارت ز صاحبان سلاسل نکو تراست
فرمان مصطفیٰ است کہ من قال لا الہ — از اہل جنت است و علی الرغم بو ذر است

ترجمہ:

اے شاد تیرے دامن نے اس طرح پھول برسائے کہ صحن چمن باتصویر کتاب کی طرح ہو گیا ہے تیرا ریاض کمال اتنا آباد ہے کہ تیری کلی کی ایک پتی گلستاں کے برابر ہے رسول اللہ کا فرمان ہے کہ جس نے لا الہ کہا وہ اہل جنت میں سے ہے چاہے ابوذر غفاری اسے پسند نہ کریں۔[اقبال نے یہ اشعار شاد کی تسکین کے لیے لکھے جنھیں کسی نے مشرک کہہ دیا تھا اس کے جواب میں پرشاد نے فارسی نظم لکھی اس پر اقبال سے تقریظ لکھنے کی درخواست کی۔ یہ اشعار اس تقریظ کے ہیں اقبال نے پرشاد کو اسلام کی خلعت فاخرہ عطا فرمادی اور توحید کے اثبات کی بنیاد پر انھیں مومن قرار دیا لیکن اقبال کو قرآن کی آیات جو نساء اور مائدہ میں درج ہیں یاد نہ رہیں کہ تمام انبیاء پر ایمان لائے بغیر ایمان معتبر نہیں ہے اور رسالت مآب کی آمد کے بعد توحید کی معرفت رسالت محمدی کے بغیر ممکن نہیں الا یہ کہ کسی کے پاس پیغام رسالت ہی نہ پہنچا ہوا سلام میں وحدت ادیان کا کوئی تصور نہیں حقیقت صرف ایک ہے وہ ذات الٰہی ہے جس کا علم اور فیض ذات رسالت اور اب رسالت محمدی پر ایمان کے بغیر ممکن نہیں اور تمام انبیاء سابقہ پر ایمان کے بغیر بھی توحید کفایت نہیں کر سکتی۔ اقبال کیا وحدت ادیان کے قائل تھے ایک جائزہ۔

☆ علماء کرام نے اکثر ملا نصر الدین کا ذکر مغربی جمہوریت کے سلسلہ میں کیا ہے۔ ملا خچر پر بیٹھے کہیں جا رہے تھے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے جہاں یہ خچر لے جائے۔ مغربی جمہوریت ملا نصر الدین کا خچر ہے۔ اکثریت معاشرے کو جہاں چاہے لے جائے۔ کوئی اسے روکنے یا ٹوکنے والا نہیں ہوتا۔ معاشرہ ہی خدا ہے جمہور [عوام] ہی الوہیت کے مقام پر فائز ہے، خدا یعنی جمہور یعنی پارلیمنٹ جو چاہے فیصلہ کرے اور جب چاہے اپنے سابقہ فیصلے کو منسوخ کر دے، عہد حاضر میں پارلیمنٹ اور دستور نے خدا اور الکتاب کی جگہ لے لی ہے، علماء کی یہ تنقید جدیدیت پسند اسلامی مفکرین کی سمجھ میں نہیں آتی، گزشتہ تین برسوں میں پرویز مشرف کی زیر صدارت دستور آئین اور پارلیمنٹ نے جو فیصلے کیے ہیں وہ اسلام پسندوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں، لیکن وہ آج بھی دستوریت اور جمہوریت کی رٹ لگائے ہوئے ہیں اور دستور و آئین کی حرمت کی دہائی دے رہے ہیں، ان نادانوں کو دستوریت اور مغربی جمہوریت کی مابعد الطبیعیات کا علم ہی نہیں، اس مابعد الطبیعیات میں بنیادی حقوق کے منافی کوئی دستور نہیں بن سکتا۔ بنیادی حقوق یعنی



Ainda Shomraron main

نظریہ الوہیت انسانی مغرب کے دستوریت کی ایمانیات، الٰہیات اور مابعد الطبیعیات ہے۔ اس کے منافی کوئی قانون، نظریہ، اصول نہیں بنایا جاسکتا اور ہر دستور خواہ اسلامی ہی کیوں نہ ہو، بنیادی حقوق کے فروغ کی خاطر کسی بھی لمحے روندا جاسکتا ہے۔ افسوس پروفیسر خورشید اور قاضی حسین احمد ابھی تک یہ بات سمجھ نہیں سکے اگر سمجھ لیتے تو آئینی جدوجہد کے دھندلکے سے تائب ہوجاتے، مغربی دستوریت وجمہوریت امثال حاضرہ کی روشنی میں۔

☆ اسلام نے خطابت کو نہ صرف دین کا مددگار قرار دیا ہے بلکہ اس کو مذہب کے ایک اہم ترین رکن اور جزو کے برابر درجہ بھی دیا ہے۔ نمازوں میں جمعہ کی نماز کو خاص فضیلیت حاصل ہے۔ یہ اگرچہ ظہر کی نماز ہے مگر چار کے بجائے صرف دو رکعت نماز ہوتی ہے۔ باقی دو رکعت کی چھوٹ اس شرط پر دی گئی ہے کہ نمازی ان کے بجائے دو عدد تقریریں سنے۔ خطبہ جمعہ کے دو حصے ہوتے ہیں اور ہر حصے کو ایک رکعت نماز کا متبادل ٹھہرایا ہے۔ خطبہ نماز کا حصہ بھی ہے اور رکعتوں کا ہم پایہ بھی۔ خطاب کے دو حصے اس لیے ہوتے ہیں کہ ایک میں حمد وثنا اور تقدیس الٰہی بیان ہو اور دوسرے حصے میں لوگوں کے مسائل بیان کیے جائیں۔ جس طرح مختلف حکومتوں، ملکوں اور اداروں کے نمائندے اور وکیل ہوتے ہیں جو ان کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں اسی طرح خطیب اور اہل منبر اسلام کے Spokesman ہوتے ہیں۔ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ وقت کے اہم مسائل پر روشنی ڈالیں۔ گرداگرد جو کچھ ہو رہا ہے اس کا جائزہ پیش کریں۔ فلسطین کے مہاجرین کس حال میں ہیں۔ اسرائیل عالم اسلام کے لیے کتنا بڑا خطرہ ہے۔ کشمیر کے مسلمان کس صورت حال سے دوچار ہیں۔ خطبہ جمعہ کے سلسلے میں مارکسی مفکر ڈاکٹر علی شریعتی کے اس فلسفے کا جائزہ، محاکمہ۔

☆ خطابت کی ایک قسم وعظ کہلاتی ہے۔ جس خطاب سے دلوں کی قساوت اور سختی کو نرمی اور رقت میں تبدیل کیا جائے، لوگوں کو گناہوں سے خوف دلایا جائے اور نیکی کی ترغیب دی جائے وہ وعظ ہوتا ہے۔ بعض اوقات واعظ بے سروپا باتیں کرتے ہیں تاکہ لوگوں سے واہ واہ اور شاباش وصول کریں حالانکہ جہالت سے فائدہ اٹھانا جہالت کی حمایت کرنے کے برابر ہے۔ عہد حاضر میں وعظ کیوں ختم ہو رہے ہیں اور خطابت کیوں بڑھ رہی ہے؟ وعظ اور خطابت کا تاریخی موازانہ اور دونوں کے عوام الناس خصوصاً برعظیم پاک وہند کے لوگوں پر اثرات کا جائزہ۔

☆ معاشرہ ایک کاروان ہے۔ اسے راہنمائی کی ضرورت ہے۔ رہنمائی کا تقاضا یہ ہے کہ جب کوئی راہ دریافت کرے تو اسے راستے کا صحیح نشان اور پتہ بتایا جائے۔ راہنمائی یہ نہیں ہے کہ ہر جگہ صرف حرام حرام کی رٹ لگائی جائے۔ یہ کام نہ کرو اور وہ کام نہ کرو۔ یہ ممنوع ہے اور وہ بھی ممنوع۔ یہ راہ بند ہے اور وہ راہ بند ہے۔ واعظ کا بس چلے تو تمام راستے بند ہوجائیں۔ حرکت کو روک رکاؤ کہاں کی ہدایت ٹھہری۔ مسٹر واعظ اگر Mr. Brake بن کر رہ جائیں تو موٹر کار کیسے چلے گی۔ روحانیت جو عوام زدہ ہو، مصلحت کوش ہو اور شہرت کی تلاش میں ہو اس کے پاس اس کے علاوہ اور کیا چارہ ہے کہ خاموشی کو منطق پر، سکون کو حرکت پر، انکار کو اقرار پر اور افسانہ طرازی کو سچ بولنے پر ترجیح دے۔ ملک الشعرا بہار کا ایک مصرع ہے کہ کارِ اسلام زغوغائے عوام است تمام۔ لوگوں کی ہنگامہ پسندی اور فتنہ گری نے اسلام کا کام تمام کردیا ہے۔ اسلام کے خلاف جدیدیت پسندوں کے ان عامیانہ دلائل کے حسن وقبح کا پہلا مکمل جائزہ اور تنقید۔

☆ ایرانی جدیدیت پسند فریضہ علم کی بحث میں یہ نکتہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فرض ہر جہت سے مسلم معاشرے کی ضرورت کے تابع ہے۔ دین اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مسلمانوں پر کافروں کا تسلط ہو۔ چونکہ اس غلامی اور تسلط کو علم کے بغیر دور نہیں کیا جاسکتا لہٰذا ہر وہ علم جو مسلمانوں کے لیے مفید ہو اور ان کے اجتماعی مسائل حل کرے وہی علم فریضہ دینی ہے۔ علم دینی اور غیر دینی کی تفریق درست نہیں۔ اس طرح علم محدود ہوجاتا ہے۔ لوگوں کی ضرورت کے لیے ناکافی ہوتا ہے۔

صرف ونحو اور لغت کے علاوہ بے شمار علوم دین ہیں جس سے معاشرہ مستحکم اور خوشحال ہوتا ہے۔ انھیں غیر دینی قرار دینے والے مقابلہ سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ دنیائے اسلام کو غیروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ایرانی جدت پسندوں کے افکار کا ناقدانہ جائزہ۔

☆ ایران یورپ و امریکہ کے مسلم جدیدیت پسند مفکرین کا خیال ہے کہ مسلمانوں میں کسی نئے پیغمبر کا ظہور کا سوال اتنا ہی قابل اعتراض ہے جتنا خدا کی وحدت کا انکار۔ ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان پر زوال آ گیا ہے اور اب انسانیت اس لائق نہیں رہی کہ وہ عالم غیب کے ساتھ براہ راست تعلق قائم کر سکے۔ اور نہ یہ مطلب ہے کہ انسان اب پیام الٰہی اور ہدایت خداوندی سے بے نیاز ہو گیا ہے۔ خاتمیت کی وجہ یہ ہے کہ انسانی معاشرہ بالغ ہو گیا ہے۔ اپنے دینی ورثے کی حفاظت ہی نہیں بلکہ اس کی تعلیم و تفسیر کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ختم نبوت اس بات کی بشارت ہے کہ انسان اور معاشرہ درجہ کمال تک پہنچ گیا ہے۔ ہر آنے والے دور میں سوچ اور فکر کا سرمایہ پرانے عہد کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا جائے گا۔ فکر کی میراث کے عہد بہ عہد اضافے کی روشنی میں لوگ قرآن مجید میں ایک نیا جہان معنی دریافت کرتے رہیں گے۔ اس دریافت کو اجتہاد کہتے ہیں۔ یہ دریافت اور اجتہاد خاتمیت کا راز بزرگ ہے۔ مخلص جدیدیت پسند مسلم مفکرین کے یہ دلائل خطبات اقبال کے سرقے پر مشتمل ہیں اور نہایت لغو و بے بنیاد ہیں اور کسی نوع کی تاریخی اساس نہیں رکھتے، یہ کہنا کہ ذات رسالت مآبؐ کے عہد میں انسانی معاشرہ بالغ ہو گیا، تمام انبیائے سابقین کی تنقیص ہے گویا ان کے معاشرے نابالغ تھے اور نعوذ باللہ انبیاء کا فکر و پیغام بھی بلوغت کی منزل تک نہیں پہنچا تھا۔ یہ انتہائی احمقانہ خیال ہے کہ انسان اور معاشرہ پندرہ سو برس پہلے اچانک خود بخود درجہ کمال کو پہنچ گیا لہٰذا اس کمال کے باعث اللہ تعالیٰ مجبور ہو گیا۔ نعوذ باللہ کہ وہ فوراً آخری کتاب اور آخری رسول کو نازل فرما کر خاتمیت نبوت کو ممکن بنا دے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت و کمال کو انسانی معاشرے کے درجہ کمال اور بلوغیت سے مشروط کرنا جدیدیت پسندوں کا خاصہ ہے۔ یہ نادان جدیدیت پسند اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے کہ پچھلے نابالغ معاشروں میں افلاطون ارسطو اور سقراط وغیرہ کیسے پیدا ہو گئے جن کے بارے میں مغرب کے بڑے فلسفی وہائٹ ہیڈ کا کہنا ہے کہ جدید مغربی فلسفہ پلیٹو کے فلسفے کے فٹ نوٹ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ Westren Philosophy is a foot note to Plato اگر آج کا جدید مغربی معاشرہ بلوغت کے اعلیٰ مدارج طے کر چکا ہے تو وہ ڈھائی ہزار سال پرانے نابالغ معاشرے اور نابالغ علم کے پروردہ پلیٹو کے فٹ نوٹ سے زیادہ فلسفہ کیوں تخلیق نہ کر سکا۔ اس کا مطلب تو یہی ہے کہ قدیم معاشرے بالغ نظر تھے، جدید معاشرے نابالغ اور اجہل ہیں، اسی لیے اہرام مصر کے کمالات آج تک جدید مغربی ماہرین کی سمجھ میں نہیں آ سکے، وہ بار بار یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اس زمانے میں نہ ڈمپر تھے نہ لوڈر نہ کرین تھی نہ جہاز نہ ٹرالر تھے نہ ٹرین پھر یہ ہزاروں من وزنی پتھر کاٹے کیسے گئے، لائے کیسے گئے، اٹھائے کیسے گئے، لگائے کیسے گئے، جس مغرب کا یہ حال ہے کہ وہ آج تک یہ معلوم نہیں کر سکا کہ اہرام مصر کے لیے چونا، گارا، پتھر کہاں سے کیسے لایا گیا اس مغرب کے حلیف مسلم فلسفی یہ دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں کہ صرف پندرہ سو برس پہلے دنیا کے تمام انسان یک بیک، یک لخت، اچانک بالغ ہو گئے تھے، لہٰذا خاتمیت نبوت کا فیصلہ کر دیا گیا، جدیدیت پسندوں کی بچکانہ دلیل کا تاریخ کے تناظر میں جائزہ۔

☆ لغت کی رو سے انقلاب کے معنی یہ ہیں کہ چہرہ اس طرف ہو جائے جدھر پشت تھی اور پشت ادھر ہو جائے جدھر چہرہ تھا۔ قرآن مجید میں انقلاب انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اپنی ایڑیوں پر پھر جانا یا اصل کی طرف لوٹ جانا ایک انقلاب ہوتا ہے۔ فلسفہ کی رو سے کسی شے کی ماہیت کے بدل جانے کو انقلاب کہتے ہیں۔ معاشروں کو جرابوں کی طرح

الٹا دینا ایک انقلابی عمل ہے۔لیکن انقلاب اب ایک معروف اصطلاح ہے اور یہ اصطلاح آج کی دینی تحریکوں کی مقبول اصطلاح ہے۔معاشرے کی ہر اس بڑی تبدیلی کو جس میں ایک فرسودہ صورت حال آناً فاناً بالکل برعکس تازہ اور توانا صورت حال میں تبدیل ہو جائے انقلاب یا ثورہ یا Revolution کہتے ہیں۔اس وقت دنیا کو اسلامی انقلاب کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا کے بیشتر اسلامی ممالک مغربی جدیدیت اور مغربی فکر و فلسفے کے قائم کردہ اداروں اور افکار پر ایمان لا چکے ہیں اور مغرب کے کفر کو اپنے اپنے طور پر اسلامیانے اور فلسفہ، مغرب کو جامۂ اسلامی پہنانے کی تگ و تاز مسلسل میں مصروف ہیں۔ایران کے آیت اللہ مطہری، ڈاکٹر علی شریعتی سے لے کر پاکستان کے جاوید غامدی، زاہد الراشدی، تقی عثمانی، محمود غازی، ڈاکٹر منظور احمد، رشید جالندھری، ڈاکٹر خالد مسعود، قطر کے شیخ یوسف قرضاوی ہندوستان کے وحیدالدین خان، جماعت اسلامی ہند کے ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسرار عالم سب مغرب کے افکار فلسفے اور اسلوب کو عین اسلامی سمجھ کر مغرب کی اسلام کاری میں مصروف ہیں، کیا عالم اسلام کو انقلاب کی ضرورت ہے۔اگر ہے تو مغربیت جدیدیت سے چھٹکارے کے بغیر انقلاب کیسے برپا ہوا؟ انقلاب کا راستہ کیا ہے ایک جائزہ۔

☆ مختار مسعود کے خیال میں بابک خرمؔ کی تحریک شروع سے ہی قابل نفرت تھی۔شعوبیہ نے صحیح خطوط پر کام شروع کیا مگر کچھ دور چل کر راہ گم کر دی۔غزالی کی تحریک فکری مگر اجتماعی تھی۔سربداریاں تحریک عارضی نوعیت کی تھی۔یہ فقط حکام وقت کے خلاف تھی۔اخوان الصفا فکری اور اجتماعی تحریک ہے۔بعض تحریکیں جدیدیت کے خلاف ردعمل کے طور پر پیدا ہوئیں۔مثلاً چوتھی صدی ہجری کی اشعری تحریک، دسویں صدی کی شیعہ اخباری تحریک اور بارہویں صدی کی وہابی تحریک۔نیز اپنی کتاب لوح ایام میں مختار مسعود نے ایرانی جدیدیت پسند مسلم مفکرین خصوصاً آیت اللہ مطہری اور مارکسی مفکر علی شریعتی سے متاثر ہو کر جدیدیت پسند افکار کو اپنے خاص اسلوب میں بیان کر کے مارکسی افکار کی بالواسطہ تائید کی ہے۔اس تناظر میں ممتاز مسعود کی کتاب کا ناقدانہ جائزہ۔

☆ استاد مطہری کے خیال میں سرسید بھی مصلح تھے۔افغانی کے ہم عصر تھے مگر ہم خیال نہ تھے۔جمال الدین افغانی کے بعد ان کے نامور شاگرد شیخ محمد عبدہ کی باری آتی ہے۔اس کے بعد شیخ عبدالرحمان کوبی کا نام آتا ہے۔دنیائے عرب میں اور کئی اصلاح طلب رہنما پیدا ہوئے۔عبدالحمید بن بادیس، طاہر الزہراوی، عبدالقادر مغربی، جمال الدین کاظمی، محمد بشیر ابراہیمی۔غیر عرب مسلم ممالک میں کئی مصلح پیدا ہوئے جن میں اقبال بلاشبہ ایک بہت بڑا نام ہے۔مطہری کہتے ہیں کہ تمام خوبیوں کے باوجود اقبال میں دو چیزوں کی کمی پائی جاتی ہے۔ایک یہ کہ فلسفہ اسلامی پر انھیں مکمل عبور حاصل نہیں۔دوسرا یہ کہ انھوں نے عالم اسلام کو سید جمال الدین کی طرح خود گھوم پھر کر نہیں دیکھا۔اس لیے اسلامی ممالک کی بعض شخصیات اور تحریکوں کو سمجھنے میں انھیں غلطی لگی ہے۔اس نے حجاز کی وہابی تحریک ایران کی بہائی تحریک اور اتاترک کی جدوجہد کو اصلاحی اور اسلامی قرار دیا ہے اور گھڑ سواری کے فل بوٹ پہننے والے غاصب اور جابر مسلمان حکمرانوں کی تعریف میں شعر بھی کہے ہیں۔سرسید، جمال الدین افغانی اور اقبال کے بارے میں مطہری کے نامکمل اور غیر معتبر افکار کا پہلا جائزہ۔

☆ ایران کے مفکر محترم استاد مطہری کی کتاب نہضتہای اسلامی درصد سالہ اخیر کے مطابق روحانیت شیعہ نے کئی اصلاحی تحریکوں میں عملی حصہ لیا ہے۔تمبا کو تحریک، مشروطہ تحریک، عراق میں انگلستان کے تسلط کے خلاف تحریک اور وہ انقلابی تحریک جو ان دنوں ایران میں چل رہی ہے۔یہ ساری کی ساری شیعہ علماء کی رہبری میں پروان چڑھی ہیں۔جہان تسنن میں علماء اصلاح اور جنگ کی باتیں تو بہت کرتے رہے مگر عملی حصہ اس طرح نہیں لیا جیسا شیعہ علماء نے لیا ہے۔

دراصل روحانیت سنی ایک وابستہ روحانیت ہے۔ وہ اس طاقت کے خلاف کسی تحریک میں حصہ نہیں لے سکتی جس سے وہ وابستہ ہے۔ اس کے برخلاف روحانیت شیعہ ایک ایسا ادارہ ہے جو براہ راست عوام سے قوت حاصل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ علماء نے زورمندان تاریخ سے کئی مرتبہ مقابلہ کیا ہے۔ اسلام بالخصوص شیعہ اسلام حرکت، انقلاب، خون، آزادی، جہاد اور شہادت کا مذہب ہے۔ استاد مطہری کے خیالات تاریخ کی میزان میں ...... عالم اسلام کی انقلابی تحریکوں اور جہادی تنظیمات کا جائزہ اور تاریخ تحقیق کی روشنی میں محاکمہ۔

☆ مختار مسعود کی شہادت کے مطابق ایرانی عالم پاکستان کے سرکاری دورے سے واپس آئے۔ تہران میں مختار مسعود کی ان سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے حیرت کا مقام ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل جو آئین کے تحت قائم ہونے والا ادارہ ہے اس کے چیئرمین کو عربی نہیں آتی۔ میں نے عربی میں سوال کیا اور وہ انگریزی میں عذرخواہی کرنے لگے۔ حد تو یہ ہے کہ میں نے شیعہ دینی مدارس میں علماء سے عربی میں سوال کیا۔ جواب اردو میں ملا۔ ایرانی عالم کے بیان کی روشنی میں اسلامی نظریاتی کونسل کے تمام صدور کی عربی دانی اور علمی مقام کا تنقیدی و تحقیقی محاکمہ اور اس الزام کا جائزہ کہ مدارس عربیہ کے اساتذہ عربی میں جواب نہیں دے سکتے، کیا ایرانی عالم کے اس مشاہدے کا اطلاق پاکستان کے تمام دینی مدارس کے اساتذہ پر کیا جاسکتا ہے؟

☆ ہم اس شاعر کی تلاش میں ہیں جس نے پہلوی دور کے جور و جفا اور ساواک کے ظلم وستم کی بہترین نقش گری کی ہو۔ سہراب سپہری۔ نہیں۔ وہ صوفیانہ شاعری کا نمائندہ ہے۔ صوفیا ملامت اور مشقت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ فروغ فرخ زاد۔ نہیں وہ بھی نہیں۔ وہ شبستان میں صرف کیے ہوئے لمحات کا راز فاش کرنے میں منہمک ہے۔ یہ خاتون شاعرہ پہلے کپڑے تو پہن لے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں گے۔ احمد شاملو۔ بے شک یہ مزاحمتی ادب کی بڑی توانا آواز ہے۔ محروم لوگوں کا ذکر کرتا ہے۔ انسان دوست ہے۔ امید صبح کا شاعر ہے۔ غم، درد، اذیت اور فرد کا شاعر نہیں۔ خسرو گل سرخی۔ شاید یہی وہ شاعر ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ شعر لکھنے کی پاداش میں گرفتار ہوا۔ جیل کاٹی۔ پھانسی چڑھا۔ لیکن وہ اپنی پھانسی کے تجربے کے بارے میں لکھنے کے لیے زندہ نہ رہا۔ دوسروں نے اس پر بہت لکھا اور خوب لکھا۔ گلسرخی کے مرثیے کے حوالہ سے میں بالآخر اپنی تلاش میں کامیاب ہوا۔ زنداں میں بسر کی ہوئی زندگی کی تلخی اور شکنجہ گری کی اذیت کی جو شدت میں نے ایک غیر معروف شاعر کے کلام میں پائی وہ اور کہیں نظر نہ آئی۔ رضا براہنی کا نام اور کلام مجھے کسی انتخاب میں نظر نہیں آیا۔ رضا براہنی نے ظلم سہے قتل ہوا، لیکن اس کا ذکر ایران میں کیوں نہیں ہوتا؟ اس کے شعر سنسر ہوئے، مسودہ ناقابل اشاعت ٹھہرا، کتاب جلائی گئی، رضا شاہ پہلوی کے خلاف سب سے توانا آواز اس کی تھی لیکن انقلاب کے بعد اس کا ذکر نہیں آتا۔ شعرِنو کے کسی تذکرے میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کے باوجود رضا کو پہلوی دور کے شعر ہای زنداں کا نمائندہ شاعر سمجھا جاتا ہے۔ اسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہد کتنا وحشت ناک تھا۔ وہ دور کتنا بے اماں تھا۔ وہ برف باری کتنی شدید تھی۔ رضا براہنی کو شعر ہائے زنداں کا نمائندہ شاعر ہونے کے باوجود ایران میں شعرِنو کے کسی تذکرے میں اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا؟ ایک اہم تحقیقی جائزہ۔

☆ ڈپٹی نذیر احمد کی عربی دانی اور عربی ادب وشاعری میں مہارت سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ علامہ میمن نے ڈپٹی نذیر احمد سے دیوانِ حماسہ، دیوانِ متنبّی، مقاماتِ حریری اور سقط الزند پڑھیں۔ یہ تمام عربی ادب کی اونچے درجے کی کتب ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد کے مکان کے دو حصے تھے۔ زیریں منزل میں تو ادھر ادھر کتابوں کے ڈھیر پڑے رہتے تھے جو وہ خود چھپواتے رہتے تھے اور بالا خانے میں وہ گاؤ تکیہ لگائے لیٹے رہتے تھے اور حقہ سامنے رہتا تھا اور وہاں جو طالب علم پہنچتے



Ainda Shomraron main

تھے، ان کو بھی پڑھا دیتے تھے۔ صاحب نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے ماہانہ کھانے پر کوئی پندرہ روپیہ لگتے تھے اور پانچ سات روپیہ حقہ بھرنے والے نوکر کو دے دیا کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ڈپٹی نذیر احمد سود پر پیسہ کیوں دیتے تھے؟ جدیدیت پسند مولویوں میں وہ پہلے مولوی ہیں جو سود کا لین دین کرتے تھے ورنہ سرسید سے لے کر جعفر شاہ پھلواری تک تمام جدیدیت پسند دوسروں کو سود کے لین دین کی اجازت دیتے ہیں خود اس کاروبار میں ملوث نہیں ہوتے۔ نذیر احمد نے اپنی زندگی میں پیسہ بہت کمایا تھا۔ ایک وقت ان کی تنخواہ اٹھارہ سو روپیہ تک پہنچ چکی تھی۔ پہلے وہ گورکھپور ''محکمہ بندوبست'' میں کام کرتے تھے، جب لارڈ کرزن آیا تو انھوں نے اس کی تعریف میں ایک چھوٹا قصیدہ لکھا جس کی وجہ سے فوراً ان کی تنخواہ تین سو سے چھ سو روپے کر دی گئی۔ اس قصیدے کے چند شعر:

ولی عمل بالبند وبست و محنة　　　اکابدها بالصبر منذ شان

فهذا بلائی وامتقعت تلونا　　　وهذا مشیبی ثبت قبل اوان

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ڈپٹی نذیر احمد سرسید کے خلاف ناول ابن الوقت لکھتے ہیں لیکن سود پر پیسہ دیتے ہیں، آج کل تعلیمی اداروں میں این جی اوز کے فنڈ سے شائع کردہ اردو کتابوں میں مولوی ڈپٹی نذیر احمد کے ذریعے سود کو حلال ٹھہرانے کے اسباق بچوں کو دیے جا رہے ہیں۔

اس بات کی تحقیق کہ تمام جدیدیت پسند مولوی یا مفکر دنیادار، دنیا پرست زر کے بندے اور استعماری طاقتوں کے حاشیہ نشین کیوں ہوتے ہیں؟ ان کی تنخواہیں اور مراعات میں اضافے سے استعمار کو کیوں دلچسپی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر منظور احمد انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اور عثمان انسٹی ٹیوٹ سے بیک وقت مالی فوائد اٹھا رہے ہیں جو سرکاری قواعد کی سنگین خلاف ورزی ہے لیکن حکومت غض بصر سے کام لیتی ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد سے منظور احمد تک استعماری کارندوں کے مفادات کی تاریخ۔

☆ دھوتی زیادہ آرام دہ اور ہوادار لباس ہے یا پاجامہ اس سوال پر علامہ عبدالعزیز میمن نے کہا کہ دھوتی زیادہ ہوادار لباس ہے۔ انھوں نے میسون بنت بہدل [حضرت امیر معاویہؓ کی اعرابی اہلیہ محترمہ جو حضرت معاویہؓ کے گھر میں اپنے بادیہ نشینوں کے ہوادار گھروں کو یاد فرماتی تھیں] کا مندرجہ ذیل شعر پڑھ کر کہا کہ یہ میسون بنت بہدل کے اس گھر کی مانند ہے جس میں ہوائیں چلتی رہتی ہیں:

لبیت تخفق الاریاح فیه
احبّ الی من قصر منیف''

دنیا بھر میں معروف و متروک لباسوں کا پہلا تقابلی مطالعہ۔ مذہبی، تہذیبوں اور غیر مذہبی تہذیبوں کے مابین لباس، عمارات، طرز تعمیر، طرز خور و نوش کا تقابلی مطالعہ۔

☆ مستشرقین کے بارے میں علامہ میمن بڑی سخت رائے رکھتے تھے۔ وہ نہ صرف ان کی اغلاط، ان کے حربوں سے واقف تھے بلکہ اپنے تلامذہ کے آگے ان کی اغلاط کا ذکر بھی کرتے تھے۔ لہٰذا ان کے تلامذہ کے دل سے مستشرقین کا علمی رعب دور ہو گیا۔ پی ایچ ڈی [ڈاکٹریٹ] کی ڈگری رکھنے والوں کے بارے میں از راہِ مذاق علامہ اقبال کا مصرع ذرا تبدیل کر کے پڑھتے:

اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام پی ایچ ڈی

نیز عموماً وہ یہ بھی فرماتے

دکتور دکاترہ خرؔ و خچاچرہ

ایک مرتبہ انھوں نے کہا:



Ainda Shomraron main

''جرمن مستشرق فلوگل نے عربی ادب کی تاریخ لکھی ہے۔ ساری عمر اس کو یہ بات معلوم نہ ہوسکی مشہور عربی شاعرہ کا خنساء[خائے مخذ] ہے حنساء[حائے حطی] نہیں ہے۔ فرمایا: پروفیسر نکلسن نے اقبال کی مثنوی اسرار ورموز کا انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ ایک مقام پر اقبال کا مصرعہ ہے

چوں طفلے ز نے مرکب کند

[بچے ٹانگوں کے درمیان لکڑی ڈال کر گھوڑا بنا کر کھیلتے ہیں]

اقبال کا اشارہ اسی طرف ہے[انگریزی ادب میں بھی Wooden Horse کا تصور موجود ہے]مگر نکلسن نے ''زنے مرکب کند'' پڑھا اور بڑا گندہ مفہوم لیا۔ وہ نکلسن کو ہمیشہ یکے از نچاچران انگلستان کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ پروفیسر براؤن کے متعلق کہتے تھے کہ اس کو عربی کی ''ع'' بھی نہیں آتی۔ مارگولیتھ کو''مارگولی'' کہتے تھے۔ ڈاکٹر طہٰ حسین کو بھی سخت وسست کہتے تھے۔ اسلام کے دشمن اور ملاحدہ سے انھیں سخت نفرت تھی''۔ مستشرقین یا نچاچران انگلستان کے بارے میں پروفیسر علامہ عبدالعزیز میمن کی تحقیقات اور تبصروں کا خلاصہ۔

☆علامہ عبدالعزیز میمن کا بیان ہے کہ وہ قاہرہ کی گلیوں میں عبدالرحمٰن عزام بے سیکرٹری جنرل عرب لیگ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ چند لڑکوں نے ان کے اوپر کنکریاں پھینکیں، انھیں بڑا ناگوار گزرا مگر عبدالرحمٰن کھلکھلا کر ہنس پڑے، انھیں بھی حیرت ہوئی۔ انھوں نے بتایا کہ آپ کے سر پر ترکی ٹوپی ہے، آپ کے چہرہ پر داڑھی ہے، اس لیے یہ عرب بچے آپ کو یہودی سمجھ رہے ہیں۔ میں نے کہا: ہندوستان کے علماء تو یوں ناراض ہیں کہ یک مشت چار انگل سے ڈاڑھی کم ہے اور یہاں کے بچے لمبی ڈاڑھی کی وجہ سے یہودی سمجھ رہے ہیں، عجب معاملہ ہے۔ عرب علماء بہت چھوٹی ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ میں جب تک قاہرہ میں رہا، جمعہ نئی مسجد میں پڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک مسجد میں گیا، وہاں امام خطبہ دے رہا تھا، ننگی تلوار ہاتھ میں تھی، وہ کہتا تھا کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی مخالفت کرے گا، میں اس کا سر قلم کردوں گا اور لطف کی بات یہ کہ اس کی ڈاڑھی صاف تھی''۔ علامہ میمن کے بیان کی روشنی میں عہد حاضر کے جدیدیت پسند مفکرین وحیدالدین خان، جاوید غامدی، ڈاکٹر جاوید اقبال، ڈاکٹر منظور احمد، قیصر عالم، رشید جالندھری کے افکار کا جائزہ جو تلوار ہاتھ میں لے کر کہتے ہیں کہ اس مولوی کا سر قلم کردیں گے جو مشرق ومغرب کے ملاپ میں حائل ہونے کی کوشش کرے گا۔

☆محمد مصطفیٰ اعظمی کی معرکۃ الآراء کتاب Studies in Early Hadith Literature [1978] کی تلخیص وترجمہ جس میں اعظمی صاحب نے ادب حدیث پر تحقیق کے ساتھ بعض ابتدائی ماخذات سے استدلال کرتے ہوئے بتایا ہے کہ عہد رسالت مآب سے استفادہ کرتے ہوئے مدینہ میں مدارس کس طرح قائم کیے گئے جہاں لکھنے اور پڑھنے کا مکمل انتظام کیا گیا تھا۔

☆دنیا کی تاریخ میں کبھی کسی تہذیب وتمدن نے اس قدر کوڑا کرکٹ پیدا نہیں کیا جس قدر کوڑا کرکٹ جدید سائنس وٹیکنالوجی کے ذریعے آسائش، آسانیاں، عیش وعشرت، سہولت، وقت کی بچت کے نام پر گزشتہ پچاس برسوں میں پیدا کیا گیا ہے۔ دنیا کی سترہ تہذیبوں کے مطالعے سے مطالعہ ہوتا ہے کہ ان تہذیبوں کے ایک شہر کے کوڑے کی مقدار عصر حاضر کے شہروں کے صرف ایک پلازہ سے بھی کم ہوتی تھیں جو تہذیب زیادہ صرف [Consume] کرتی ہے اور خراج معاشرے [Consumer Society] کو ترقی، کامیابی، عظمت وعروج کا پیمانہ سمجھتی ہے۔ وہ تہذیب کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں ہی دفن ہوجاتی ہے۔ ایک تازہ ترین تحقیق کے مطابق دنیا کی تین بڑی تہذیبیں بہت زیادہ خراج معاشرہ [best consumer society] بننے کے بعد فنا ہوگئیں، بلکہ اللہ رب العزت نے انھیں فنا کردیا تاکہ یہ آنے والی نسلوں کو ملنے والے ممکنہ ومیسر

آنے والے وسائل ان نسلوں کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ختم نہ کردیں۔ اللہ رب العزت جس فطری طریقے اور رفتار سے وسائل پیدا فرماتے ہیں اگر ان وسائل کو اسی فطری رفتار سے استعمال کیا جائے تو آئندہ آنے والی نسلیں ان وسائل میں حصہ دار بن سکیں گی لیکن صرف [Consumption] کی نیوکلاسیکل اکنامکس تھیوری کے نتیجے میں دنیا کے وسائل نہایت تیزی سے ختم ہورہے ہیں۔ پاکستان میں دنیا کا سوئی گیس کا سب سے بڑا ذخیرہ صرف ۳۰ سال میں ختم ہوگیا۔ اسی لیے حضرت عمرؓ نے عراق کی فتح کے موقع پر مجاہدین میں زمین کی تقسیم بطور مال غنیمت سے انکار فرمایا اور کہا کہ اگر زمین تقسیم کردی جائے تو آئندہ نسلوں کو کیا ملے گا۔ مغربی تہذیب سائنس وٹیکنالوجی دنیا کی پہلی تہذیب ہے جو دنیا کے تمام وسائل کو سمیٹ کر کھا جانا چاہتی ہے جس کے نتیجے میں کوڑے کی مقدار میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے۔ یہ کوڑا ارض وسماء کی وسعتوں سے باہر تو نہیں جاسکتا۔ اس نیلے آسمان اور بھوری زمین کے درمیان گردش کررہا ہے۔ کوڑے کی یہ گردش ہمارے ارض وسماء کو تہہ وبالا کررہی ہے۔ یہ زمین ہمارے ہاتھوں جہنم بن رہی ہے۔ موسم بدل رہے ہیں، ہواؤں کے رخ تبدیل ہوگئے ہیں، گزشتہ سال کراچی میں موسم سرما میں درجہ حرارت ۱۵ درجہ تھا لیکن اسی وقت امریکہ کی بعض ریاستوں میں ۲۶ درجہ تھا جہاں گزشتہ سال تک سخت برف باری ہوتی تھی۔ دنیا کی تہذیبوں میں کوڑے کی تاریخ قوموں کے عروج وزوال پر اس کے اثرات کا جائزہ۔

☆ مصر کے علامہ جوہر طنطاوی نے قرآن سے سائنسی حقائق اور قوانین مظہر کے اثبات کے لیے سات سو پچاس آیات اخذ کرنے کا دعوی کیا تھا جو اس مادی کائنات سے براہ راست تعلق رکھتی تھیں ان آیات کا تقابل قانونی آیات سے کرتے ہوئے طنطاوی نے دعویٰ کیا تھا کہ ان کی تعداد صرف ایک سو پچاس ہے۔ اس دعوے کی بنیاد پر طنطاوی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ یہ کائنات قرآن کی نظر میں بہت اہم ہے، اسی لیے اس زمینی کائنات کی بہت اہمیت ہے۔ ایران کے ڈاکٹر شریعتی اور دیگر مارکسی وجدیدیت پسند مفکرین اس نقطۂ نظر کی سائنسی توجیہات پیش کر کے مغرب کی مادہ پرستی اور سرمایہ دارانہ نظام کا اسلامی جواز پیش کرتے ہیں۔ اور قرآن کی اس آیت کو بھول جاتے ہیں کہ ہم نے انسانوں کو اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ اس عبادت کو مادہ پرستی کی عبادت سے پیوستہ کرنا جدیدیت پسندی کا نکتہ کمال ہے، اس کمال کی امثال اور محاکمہ۔

☆ سوشل سائنسز کی اسلام کاری کی ناکام کوشش کرنے والے محققین کے کام کا تنقیدی جائزہ۔ جن کے سرخیل ڈاکٹر راجی الفاروقی تھے اس گروہ کے علمی ترجمان Journal of Islamic Social Science اور Journal of Islamic Science کا مکمل اشاریہ اور پہلا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔

☆ ایس پرویز منظور، منور انیس، ضیاء الدین سردار، پروفیسر کرمانی علی گڑھ، شہاب الدین ندوی بھارت، وحید الدین خان دہلی، حسین نصر امریکہ، مظفر اقبال کینیڈا کے اسلام اور سائنس پر اہم تحقیقی وعلمی کاموں کا پہلا ناقدانہ جائزہ اور اس کام کے اثرات، مضمرات، نقصانات اور فوائد کا تقابلی جائزہ ومطالعہ۔

☆ مکتبہ روایت کے علمی وتحقیقی مجلّے Sophia کے تمام شماروں کا اشاریہ اور مضامین وافکار کا ناقدانہ جائزہ۔ مغربی معاشروں میں روایت کے مکتبہ فکر کے اثر ورسوخ کا جائزہ۔ اعداد وشمار کی روشنی میں روایت کے مکتبہ فکر کو قبولیت عام کیوں حاصل نہ ہوسکی؟ روایت کا مکتبہ فکر استعماری مغرب کا حلیف کیوں ہے اور عالم اسلام کے خلاف فکری طور پر مغرب کے ساتھ کیوں ہے؟ رینے گینوں سے لے کر مارٹن لنگز تک سب روایتی مفکر وحدت ادیان کے کفر پر ایمان کیوں رکھتے ہیں جو مغرب کا پسندیدہ ایجنڈہ ہے؟

☆ روایت کے مکتب فکر کے اہم مفکر Gai Eation کے افکار اور نئی کتابوں کا جائزہ جس میں وہ جہاد کو ناممکن العمل بتاتے

ہیں، تمام روایتوں کے بارے میں ان کا پختہ خیال ہے کہ سب درست اور سب ایک ہی منزل کی طرف رہنمائی کر رہے ہیں لہٰذا جو مسلمان ہے وہ اچھا مسلمان بن جائے جو ہندو عیسائی یہودی ہیں وہ بھی اچھے یہودی، ہندو اور عیسائی بن جائیں۔ گائی ایٹن سوئزرلینڈ میں پیدا ہوئے جمیکا اور مصر میں کام کیا۔ برطانوی سفارت کاری کے شعبے سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں اسلام قبول کیا۔ اسلامک کلچرل سینٹرل لندن سے وابستہ ہیں۔

☆ قرآنی آیات سے سائنسی اصول و نظریات اخذ کرنے کی معذرت خواہانہ جدیدیت گزشتہ تین عشروں کا فیضان ہے اسلامی تاریخ و روایت میں کسی سائنس دان نے قرآن کی آیات سے علوم سائنسی کے اخذ و استنباط کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ الخوارزمی کی کتاب ''المختصر فی الحساب والجبر والمقابلہ'' قومی ہجرہ کونسل پاکستان سے شائع ہوئی تو اس کے مسودے پر یہ قرآنی آیت ثبت کی گئی کہ ''اور وہ ان کے گرد و پیش کا احاطہ کیے اور ہر چیز کو شمار میں رکھے ہوتا ہے۔ [۷۲:۲۸] جب کہ خوارزمی کے مسودے میں ایسی آیت موجود نہیں تھی۔ کیا وجہ ہے کہ قدیم سائنس دانوں نے اپنی تصانیف، علمی تحقیقات کو کبھی قرآن کی کسی آیت سے اخذ، مستنبط کرنے کا دعویٰ نہیں کیا، لیکن آج کل عالم اسلام میں سائنس داں تو کوئی نہیں ہے لیکن نام نہاد سائنسی مفکرین اپنی ہر تحریر میں قرآن کی کسی نہ کسی آیت سے کوئی نہ کوئی سائنسی اصول گھڑنے میں مصروف ہیں۔ کیا قرآن کتاب ہدایت ہے یا علوم عقلیہ فزکس، کیمسٹری کی کلید ہے۔ اصحاب کہف کے قصص پر ابھی تک کسی کی گہری نظر نہیں پڑی ورنہ یہ کہہ دیتے کہ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ انھیں کروٹیں دلواتے رہے تا کہ Bedsore [بستر کے پھوڑے] سے محفوظ رہیں۔ آج کی جدید طبی سائنس نے اسی لیے مریض کو ہلانے جلانے کی ہدایت کی ہے۔ یہ استدلال کرتے ہوئے ہمارے نام نہاد جدیدیت پسند یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ اس سائنسی استدلال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے اختیارات، دائرہ کار، قوت اور شوکت کو محدود کر رہے ہیں وہ مالک الملک جس کے حکم سے بیماری و شفاء ہوتی ہے۔ اس قدر مجبور ہے کہ اصحاب کہف کو اس بیماری سے محفوظ نہیں رکھ سکتا اور ان کو کروٹ دلوا کر اس بیماری سے محفوظ رکھنے پر مجبور تھا نعوذ باللہ۔ Cause & Effect جدیدیت پسند مفکرین کے سائنسی استشہادات کا جائزہ۔

☆ Ignaz Goldziher کے زہریلے مقالے The Attitude of Orthodox Islam Towards the Ancient Sciences کا جائزہ۔ گولٹ نے اسلام کو ہر قسم کی سائنس کا دشمن ثابت کیا ہے۔ [گولٹ نے یہ نہیں بتایا کہ اسلام اس سائنس کا دشمن ہے جس کی مابعد الطبیعیات میں خدا اور رسول کی دشمنی شامل ہے ایسی سائنس کو تباہ و برباد کرنا ہمارے ایمان کا تقاضہ ہے۔] اس رویے کو Goldziherism سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس کی غلط سلط تحقیقات سے علامہ اقبال شدید متاثر ہوئے۔ یہی رویہ وحید الدین خان، جاوید غامدی سے لے کر ڈاکٹر منظور احمد تک غالب ہے کہ اسلام سائنس کا دشمن ہے بات صرف یہ ہے کہ اسلام سائنس و ٹیکنالوجی کا نہیں اس جدید سائنس کا دشمن ہے جو سترہویں صدی کی خاک سے برآمد ہوئی جس کی اپنی الہٰیات عقائد ایمانیات اور مابعد الطبیعیات ہے جو غیر اقداری نہیں ہے اور جس کی بنیاد انکار خدا پر کھڑی ہے۔

☆ روم میں کولیسم، فورم اور بعض دوسرے آثار قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رومی شہنشاہوں نے کولیسم میں پچاس ہزار تماشائیوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا تھا جہاں درندوں اور انسانوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھا جاتا اور لوگ اس درندگی سے محظوظ ہوتے۔ درندگی کی یہ روایت مغربی تہذیب میں آج بھی زور و شور اور نت نئے اسلوب و آہنگ سے دہرائی جا رہی ہے۔ امریکی جعلی کشتیاں اور مکے بازی کے معرکے جو ٹی وی پر ریسلنگ کے نام سے پیش کیے جاتے ہیں مغربی انسانوں کی درندگی کے بھیانک مناظر اور مظاہر کی نشان دہی کرتے ہیں۔ پہلوان اور مکہ باز ایک دوسرے کو جس طرح لہولہان کرتے ہیں قواعد و

ضوابط کو بالائے طاق رکھ کرا کھاڑے میں داخل ہو کر خفیہ ہتھیار، پنجوں، کرسیوں، میزوں، آہنی ہتھیاروں سے ایک دوسرے کو لہولہان کرتے اور شدید زدوکوب کر کے خوش ہوتے ہیں المناک صورت حال ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ نوجوان لڑکیاں اور عورتیں ان خونی مناظر پر تالیاں اور سیٹیاں بجا کر داد دیتی ہیں۔ رحم مغرب کی عورت سے رخصت ہو گیا ہے کیونکہ یہ محبت و الفت اسے رحم مادر کے ذریعے عطا ہوتی ہے مغرب کی عورت نے بچے کی پیدائش کے کرب کو لمحہ مسرت و بہجت سمجھنے کے بجائے اسے قدرت کا ظلم اور خدا کا انتقام قرار دیا تو مالک الملک نے مغربی عورت سے صفت رحم بھی سلب کر لی ہے۔ جدید مغربی تہذیب میں وحشیانہ کھیلوں کی تاریخ کا پہلا تحقیقی جائزہ۔

☆ روم میں کیٹا کومب Catacomb کے تاریخی آثار میں رومی عہد کے عیسائی بزرگوں اور ولیوں کی قبریں ہیں عیسائیت کے ابتدائی دور میں جب رومی شہنشاہوں نے عیسائیت قبول نہ کی تھی تو عیسائی چھپ کر ان غاروں میں عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ طویل غار تھے بعض عیسائی بزرگوں کو ان رومیوں نے قتل کر ڈالا تو ان بزرگوں کو زیرزمین تہہ خانوں میں دفن کیا گیا۔ یہ زمین دوز اور پر پیچ راستے مسلسل آٹھ میل تک چلے گئے ہیں۔ کیٹا کومب کے مذہبی آثار کی تاریخ کا جائزہ اور عیسائیت کے ہاتھوں سلطنت روما کی تسخیر و ماہیت قلب کا واقعہ تحقیق و تجزیے کی میزان میں۔

☆ اطالیہ کے مشہور مورخ پرنس کیتانی اسلامی تاریخ پر سند کا درجہ رکھتے تھے۔ اس نے اسلامی تاریخ پر ہزاروں صفحات لکھے اور سینکڑوں کتابیں شائع کیں اور دنیا بھر سے تاریخ اسلام کے نادر مخطوطات، نوادرات کتابیں اکٹھی کر دیں اس مقصد کے لیے اس نے لاکھوں روپے خرچ کیے۔ پرنس کیتانی سے کسی نے پوچھا کہ تمہیں اسلامی تاریخ سے اس قدر دلچسپی کیوں ہے تو اس نے برجستہ جواب دیا کہ ''اسلامی تاریخ عورتوں کو مرد بنا دیتی ہے'' حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے ورق الٹنے والا بے تابانہ پکار اٹھتا ہے کہ ''نامرد مرد مرد جواں مرد ہو گیا'' اپنی تاریخ کے اس بدترین دور میں جب انحطاط ایمان و عمل اپنے نقطہ معراج پر ہے، مسلم مجاہدین دنیا بھر میں مردانگی دیوانگی، فرزانگی، جرأت، حمیت، غیرت اور شجاعت کی دلاویز اور معرکہ آراء داستانیں رقم کر رہے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے ان ولولہ انگیز واقعات پر مشتمل ساحل کی خصوصی اشاعت جس نے پرنس کیتانی کو اس تاریخ کا والہ و شیدا بنا دیا تھا۔

☆ عالم مغرب کی حالت اور اس کی حل طلب مشکل بہت حد تک ایسی ہے جیسی کہ قبل از اسلام ایران کی تھی، ایران کی تہذیب فرسودہ تھی اور قوم کے قویٰ شل ہو چکے تھے ان کو تازہ خون کی ضرورت تھی ایران کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے جوار میں عرب کی جری اور بادیہ نشین قوم آباد تھی جس نے ایران کو نہ صرف اپنا تازہ اور خالص خون دیا بلکہ صحراؤں کی تخلیقی قوت، بادیہ نشینوں کی فطری حسن و جمال سے محبت، ریگستانوں کی ہواؤں کی طرح فصاحت و بلاغت کے دفتر اور دین اسلام کی تازگی، سرشاری اور بیداری عطا کی جس سے ایرانی قوم میں زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی اور یہ قوم ایک پرشکوہ تہذیب کی حامل اور علمبردار ہوئی، عربی خون کی بدولت اس قوم کے سوئے ہوئے خزانوں نے اہل فن، اہل سیاست اور صاحبِ سیف و قلم اگل دیے۔ صرف یہی نہیں ایران اس لیے بھی خوش قسمت تھے کہ اس کے اردگرد افغان، کرد اور ترک جیسی عظیم الشان دہقانی قومیں آباد تھیں، جن کی سادگی پر کاری زبردست تخلیقی صلاحیت بھی ایرانیوں کی رگوں میں لہو بن کر دوڑنے لگی۔ اس طرح جس طرح روما کے زوال کے بعد گاتھ اور جرمن قوموں نے اطالیہ کی زندگی اور سرشاری میں اپنے لہو سے تخلیقی قوت کی قلم لگا دی۔ کیا عالم مغرب میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کیا مغرب کو تازہ خون دے کر اسے مسلمان بنا سکے گی؟ کیا مغرب میں رہنے والے مسلمان اس روحانی علو سے مملو ہیں جو ملکوں، قوموں، تہذیبوں کی تقدیر بدلنے پر قادر ہوتا ہے۔ کیا مسلمانوں کی مغرب میں بڑھتی ہوئی آبادی محض ہجوم رہے گی۔ یا ایک منظّم مربوط عالم اسلام مغرب کے قلب میں تشکیل پا سکے گا۔ عالم مغرب کے محققین اور

مستشرقین کے ان خیالات و افکار پر مبنی تحقیقی کتابوں کا خلاصہ اور تنقیدی جائزہ۔

☆ ذات رسالت مآبؐ نے فرمایا تھا کہ ''جب مدینہ منورہ کی آبادی ایک حد سے زیادہ تجاوز کر جائے تو مزید لوگوں کو آباد ہونے کی اجازت دینے کے بجائے دوسرا شہر آباد کیا جائے'' ذات رسالت مآب کا فرمان عہد حاضر کے گنجان، آباد، بلکہ خطرناک حد تک مہنگے شہروں میں بڑھتے ہوئے الحاد، فساد، لوٹ مار، بے اطمینانی، خوف و ہراس کے خاتمے کے لیے سورج کی طرح روشن اور شبنم کے قطروں کی طرح آج بھی تر و تازہ ہے۔ شہروں کی آبادی جس قدر بڑھتی ہے اس کی تہذیبی، اقتصادی، تخلیقی، اخلاقی، تمدنی، روحانی، تعلیمی، تنظیمی، دینی، توانائی اور صلاحیت کم سے کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ شہروں کی مذہبی، دینی، ثقافتی، اخلاقی توانائی کی جگہ محرکات شر لے لیتے ہیں۔ دنیا بھر میں جرائم، وحشت، دہشت، تنہائی، خاندانی نظام کے خاتمے، دہشت گردی کی آماجگاہ شہروں کا بڑھتا اور چڑھتا ہوا وجود ہے۔ آسمانوں سے باتیں کرتے ہوئے عالیشان کابکوں میں رہنے والے لوگ اخلاقی اور ایمانی طور پر زمین پر گرے ہوئے بلکہ تحت الثری میں پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ جدیدیت اور ابلیسیت کے اصل مرکز گنجان شہر ہوتے ہیں، شہروں کی آبادی کو ایک خاص حد میں رکھا جائے تو ہماری زندگی کس قدر پرسکون ہوسکتی ہے؟ دنیا کے بارہ بڑے شہروں کے جرائم کے اعداد و شمار کی روشنی میں ایک ہولناک جائزہ۔

☆ کیا وجہ ہے کہ فلسطین عیسائی اور یہودی مقامات مقدسہ اور مصر و اطالیہ کے فرعونی و عیسائی مذہبی مقامات دن کی روشنی میں بھی اندھیرے میں ڈوبے رہتے ہیں۔ مندر اور کلیسا مغرب کے رخ پر نہ ہونے کے باعث تازہ ہوا کے مسلسل جھونکوں، ہمہ وقت تازہ ہوا اور روشنی سے بھی مکمل استفادہ نہیں کر پاتے۔ لیکن مسجد قبلہ رخ ہونے کے باعث روشنی اور ہوا کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوتی ہے اور کائنات کی یہ دو عظیم نعمتیں امت مسلمہ کو مسجد کے ذریعے مسلسل اور مستقل حاصل رہتی ہیں۔ روشنی اور ہوا کا مسجد سے گزر اس امت کے لیے فکر و نظر کا استعارہ ہے کہ یہ امت ہمیشہ روشنی میں رہے گی اور تمام دنیا کو روشنی مہیا کرے گی اور روشنی کی رفتار سے دنیا کو دین سے منور کرے گی۔ ہوا کا استعارہ اس امت کے پیغام توحید، قرآن و سنت کی آفاقیت و عالمگیریت کی جانب اشارہ ہے کہ اس امت کا پیغام ہوا کی طرح دنیا کے ہر گوشے، خطے، کونے، دیار، امصار، شہر، گلی، محلے سے گزرے گا، کوئی دریچہ دنیا میں ایسا آج تک نہیں بنا جس سے ہوا گزر نہ سکے۔ یہ ہوا ہے جو صرصر بنتی ہے تو بڑے کر و فر سے بنائے گئے سیل بند مہر بند اہرام مصر کے اندر بھی چیختی چنگھاڑتی داخل ہو جاتی ہے اور اہرام کی ہیبت کو ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔ یہ ہوا ہے جو نسیم سحر اور باد صباء بن کر ہولے ہولے دنیا کے ہر انسان کے دروازہ پر دستک دیتی ہے۔ اسلام سیل بلا اور زور ہوا ہے جو اپنی فطرت میں فولاد بھی ہے اور ریشم بھی جب یہ دعوت کا علمبردار ہوتا ہے تو نسیم سحر اور باد صباء اور باد بہار بن جاتا ہے۔ جب یہ دعوت کی راہ میں رکاوٹوں پر غضب میں آتا ہے تو پھر موج بلا، سیل بلا، طوفان اور صرصر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی عبادت گاہیں بہ استثنائے چند ظلمت اور تاریکی کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو کیوں؟ کیا تمام محرف مذاہب ظلمت تھے اور محض اسلام روشنی تھا؟ کیا محرف مذاہب جب اپنی اصل حالت میں بعینہٖ برقرار تھے تو کیا ان کی مذہبی عمارات عبادت گاہیں مسجد کی طرح ہوادار اور روشن تھیں یا تاریک؟ مذاہب عالم کی عبادت گاہوں کی تاریخ تعمیرات کی روشنی میں اپنی نوعیت کا منفرد تجزیہ۔

☆ اسلام اس وقت ہر طرف سے خطرے میں ہے۔ الحاد مادی یعنی اسلامی بینکاری [تقی عثمانی]، الحاد روحانی یعنی نکاح المیسار [یوسف قرضاوی]، تغدیب جسمانی [مغربی حملے]، جدیدیت کا اثر و نفوذ [مغرب اور سرمایہ داری کا تسلط]، مادہ پرستی [خاندانی نظام کا خاتمہ]، حرص دنیا [عورت اور اولاد سے گھروں کی محرومی]، رزق کے لیے ہمہ وقت تگ و تاز جاودانہ [اولاد اور رشتوں کی تباہی محبت کا خاتمہ]، ہر نئی ٹیکنالوجی کا چسکا [ہل من مزید کے باعث قرضوں کی معیشت / کریڈٹ کارڈ کی



Ainda Shomraron main

لعنت ]، سیر وتفریح اور لغویات میں استغراق [ عبادات سے محرومی ]، لذت، مسرت کی تلاش صرف جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے [رشتوں کا زوال، روحانی خلاء، فکر صحیح سے محرومی ]، انقلاب کے نعرے جلسے جلوس [ دینی شخصیت کی تعمیر کا خاتمہ ]، میڈیا کو مفتی اعظم سمجھنا [دعوت دین کا صرف مادی ذرائع پر منحصر ہو کر ریا کاری کے شرک میں ملوث ہونا ]، علم کا خاتمہ اور صحبت نیک سے گریز [ پمفلٹ، پوسٹر، کیسٹ، ویڈیو، ملٹی میڈیا کا بے دریغ استعمال جس کے باعث دین مادہ پرستی کا ایک مظہر بنا دیا گیا ]، اپنے قصیدے پڑھنے کی روایت [ خود پسندی، خود کلامی، خود ستائشی شرک کی بدترین شکل ]، خواہش نفس کا الہٰ ہونا [ دین کے احکام وتعلیمات کو اپنے حالات کے لحاظ سے ڈھال لینا اور مسخ کر کے اپنے فائدے کے لیے موڑ دینا ] عہد حاضر کے جدید فتنوں کا نئے انداز سے جائزہ۔

☆ جاپانی ادب اور معاشرے میں لطیفے کا تصور نہیں پایا جاتا اور لطیفے کی جو روایت برعظیم پاک و ہند، فارس اور عرب میں ہے، اہل جاپان اس سے ناواقف ہیں۔ یہ صورت حال دنیا کی کن زبانوں اور کن معاشروں کو درپیش ہے۔ کیا جاپانی قوم حِس لطافت سے محروم ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ ظرافت اور حِس ظرافت کسی قوم کے پاس ہو لیکن لطیفے موجود نہ ہوں، اس سلسلے میں ایک تحقیقی جائزہ مرتب کر کے اس مسئلے کی تاریخی اور نفسیاتی وجوہات کا تعین کیا جائے گا۔

☆ سندھی تمدن کو ویدک رشیوں کی ساخت پرداخت تسلیم کیا گیا کیوں کہ سندھی تہذیب ویدی تہذیب اور غیر ویدی تہذیب کا آمیزہ ہے۔ سندھی تہذیب میں ویدی تہذیب کا ثبوت وید میں شیوا کا ذکر ہے اور سندھ والے شیوا کے پرستار بھی تھے۔ مہا بھارت میں کوروؤں کی حمایت میں پانڈووں سے جو لوگ لڑے تھے ان کے نام جمع کیے جائیں اور ان ناموں کو تاریخ و زبان عرب میں تلاش کیا جائے تو تاریخ قدیم کے ایسے راز پر روشنی پڑے گی جس کو معلوم کر کے لوگ متحیر ہو جائیں گے۔ ایک قوم جس نے کوروؤں کا ساتھ دیا، ''شیبی'' تھی۔ پنجاب کے ضلع جھنگ کے قریب شور کوٹ میں ایک قدیم تحریر ملی ہے جس میں ''شیبی پورہ'' کا ذکر ہے۔ شیبی کی بابت بتایا گیا ہے کہ وہ ''اوسی نارا'' کا فرزند تھا۔ عربی اوس فرزندان سبا میں تھا، ہندی اوس کو شیبی کا بیٹا بتایا گیا ہے۔ عربوں میں عام دستور تھا کہ دادا کا نام پوتے کو دے دیتے تھے۔ مہا بھارت میں شکست یافتہ فریق کا مقتدائے اعظم راجا کرن تھا، اس کا عربی ترجمہ ''ملک قرن'' بن جاتا ہے۔ عربوں کی کہانی ''تبع اقرن'' کو بھی ہندوستان میں فاتحانہ داخلہ ملا۔ اسی لیے سید سلیمان ندوی نے ستیارتھ پرکاش کی ایک قدیم اشاعت کے حوالے سے آریہ سماج فرقے کے بانی سوامی دیانند سرسوتی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کوروؤں نے جب لاکھ کا ایک گھر بنا کر اس کے اندر پانڈووں کو پھونک دینے کا عزم کیا تو وِدرجی مہاراج نے عربی زبان میں اس کی خبر پانڈووں کے رئیس کو دی تھی۔ ''مہا بھارت'' کے زمانے تک ہندوستان میں عربی زبان بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ عربوں کا دعویٰ ہے کہ ہند اور سند عربوں کے ہم نسب تھے۔ عربوں کے خیال میں سبا نے ہند کو فتح کیا۔ بلوچستان میں سبائی تعمیرات موجود ہیں۔ یونانی شہادت کے مطابق اس علاقے میں ایشیائی، اتھوپیائی، عربی طائی اور رحمانائی لوگ بستے تھے۔ موئن جودڑو کی غالب آبادی کی قدیم کھوپڑیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وادی نطوف اور تل العبید کے مردوں اور عرب کے زندوں کی جنس ایک تھی۔ اس لیے سندھی رسم الخط نے دریا رعرب میں سفر کیا۔ ایک عربی رسم الخط کا نام ''سِند'' ہے اس کا ترجمہ سندھی ہو سکتا ہے۔ مولانا ابوالجلال ندویؒ کی تحقیق انیق کا جدید تحقیقات سے تقابل اور تنقیدی جائزہ۔

☆ مولانا ابوالجلال ندویؒ کی تحقیقات کے مطابق [۱] وادئ سندھ کی زبان تحریر نہ سنسکرت ہے نہ دروآڑی بلکہ شمسو ایلونا اور سدوم کی زبان ہے یعنی چار پانچ ہزار برس پہلے کی عربی زبان۔ [۲] چین کو چھوڑ کر براہمی، سبائی، حجازی، ثمودی، سینائی، مصری، فنیقی، لاطینی، یونانی، رومن، اردو اور سنسکرت کی ابجدوں کا سلسلۂ نسب ہڑپا کے نوشتوں سے جا ملتا ہے۔ [۳] عربوں

اور عبرانیوں کا اصل وطن وادیٔ سندھ تھا یہاں سے جا کر وہ عرب میں آباد ہوئے۔[۴] وادیٔ سندھ کے لوگ دینِ حنیف کے ماننے والے تھے اور ملت ابراہیمؑ سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا ندویؒ کے ان دعاوی کی تصدیق بعض نئی لسانی تحقیقات سے ہوتی ہے۔ اس موضوع کا ازسرِنو جائزہ......قدیم عربی وجدید عربی کے اسماء واماکن کی روشنی میں تقابلی مطالعہ۔

☆ سندھی مہروں کو پڑھنے والوں میں اہم نام مارشل [Marshall]، میکے [Mackay]، مادھوسروپ وتس [M.S. Vats]، مجومدار [Majumdar]، رس مین [Rissman]، میڈو [Meadow]، ایل اے وڈل [L.A. Waddal]، ہنٹر [Hunter]، جون جسٹیسن [J.Justeson]، کوف مین [Kaufman]، ٹیرنس [Terence]، ریورنڈ ایچ ہیراس [Heras]، کینویر [Kenoyer]، گیڈ [C.J. Gadd] اور اسٹوراٹ پگاٹ [Stewart Piggot] کا ہے۔ سندھی رسم الخط پر تحقیق کرنے والے مغربی ماہرین میں روس [Ross]، پریولا [Parpola]، جی ای الیکسیو [Alekseev] بھی شامل ہیں۔ لیکن ان تمام ماہرین کی فہرست میں مغربی ماہرینِ فن تو بے شمار ہیں لیکن ایشیا کے خطے سے صرف ایک دو ماہرین نظر آتے ہیں ان ماہرین میں سے اراواتھم مہادیون [Mahadevan] اور عالم اسلام سے صرف ایک ماہر حضرت مولانا ابوالجلالؒ ندوی کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ عالم اسلام کے بعض علماء نے یقیناً ان موضوعات پر کام کیا لیکن ان کے نتائج فکر و تحقیقات کو مغربی محققینؒ نے اپنے تعصب اور ہٹ دھرمی سے لائق اعتناء نہ سمجھا اور ان سے تعرض کو علمی فریضہ خیال کیا، عالم اسلام کے ایسے علماء کے مخطوطات سے مرتبہ تحقیق زبان کا ایک جائزہ۔

☆ اس دعوے کی تفصیل کہ دنیا کی تمام زبانوں کی ابتداء صرف گیارہ قسم کے معنی اور بارہ قسم کے الفاظ سے ہوئی اور ان ہی بارہ قسم کے الفاظ سے صدہا زبانیں پیدا ہوئیں۔ دنیا بھر کی زبانوں کے بسیط حروف کو پانچ جنسوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ ان میں اکثر حروف صرف لہجے کے اختلاف سے الگ نظر آتے ہیں۔ ورنہ حقیقت ان کی ایک ہے اصل حروف جو دنیا بھر کی زبانوں میں ادا کیے جاسکتے ہیں صرف چودہ ہیں [۱] ہمزہ، [۲] ب، [۳] م [۴] ک [۵] ج [۶] ر [۷] ل [۸] ن [۹] س [۱۰] و [۱۱] ی، [۱۲] الف [۱۳] دیا [ڈ] [۱۴] ت [دیاٹ]۔

☆ الفاظ کی ابتدائی شکل، حروف کی پانچ اقسام، صرف گیارہ قسم کے معانی اور بارہ قسم کے الفاظ سے زبانوں کی ابتداء وارتقاء کا نظریہ اور انہی ۱۴ اقسام کے حروف سے صدہا زبانوں کی ترویج واشاعت کے سلسلے میں مولانا ندویؒ کا دعویٰ تھا کہ اصل حروف وہ ہیں جو دنیا بھر کی زبانوں میں ادا کیے جاسکتے ہیں۔ اس قسم کے حروف صرف ۱۴ ہیں۔

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ |
| ہمزہ | ب | م | ک | ج | ر | ل |
| ۸ | ۹ | ۱۰ | ۱۱ | ۱۲ | ۱۳ | ۱۴ |
| ن | س | و | ی | الف | دیا | ڈت [یاٹ] |

ابتدائی چار حرفوں [حروف تہجی] کے یونانی نام الفا [Alpha] بیٹا [Beta] گاما [Gamma] اور دالتا [Delta] خبر دیتے ہیں کہ یہ نقوش اپنے ناموں سمیت الف، بیت، گیمل دالت [عبرانی] بولنے والی قوم کے ذریعے یورپ پہنچے ان حروف کو یوروپ میں فنیقیوں نے پہنچایا، یہی حروف عربی میں الف ب ج دال ہیں۔

مذاہب سے قطع نظر ہم دنیا کی اہم زبانوں کے حروف تہجی کا تحقیقی مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں بھی وہی صورت حال نظر آتی ہے کہ ان حروف تہجی میں حیرت انگیز مماثلت اور مطابقت پائی جاتی ہے۔ ذیل میں عربی، عبرانی، یونانی، حبشی، انگریزی زبانوں کے حروف تہجی تحریر کیے جارہے ہیں۔

حروف تہجی کی یکسانیت اہم زبانوں میں

| | عربی | عبرانی | یونانی | حبشی | انگریزی |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | الف | الف | الفا | اَلف | a |
| ۲ | با | بیط | بیتا | بیت | b |
| ۳ | جیم | گیمل | گاما | جیمیل | c |
| ۴ | دال | دَالط | دیلتا | دینت | d |
| ۵ | ہا | ہے | ایپ سی لون | ہوئی | e |
| ۶ | واؤ | داؤ | واؤ | واوے | f |
| ۷ | زا | زین | زیتا | زائی | g |
| ۸ | حا | حیط | اِیتا | حاوط | h |
| ۹ | طا | طیط | تھیتا | طیئط | i |
| ۱۰ | یا | یود | اَیوتا | یمن | j |
| ۱۱ | کاف | کاف | کاپا | کاف | k |
| ۱۲ | لام | لائد | لامدا | لاوے | l |
| ۱۳ | میم | میم | مو | مائی | m |
| ۱۴ | نون | نون | نُو | نحاس | n |
| ۱۵ | سین | سامک | سی | ست | p |
| ۱۶ | عین | عین | اومیکرون | عین | q |
| ۱۷ | فا | فے | پائی | ایف | r |
| ۱۸ | صاد | صادے | سان | صادائی | |
| ۱۹ | قاف | قوف | کوپّا | قاف | s |
| ۲۰ | را | ریش | رہو | ریس | t |
| ۲۱ | شین | شین | سگما | شاوت | u |
| ۲۲ | تا | تاؤ | تاؤ | تاوے | v |

ان زبانوں کے حروف تہجی کے تقابلی مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان میں بنیادی فرق نہیں ہے۔اس وقت دنیا میں زبانوں کے جتنے بھی خاندان موجود ہیں وہ انہی حروف تہجی سے زبان کا بازار سجاتے ہیں۔حروف تہجی کی حدتک دنیا کی تمام بڑی اوراہم زبانیں یکساں نوعیت کی حامل ہیں اور حروف تہجی کی مماثلت اس دعوے کی اہم دلیل ہے کہ دنیا کی پہلی زبان ایک ہی تھی۔اس دعوے کی دوسری اہم ترین دلیل یہ ہے کہ دنیا کی زبانوں میں ماں، باپ اور جنت کے لیے استعمال

ہونے والے الفاظ تقریباً تمام زبانوں میں مشترک ہیں۔

’’فردوس‘‘ جنت کے لیے معروف ترین لفظ، تمام انسانی زبانوں میں مشترکہ طور پر پایا جاتا ہے۔ سنسکرت میں ’’پردِشا‘‘ قدیم کلدانی زبان میں ’’پردیسا‘‘، قدیم ایرانی ژند میں ’’پیری وائزا‘‘، عبرانی میں ’’پردیس‘‘، ارمنی میں ’’پردیز‘‘ سریانی میں ’’فردیسو‘‘، یونانی میں ’’بارادائسوس‘‘، لاطینی میں ’’بارادائیسس‘‘ عربی میں ’’فردوس‘‘۔ یہ لفظ ان سب زبانوں میں ایسے باغ کے طور پر بولا جاتا ہے جس کے گرد حصار موجود ہو، وسیع ہو، قیام گاہ سے متصل ہو، ہر قسم کے پھل خصوصاً انگور پائے جاتے ہوں اور بعض زبانوں میں تو منتخب پالتو پرندوں، جانوروں کا بھی پایا جانا اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ قرآن سے پہلے عرب کے کلام جاہلیت میں بھی فردوس مستعمل تھا۔ اس کے بعد ماں باپ کے الفاظ پر غور کیجیے یہ بھی تمام زبانوں میں کم و بیش مشترک ہیں۔ یہی حال لفظ پانی کا ہے اور لفظ آخرت یا قیامت میں بھی مماثلت پائی جاتی ہے۔

زبانوں میں اشتراک اور مماثلت کے ساتھ ساتھ رسم الخط میں بھی اشتراک کی بہت سی صورتیں سامنے آئی ہیں اس حقیقت کے باوجود کہ یکساں رسم الخط مختلف زبانوں میں موجود ہے مثلاً چین اور جاپان کی زبانوں کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں اس کے باوجود ان دونوں کا رسم الخط ایک ہے۔ ایک اور تحقیق جس کے مطابق اردو اور انگریزی رسم الخط ایک ہی ماخذ سے تعلق رکھتا ہے اور وہ سامی النسل ہے کیوں کہ اردو عربی رسم الخط سے ماخوذ ہے یونانی کے ابتدائی حروف تہجی، الفا، بیتا، گاما، دیلتا عبرانی ابجد کے الف، بیت، جمل اور واستھ کی ترمیم شدہ شکلیں ہیں حیرت تو یہ ہے کہ بعض انگریزی حروف کی ترکیب آج بھی عربی ابجد سے مماثلت کا اعلان کر رہی ہے۔

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| K | L | M | N | — | کلمن |
| ک | ل | م | ن | | |
| Q | R | S | T | — | قرشت |
| ق | ر | ش | ت | | |

زبانوں کے مابین اشتراک و اتحاد کیا ان معلومات کی بنیاد پر ممکن ہے اور کیا نئی یکساں عالمی زبان تخلیق کی جاسکتی ہے۔ ایک تجزیہ۔

☆ تمام زبانوں میں چودہ حرف مشترک ہیں اس لیے یہ حروف تمام زبانوں میں ادا کیے جاسکتے ہیں یہی اصل حروف ہیں۔ ان چودہ حروف کے سوا جتنے حروف ہیں وہ فرع ہیں، اصل نہیں ان ۱۴ حرفوں کو باہم ضرب دو تو ۱۱۹۲ الفاظ پیدا ہوں گے۔ ہماری زبانوں کی ابتداء صرف گیارہ قسم کے معانی اور چودہ قسم کے الفاظ سے ہوتی ہے اور انہیں الفاظ سے صدہا زبانیں پیدا ہوئی ہیں۔ اس دعوے کی تحقیق بعض جدید لسانیاتی تحقیقات کی روشنی میں۔ اس دعوے کی تحقیق بعض جدید لسانیاتی تحقیقات کی روشنی میں۔

☆ فلسفہ لسان قوموں کی کھوئی ہوئی روایات اور قدیم تاریخ و تہذیب تمدن معاشرت کا سراغ دیتا ہے۔ ’’کسی لفظ کی قدامت کا پتہ لگانے کا قاعدہ یہ ہے کہ دیکھا جائے وہ لفظ کس دور کے ادب میں ہمیں ملتا ہے۔ اگر ایک لفظ قرآن میں آیا ہے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کم از کم ہزار سال پرانا ہے اس لیے عرب جاہلیت کے قدیم تمدن کا پتہ لگانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ قرآن میں جو تمدنی الفاظ یا تمدنی ترکیبیں استعمال ہوئی ہیں ان سے دور جاہلیت کے معاشرے کا پتہ لگایا جائے کیوں کہ عربوں کے لیے قرآنی الفاظ جانے بوجھے تھے وہ ان کے معانی کو اچھی طرح جانتے تھے، قرآن میں جنت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اور اس کے لیے جو اعلیٰ تہذیبی اور تمدنی الفاظ لائے گئے ہیں ان سے یقیناً عرب آشنا تھے، سورہ غاشیہ [۱۳-۱۶] میں خلد بریں کا تذکرہ کیا

گیا ہے:"جنت میں اونچے اونچے تخت بچھے ہوئے ہوں گے. آب خورے رکھے ہوئے ہوں گے. غالیچے نہایت قاعدے سے لگے ہوئے ہوں گے. مخمل کے نہالچے بچھے ہوئے ہوں گے. ان الفاظ سے کیا یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ عرب کسی زمانہ میں اسی طرح رہتے سہتے تھے اور یونہی کھاتے پیتے تھے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو یہ الفاظ کبھی وجود میں نہ آتے قرآن میں قواریر استعمال ہوا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب چاندی کی شیشیاں بناتے تھے اور اگر بناتے نہیں تھے تو استعمال ضرور کرتے تھے۔ اسی طرح سے پتہ چلتا ہے کہ عربوں کے قدیم معاشرے میں منقش چراغ رائج تھے۔ چراغ تو عام چیز ہے لیکن چراغ کے علاوہ اور چیزیں بھی مذکور ہیں [۱] دیوٹ [۲] فانوس۔ یہ چیزیں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ عرب شیشہ سازی کا فن جانتے تھے اور اتنا اچھا جانتے تھے کہ شیشہ صیقل ہو کے موتی کی طرح چمکنے لگتا تھا۔ اگر اسلام سے پہلے عرب تمدن کے اس اعلیٰ مقام پر نہ ہوتے تو قرآن عاد و ثمود کی بابت یہ کیوں کہتا "لم تخلق مثلھا فی البلاد" [ویسی متمدن قوم ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی] ان الفاظ کے علاوہ عربی زبان تہذیب و تمدن کے اور اعلیٰ لفظوں سے بھری پڑی ہے، چوں کہ عرب بدویانہ زندگی گزارتے تھے اور صحراؤں میں اور چراگاہوں میں وہ اپنے اونٹ اور بھیڑ بکری لیے پھرا کرتے تھے اس لیے انھیں نباتات کے متعلق پورا پورا علم تھا۔ بے برگ و گیاہ صحرا میں جو پودا بھی انھیں نظر آتا اس کے بارے میں تحقیق کرتے، عربستان جیسی بنجر زمین میں پودا تو کیا پودے کا ہر جز وانسانی اور حیوانی زندگی کو عزیز ہوتا ہے۔ نباتات کے بارے میں ان کی زبان اس درجہ مالدار رہی ہے کہ بعد کے علمی دور میں وہ فلسفہ اور طب وغیرہ میں غیر ملکی اصطلاحات اور الفاظ لانے پر مجبور نہیں ہوئے۔ اُن کے خزانہ لغت میں نباتات کے بارے میں خود اتنے الفاظ تھے کہ دوسری زبان سے انھیں کچھ مانگنا نہیں پڑا۔ نباتات کے دقیق سے دقیق مسائل کے بارے میں پرانے عربوں کے علم و معرفت کا اندازہ ہمیں اب بھی کتابوں سے ہوتا ہے"۔ مولانا ابوالجلال ندوی کی تحقیقات تفصیلات کے ساتھ۔

☆ ہسپانوی زبان معلّی کے بارے میں اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ چند عشروں میں یہ معلیٰ زبان معدوم ہو جائے گی کیوں کہ یہ زبان بولنے والے آبادی کی قلت کا شکار ہیں۔ اعلیٰ معیار زندگی کی تلاش اور سرمایہ دارانہ طرز زندگی اختیار کرنے کے باعث شرح پیدائش میں تیزی سے کمی نے ہسپانوی معلیٰ زبان اور نسل کے لیے سنگین خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔ زبان معلّی کے خاتمے کے بعد espanol mestizo وحشیوں کی زبان اور espanol americano عامیانہ زبان باقی رہ جائے گی۔ کیوں کہ عوام افزائش نسل اور خاندان پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ بچوں کو خدا کا تحفہ اور محبت کی لازوال علامت سمجھتے ہیں یہی بچے زبان زندہ رکھتے ہیں۔ زبانوں کو سب سے زیادہ خطرہ امراء کے طرز زندگی سے ہے جو مغربی طرز زندگی کے تتبع میں ہے۔ مغربی طرز زندگی کا جائزہ جو زبانوں کے قتل عام کا سبب بن رہا ہے۔

☆ اردو زبان کا نام بھی عجیب ہے۔ اس کا ترجمہ عموماً "لشکر" کیا گیا ہے۔ لیکن صرف یہی ترجمہ کافی وشافی نہیں اس کے بہت سے مطلب موجود ہیں۔ اس نام کے بارے میں بہت حیرت انگیز بات یہ ہے کہ لفظ "اردو" وسطی ایشیا، شمال مشرقی ایشیا اور سائبیریا کے یخ بستہ صحراؤں میں مانوس لفظ رہا ہے اور صدیوں سے ترک اقوام و قبائل میں مروج و مستعمل ہے۔ مثلاً تنگوسی اور منگولیائی زبانوں میں اردو کا مطلب ہے وہ شہر جہاں بادشاہ [خاقان] مقیم رہتا ہے۔ چوں کہ "اویغور" ترکائی زبانوں میں سب سے قدیم اور زرخیز زبان ہے، اسی لیے اس زبان میں کاشغر کو "اردوقند" کہا جاتا ہے۔ وسطی ایشیا میں "قوذاردو" نامی شہر موجود ہے۔ یہ تمام معنی ہم ترکائی زبانوں کی عظیم لغت "دیوان اللغات الترک" میں دیکھ سکتے ہیں۔ ترکائی اور تنگوسی زبانوں میں اردو کا تلفظ مختلف رہا ہے مثلاً اورد، اوردہ، اوردو وغیرہ۔ منگول، قلماق، قپچق، تنگوسی، تاتاری اور دیگر ترک قبائل جہاں خیمہ زن ہوا کرتے تھے اس علاقے کو وہ "اردو مطلا" یعنی سونے کے جیسے لوگوں کا پڑاؤ کہا کرتے تھے۔ اردو زبان کے

نئے مطالب ومعانی کا جائزہ۔

☆ ابن درید نے ''جمہرۃ اللّغہ'' میں لسانی اعتبار سے عربی الفاظ کی اقسام پر بحث کی ہے۔ان میں المولد [نئے پیدا ہونے والے الفاظ]، الاعجمی [غیر عربی الفاظ]، المعرب [عربی بنائے گئے الفاظ]، الدخیل [مستعار الفاظ] اور المصنوع [گھڑے گئے الفاظ] پر تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ابن درید کی تقسیم میں مغیرّ ات کی اصطلاح شامل نہیں ہے لیکن نامور لغت نویس سید عبدالرشید بن عبدالغفور الحسینی المدنی التّتوی موئف رسالہ معربات رشیدی نے تغیرات پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا جس کا نسخہ تاحال دستیاب نہیں۔فرہنگ رشیدی میں مولد اور مغیر مترادف استعمال ہوتے ہیں۔مغّیر سے مراد وہ لفظ ہے جو اصل لفظ میں کچھ تبدیلی کر کے بنایا گیا ہو۔عمل تغیر میں بعض حروف کی تبدیلی واقع ہونے کی بناء پر بعض مولفین نے مغیر کو مولد کی طرح مبدل کا نام دیا ہے۔لیکن عربی کی متداول کتب لسانیات میں بطور اصطلاح مغیر کی تعریف نہیں ملتی اس کی اقسام اور حدود کا تو ذکر ہی کیا۔عربی، اردو اور انگریزی زبانوں کے مغیرات کا تقابلی مطالعہ و جائزہ۔

☆ قرآن کریم میں عجمی الاصل الفاظ کی کل تعداد ۱۰۴ ہے اور ۴۹ ایسے غیر عربی اعلام بھی قرآن میں آئے ہیں یوں ان سب کی مجموعی تعداد ۱۵۳ تک پہنچتی ہے۔ان الفاظ میں سریانی، حبشی، عبرانی، فارسی، آرامی، یونانی، نبطی الفاظ شامل ہیں۔جناح [گناہ]، دینار، سراب، زنجبیل، کافور کنز، مِسک، مرجان، سرابیل [پاجامہ]، سراج [چراغ]، فیل [ہاتھی]، بیع، ہنور، ابریق، سجیل، مجوس خالص فارسی الفاظ ہیں۔غیر عربی الفاظ کا جائزہ۔

☆ انگریزی زبان میں ۷۰ فی صد سے زیادہ الفاظ فرانسیسی زبان کے ہے۔اس کے بعد ہسپانوی، اطالوی، یونانی زبان کے الفاظ کی کثرت ہے۔اردو زبان میں کسی بھی ایک زبان کے الفاظ انگریزی کی طرح اتنی کثرت سے شامل نہیں ہیں۔انگریزی زبان کیسے وجود میں آئی اس جدید زبان نے قدیم زبانوں سے استفادہ کے باوجود ان کی مذہبی اصطلاحات اور دینی روایات کو چن چن کر کیوں خارج کیا اور زبان کے مذہبی آہنگ کو کیوں برقرار نہ رکھا ایک اہم جائزہ۔

☆ عربی زبان میں دخیل، مغیر، مولد، مبدل، مورد، معرب الفاظ کے موضوع پر نہایت قابل قدر تحقیقی کام ہوا ہے۔''**ثعالبی کی فقہ اللغہ''، ''ابن درید کی جمہرۃ اللغہ''، ''جوالیقی کی المعرب''، ''مطرزی کی المغرب فی اللغۃ'' جو المغرّب فی ترتیب المعرّب** کے نام سے موسوم ہے، **خفاجی کی شفاء الغلیل فیما فی کلام العرب من الدخیل،** اور **طوبیہ العینی الحلبی البستانی کی ''تفسیر الالفاظ دخیلہ فی اللغۃ العربیہ مع ذکر اصلھا بحروفہ، ادی شیر کی الفاظ الفارسیہ المعرّبہ''** اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا پی ایچ ڈی کا مقالہ Studien uber der persichen Fremdwoerter in klassisch جو ۱۹۱۹ء میں گوئینگن سے شائع ہوا تھا۔ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے گراں قدر مقالے اور ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے پی ایچ ڈی کے مقالے Hindustani Phoenetics پیرس ۱۹۳۰ء کا جائزہ اور عربی کتابوں کی تلخیص و ترجمہ۔

☆ دنیا کی تمام زبانوں میں زبان [Language] دو حصوں میں منقسم ہوتی ہے۔[۱] زبان معلیٰ [High Language] انگریزی میں اسے Kings English یا High Language، ہسپانوی میں Castillano ہسپانوی معلّی û قشطالوی]، فرانسیسی میں La Langue Parissien فرانسیسی معلّی اور جرمن میں اسے Hochdeutsch جرمن معلّی کہتے ہیں۔[۲] عامیانہ زبان [Low Language] کو ہسپانوی میں Mestizo، وحشیوں کی زبان / espanol / universal / americano اور عامیانہ زبان اور فرانسیسی میں La Langue / Basse / Crepus/ Simple کہتے ہیں۔جرمن میں اسے Plattdeutsch جرمنِ عامہ کہتے ہیں۔زبانوں میں یہ تقسیم اب ختم ہو رہی ہے۔سرمایہ دارانہ

معاشرے اور سرمایہ دارانہ ثقافت کے باعث تمام زبانیں عامیانہ بن کر آوارگی و ابتذال کو اختیار کر کے آوارگی کو موثر ابلاغ [Effective Communication] کا نام دے کر زبانوں کی زرخیزی کو ختم کر رہی ہے زبانوں کے خاتمے میں سرمایہ داری اور سرمایہ دارانہ نظام کے کلیدی کردار کا جائزہ۔

☆ جرمنی اور یورپ کے بعض ممالک میں یہودیوں کی بول چال کی زبان اب تک یدش تھی [اسے بعد میں ادبی حیثیت بھی حاصل ہوگئی تھی] یہ جرمن زبان کی ایک شاخ سے مخلوط ہو کر بنی ہے۔ اس کا دوسرا نام ''عورتوں کی جرمن'' تھا۔ ایک مدت تک مردوں کے لیے اس زبان کا استعمال یا اس زبان کی کتاب پڑھنا شرم کی بات خیال کیا جاتا تھا کیوں کہ ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنی مقدس زبان عبرانی سے واقف ہوں۔ عورتوں کے لیے عبرانی کا جاننا لازم نہ تھا اس لیے وہ اپنی نماز اور دعائیں وغیرہ اس عوامی زبان میں پڑھ سکتی تھیں۔ لیکن مردوں کے اس زبان میں دعائیں وظیفے وغیرہ پڑھنے کے یہ معنی تھے کہ وہ عبرانی سے ناواقف ہیں جو یہودی تہذیب میں سخت عیب بلکہ ایک قسم کی معصیت سمجھی جاتی تھی۔ اس بات کی تحقیق کہ عبادات اور دعاؤں کے لیے دو مختلف زبانوں کا وجود دنیا کے کن کن مذاہب میں کن کن وجوہ سے پیدا ہوا۔

☆ غالب نے فغاں دہلوی کے سو مصرعے لفظ بہ لفظ سرقہ کیے۔ حافظ شیرازی اور سلمان ساؤجی کے کلیات میں ایک ہی غزل لفظ بہ لفظ موجود ہے۔ سرقے کے خلاف رسالہ الناظر لکھنؤ کا جہاد اور آل انڈیا مجلس احتساب کا قیام۔ ملک الشعراء امیر مقری نے فارسی میں سب سے پہلے سرقے کی روایت ڈالی۔ پنڈت کیفی نے سرقہ بازوں کے خوف سے منشورات نظرِ ثانی، ترمیم اور اضافے کے بغیر شائع کرا دی۔ ابن عربیؒ کی تصانیف سے دانتے کے سرقے، قاضی ابویعلیٰؒ کا سرقہ۔ دانتے، محمد حسین آزادؒ، نیازؒ فتح پوری، مولوی عبدالحقؒ، ڈاکٹر احمدؒ امین مصری، ظفر عمر زبیری، علامہ اسلمؒ جیراج پوری، مرزا غلام احمد قادیانی، مولانا ابوالکلام آزادؒ، ڈاکٹر سر رادھا کرشن، عصمت چغتائی، کرشن چندر، قاضی عبدالغفار، مفتی انتظام اللہ شہابی، دانتے، ڈاکٹر میر ولی الدین، پروفیسر آل احمد سرور، یونس بٹ کے سرقوں کی سرگزشت۔ سرقوں کی تاریخ تحقیق کی روشنی میں۔

☆ اطالوی شاعر دانتے نے نہ صرف کیتھولک عقائد کا احیاء کیا بلکہ معراج کی احادیث بنویہ کی نقل کر کے گناہ گاروں کو سزا یاب اور نیکو کاروں کو انعام یافتہ دکھایا۔ دانتے کا فلسفہ عشق ابن عربی کے معروف فلسفۂ عشق کا چربہ ہے۔ ابن عربی کی ''ترجمان الاشواق'' اور ''فتح الذخائر والاغلاق'' کے مضامین ہو بہو دانتے کے ہاں موجود ہیں۔ کامیڈی میں جہنم کا نمونہ ابن عربی سے ماخوذ ہے۔ ابن عربی نے جہنم کا نقشہ اقلیدس کے اصولوں پر دائروں کی شکل میں بنایا۔ دانتے نے اس کی نقل کی۔ کامیڈی کا نقشہ فردوس بھی ابن عربی کی من و عن نقل ہے۔ جنت کی تعبیر میں دانتے نے دیگر تشبیہات بھی ابن عربی سے سرقہ کی ہیں یا مستعار لی ہیں۔ مغربی مفکرین و شعراء نے اسلامی ادب سے کیا کیا سرقہ کیا اہم جائزہ۔

☆ آرتھر رے می کی انگریزی کتاب ''ایران و ہندوستان کا اثر جرمنی کی شاعری پر'' جرمن ادب کی مشرقی تحریک پر پہلی کتاب ہے۔ جرمن ادب کی یہ تحریک یوروپ کے مجموعی ادب کی مشرقی تحریک کا ایک اہم اور نمایاں حصہ ہے۔ اس تحریک سے سر ولیم جونس، سر الفریڈ لائل، فٹز جیرالڈ، والیٹر، وکٹر ہیوگو جیسے بڑے بڑے ستارے متاثر ہوئے، اس تحریک کی پیداوار ترجمے بھی ہیں اور نظم و نثر کی وہ تصانیف بھی ہیں جو مشرقی شاہکاروں کی تتبع میں یا ان سے متاثر ہو کر وجود میں آئیں۔ شیکسپئر، شیلے، کیٹس، سون برن روسیتی ٹامسن کے کلام کی گرمی، جذباتی گداز اور بلندی تخیل عربی اور فارسی شاعری کا اثر ہے۔ مشرقی تحریک کے نتیجے میں عربی و فارسی کے تراجم سے یوروپی شعراء اور ادباء نے استفادہ کیا۔ یہ استفادہ اخذ، ترجمہ، توارد، سرقہ، استفاضہ کی صورت میں ان کی ادبی تخلیقات میں نمودار ہوا۔ ڈاکٹر آرتھر رے می کی کتاب ترجمے، سرقے، توارد، اخذ اور اثرات کی بحث کو تقابلی جائزے کے ذریعے عیاں کرتی ہے۔ رے می نے گوئٹے کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مشرق سے بے حد متاثر تھا۔ عربی

لباس پہنتا تھا، حقہ پیتا تھا، مشرق نے صرف اس کی شاعری کو نہیں اس کے طرز زندگی کو بھی متاثر کیا تھا۔ رے می کی کتاب کی تلخیص وتنقید وتبصرہ۔

☆ علی طنطاوی نے اپنی کتاب ''مقالات طنطاوی'' میں ڈاکٹر احمد امین مصری کے سرقے کا ذکر کیا ہے۔ ضحی الاسلام، فجر اسلام کے نامور مصنف ڈاکٹر احمد امین نے ابن جوزی کی کتاب ''صید الخاطر'' کا سرقہ فیض الخاطر'' کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب کے مضامین بھی ابن جوزی سے ملتے جلتے ہیں۔ مگر علامہ طنطاوی کے خیال میں سرقہ بھی نہایت کمتر درجے کا ہے۔ سیوطی کی شہرت بسیار نویس کے طور پر ہے، ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ وہ اپنی کتابوں میں اجزاء کے اجزاء نقل کر لیتے ہیں۔ مشرق ومغرب میں سرقہ بازی کا جائزہ۔

☆ ورجل اور دانتے کی زبان کون کہہ سکتا ہے کہ ایک ہے۔ الفُلاس، شارلے مانیہ اور گوئٹے کہنے کو تینوں جرمن ہیں لیکن ان کی زبانوں میں کتنا تفاوت ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ بائبل کا موجودہ انگریزی ترجمہ ۱۶۱۱ء کے لگ بھگ ہوا تھا۔ پادری جے بوکر نے ۱۸۶۲ء میں ایک فرہنگ شائع کی جس میں ان متروک انگریزی الفاظ کی شرح کی گئی ہے جو انجیل میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ ۳۸۸ الفاظ ہیں۔ سائنس آف لینگویج جلد اول میں پروفیسر میکس مولر کا بیان ہے کہ یہ کل استعمال شدہ الفاظ کا پانچواں حصہ ہیں۔ ڈھائی سو سال کے اندر ایک ضخیم کتاب کے الفاظ کا پانچواں حصہ استعمال سے خارج ہو گیا۔ یہ اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ آج بھی قرآن کے الفاظ متروک نہیں ہوئے، کیونکہ اس کی حفاظت قراء، حفاظ اور تراویح اور تعامل امت کے ذریعے کی گئی اور اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کا اعلان فرمایا، متروکات زبانوں کو کس طرح مٹا دیتے ہیں۔ ایک جائزہ۔

☆ شہنشاہ جرمنی سکسمنڈ کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک موقع پر لاطینی میں تقریر کرتے ہوئے Sehisma کو مذکر استعمال کیا۔ اس پر ایک مسیحی درویش نے کہا ''جہاں پناہ! یہ لفظ مذکر نہیں ہے''۔ بادشاہ نے کہا ''کون کہتا ہے یہ لفظ مذکر نہیں؟'' درویش نے جواب دیا ''حضور الیگزنڈر گیلس کہتا ہے''۔ اس پر بادشاہ نے کہا ''الیگزنڈر کون ہے؟'' درویش نے جواب دیا ''مسیحی درویش'' بادشاہ نے کہا ''میں بادشاہ ہوں''۔ میکس مولر لکھتا ہے ایک جلیل القدر بادشاہ ایک لفظ کی جنس نہ بدل سکا۔ سلطنت روما میں عیسائی درویشوں کے اثر ورسوخ اور جلال کا مطالعہ۔

☆ شہنشاہ ٹائبریس نے ایک لفظی غلطی کا ارتکاب کیا۔ مشہور لغوی مارسیلس کے اعتراض کرنے پر قواعد دان کیٹپو نے جو اتفاق سے وہاں موجود تھا، کہا ''شہنشاہ نے جو لفظ استعمال کیا وہ فصیح اور صحیح ہے اور اگر نہیں ہے تو آئندہ ہو جائے گا۔'' مارسیلس نے جواب دیا ''شہنشاہ! کیٹپو کاذب ہے۔ آپ ایک شخص کو روم کا شہری تو قرار دے سکتے ہیں لیکن ایک لفظ کو چلن عطا نہیں کر سکتے''۔ عہد روما میں شہنشاہ کو یہ جواب دینے والے زعماء آمریت میں موجود تھے جو بدترین زمانہ تھا، لیکن آج کے بہترین زمانہ جمہوریت میں ایسے دانشور، جرأت مند آزادی افکار کے دعووں کے باوجود کیوں ختم ہو گئے ہیں اور حق بولنے والوں کی تعداد کیوں کم ہوتی جا رہی ہے ایک اہم جائزہ۔

☆ لسانیات کی بحثوں میں عموماً کرنل لو اور آرتھر کوک کی لغت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ۱۸۸۶ء میں لندن سے شائع ہونے والی یہ لغت ''اے گلوسری آف اینگلو انڈین کلو کیئل ورڈز اینڈ فریزز اینڈ آف کنڈرڈ فرمس ایٹی ملوجیکل ہسٹاریکل جیوگرافیکل ڈس کرسیو'' [۷۷] نہایت نادر اور عمدہ لغت ہے۔ افسوس ہے کہ پاکستان میں اس لغت کی اشاعت کو دانستہ نظر انداز کر دیا گیا جب کہ ہندوستان میں یہ لغت ۱۹۹۴ء میں نہایت اہتمام سے شائع کی گئی ہے۔ مرتبین لغت نے انگریزی کے کئی الفاظ کا ماخذ عربی، فارسی، اردو اور جنوبی ہند کی زبانوں کو قرار دیا ہے۔ اس طرح یورپی

زبانوں سے جو الفاظ اردو میں دخیل ہوئے ان کی تفصیل بھی مہیا کی گئی ہے اور اس ضمن میں روزمرہ، عوامی زبان والفاظ کو سمیٹ کر الفاظ کی تشکیل کے ضمن میں تمام ادبی تاریخی جغرافیائی معلومات اکٹھی کی گئیں ہیں جو لفظوں کے سفر کی تاریخ کا مختصر دائرۃ المعارف ہے۔ یہ لغت بتاتا ہے کہ ایک لفظ کس طرح رنگ ولہجہ بدل کر دوسری زبان میں دخیل ہو کر مختلف زمانوں، زبانوں اور تہذیبوں سے گھل مل کر کس طرح اپنا وجود برنگ دگر نہ صرف برقرار رکھتا ہے بلکہ ایک نئی آب وتاب حاصل کر کے اصل زبان میں نامعلوم، فراموش شدہ قرار پا کر دوسری زبان میں اسی زبان کا لفظ دکھائی دیتا ہے۔ لغات کا تعارف اور لفظوں کے سفر کی تاریخ مختلف زبانوں اور زمانوں میں۔

☆ متروک الفاظ کی اہمیت کو نظر انداز کرنے والی قومیں اور تہذیبیں جلد ہی متروکات کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ ایک مختصر سا لفظ بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اگر وہ متروک ہو جائے تو اس کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے کیونکہ اب صرف لفظ نہیں رہتا گزری ہوئی تاریخ، فراموش شدہ تمدن، تہذیب اور روایت کی داستان بھی اپنے سینے میں سمو لیتا ہے اور بلبل ہزار داستان بن جاتا ہے۔ ایک مختصر سے لفظ میں ایک خاص عہد، خاص زمانے کی مذہبی تہذیبی روایات اور اقدار کی بہت سی جھلکیاں بھی ہوتی ہیں لہٰذا جب کوئی لفظ متروک ہو جائے تو یہ معمولی حادثہ نہیں ہے۔ یہ ایک غیر معمولی سانحہ ہے کیوں کہ صرف ایک لفظ متروک نہیں ہوا۔ اس سے وابستہ بے شمار روایات بھی متروک ہو گئیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تہذیب وتمدن اور مذہب کی روایات میں یا تو بنیادی تبدیلی پیدا ہوئی یا تحریف کا عمل شروع ہو گیا یا جدیدیت روایت پر غالب آ گئی یا ایسے ثقافتی، معاشرتی حالات پیدا کر دیئے گئے یا پیدا ہو گئے جن کے باعث وہ لفظ زبان سے خارج ہو گیا۔ الفاظ اپنے عہد کے نظام اخلاق اور معاشرتی رویوں کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں اور لفظوں کی تحقیق سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس عہد میں اخلاقیات کی سطح کیا تھی اور شرافت کا معیار کیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں آپ اس عہد کی مذہبی حالت کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں کہ مذہب معاشرت پر کس حد تک اثر انداز تھا اور اس کی گرفت کس درجے کی تھی۔ ’’ہر لفظ اپنی تاریخ میں اپنا شجرہ نصب پوشیدہ رکھتا ہے‘‘ ’’بہت سے لفظ ایک قوم کی سیاسی، اخلاقی، معاشرتی ترقی یا زوال کی روداد لیے ہوئے ہیں‘‘۔ لغات لفظوں کی سوانح عمری ہے کوئی خبر کوئی سانحہ اور واقعہ ایسا نہیں ہوتا جو ماضی میں ظہور پذیر ہو چکا ہو اور لغات میں درج نہ ہو‘‘ اگر ایک ایک قوم کی تاریخ کے دفتر فنا ہو جائیں مگر اس کا لغات موجود ہو تو اس کی مدد سے قوم کی تاریخ پھر مرتب ہو سکتی ہے۔ لفظ گمشدہ تاریخ، گمشدہ تہذیب وتمدن اور تاریخ کی گرد میں ملفوف واقعات وحادثات کی سچی تصویر کھینچ دیتے ہیں‘‘۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں متروک الفاظ اور متروکات کی تاریخ کا جائزہ۔

☆ برعظیم پاک و ہند میں ۱۸۳۵ء کے تعلیمی کمیٹی کے سیکریٹری اور ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن Horace Wilson کی وہ رپورٹ جس میں ولسن نے ۱۸۳۵ء میں بینٹک اور میکالے کے گٹھ جوڑ سے منظور کیے گئے قانون کے خلاف مسلمانوں اور ہندوؤں کے مشترکہ احتجاج کی رپورٹنگ کرتے ہوئے یہ تاثر دیا کہ صرف مسلمان انگریزی زبان کے خلاف احتجاجی مظاہرے کر رہے ہیں جب کہ اصلاً یہ مظاہرے عربی، فارسی زبانوں کے یک لخت خاتمے اور عربی فارسی طلباء کے وظائف پر پابندی اور عربی فارسی خوانوں پر ملازمت کے دروازے بند کرنے کے باعث ہو رہے تھے۔ ولسن جو مسلمان دشمن سنسکرت کا حامی اور وضع قطع میں برہمنوں جیسا تھا اور برہمن اسے دیوتا قرار دیتے تھے۔ ولسن نے اپنی رپورٹ میں یہ زہر افشانی بھی کی کہ ’’مسلمان انگریزی زبان کے دشمن ہیں مسلمان علماء نے انگریزی زبان کی تعلیم کو حرام قرار دیا ہے۔ ہندو تحصیل انگریزی کے شائق ہیں جب کہ مسلمانوں کا رویہ انگریزی تعلیم کی طرف غیر دوستانہ ہے۔‘‘ اسی رپورٹ کے حوالے سے تمام مسلم اور غیر مسلم محققین ومورخین نے اپنی تحریروں میں یہ حوالے دیے کہ علماء

نے انگریزی زبان کی تعلیم کے خلاف کفر کے فتوے دیئے تھے۔ سرسید کے بیٹے جسٹس محمود نے بھی اپنی کتاب دی ہسٹری آف انگلش ایجوکیشن ان انڈیا [۱۸۹۳۔۱۷۸۱ء] میں اسی کتاب سے حوالہ دیا کہ ہندو انگریزی زبان کے شائق اور مسلمانوں کا رویہ غیر دوستانہ ہے۔ [ص ۲۲۲] علماء کے خلاف ولسن کی رپورٹ کے باعث برپا کیے جانے والے طوفان کا جائزہ کہ علماء نے انگریزی کی تعلیم حرام قرار دی جب کہ انگریزی زبان کی تدریس و تعلیم کے خلاف کسی عالم کا کوئی فتویٰ موجود نہیں، کیا اس طوفان کا مقصد یہ تو نہیں تھا کہ سرسید کو مسلمانوں کا عظیم آدمی ثابت کیا جائے جس نے انھیں انگریزی تعلیم دلائی اور علماء سے تنفر پیدا کیا، ایک اہم تحقیقی جائزہ۔

☆ سرسید کے مخالف تین اکابرین مولوی عبدالعلی ڈپٹی کلکٹر کانپور، مولوی علی بخش سب آرڈینیٹ جج گورکھپور، اکبر حسین اکبر جج الہ آباد کا مفصل تذکرہ۔ یہ تینوں مخالفین سرسید سے بہتر انگریزی جانتے تھے لیکن انھوں نے سرسید کی انگریز عیسائیت نواز حکمت عملی کے باعث سرسید کے نقطۂ نظر اور تحریک کی مکمل مخالفت کی۔ ان تینوں اکابرین کے سرسید سے اختلافات کے دلائل پہلی مرتبہ منظر عام پر۔

☆ اسلام میں علوم کی تقسیم کی بنیاد صرف یہ ہے کہ علم یا وحی ہے یا غیر وحی۔ پہلی قسم کے علم میں علماء سخت متعصب محافظ واقع ہوئے ہیں۔ غیر وحی علوم چونکہ تجربی، ظنی، وضعی ہیں ان علوم کے معاملے میں علماء کے اندر بید کی سی لچک پائی جاتی ہے۔ شاہ ولی اللہ کا رسالہ ''دانشمندی'' علوم وضعی کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علوم دانش مندی اور علوم وحی میں اس درجہ امتیاز کرتے تھے کہ وہ منطق اور فلسفہ کا درس مسجد کے اندر دینا پسند نہیں کرتے تھے، لہٰذا اصل علم صرف وحی اور وحی سے ماخوذ علوم کا جامع ہے۔ عالم سے مراد علوم وحی کا عالم ہے۔ وضعی علوم ظنی قابل تعبیر اور علوم دانش مندی ہیں لہٰذا ان کے ماہر کو عالم نہیں ''فاضل'' کہا جاتا تھا۔ عالم فاضل کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو علوم وحی یا علوم نقلیہ علوم عالیہ اور علوم دانش مندی یا علوم عقلیہ، یا علوم آلیہ کا ماہر ہو۔ سرسید پہلے آدمی ہیں جنھوں نے عالم اسلام میں علم و حکمت کا مطلب سائنس و ٹیکنالوجی بتایا گویا ظنی وضعی تخلیقی علوم کو وحی الٰہی سے بھی اونچا درجہ دیا۔ اس تقسیم علم کے نتیجے میں سائنس داں عالم ٹھہرے اور علماء جاہل قرار دیے گئے لہٰذا جمال الدین افغانی تک یہ لکھتے ہیں کہ وہ عالم جو قندیل کی روشنی کے حصول کے ذریعے کے بارے میں غور و فکر نہیں کرتا خواہ اس کی روشنی میں وہ کتنے ہی علوم حاصل کرے جاہل ہے جدیدیت پسندوں کی جہالت عظمیٰ کا پہلا مفصل تذکرہ۔

☆ قدیم علماء اور جدید انگریزی خواندہ فاضل لوگوں کے منہاج علم بدل جانے سے پہلے مفاہیم علم اور اصطلاحات بدل گئی کیونکہ اصطلاحات اپنی علمیت اور اپنے منہاج سے نکلتی ہیں جس کے باعث علم کا مفہوم متعین کرنے میں بنیادی اختلاف واقع ہوگیا۔ علماء کے نزدیک کوئی درس گاہ مدرسہ کہلائے جانے کی مستحق نہیں، جب تک اس کے اندر علوم وحی نہ پڑھائے جائیں اس لیے کہ اصل علوم تو یہی ہیں۔ عہد جدید کے تمام تعلیمی ادارے علوم وضعی پڑھاتے ہیں۔ علوم وحی نہیں لہٰذا یہ مدرسے نہیں مجہلے ہیں یعنی جہالت کی جگہ اس لیے کہ وحی الٰہی سے محرومی کی زندگی جہالت کے سوا کیا ہے۔ اسلام سے قبل کے دور کو وحی الٰہی کی عدم موجودگی کے باعث عہد جاہلیت اسی لیے کہا جاتا ہے۔ جدید مجہلوں یا جاہلیت جدیدہ کا جائزہ۔

☆ اس تاریخی جھوٹ کی نشان دہی کہ سرسید کی آمد سے مسلمانوں نے مغربی علوم اور انگریزی کا مطالعہ شروع کیا۔ پرتگالیوں کی آمد سے لے کر ۱۸۷۵ء تک سرسید احمد خان کی پیدائش سے بہت پہلے مسلمان مغربی علوم کی تحصیل کر رہے تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی [۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء] نے انگریزی سیکھنے کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ البتہ اس کے



Ainda Shomraron main

حق میں ان کا فتویٰ ملتا ہے جو فتاویٰ عزیزیہ میں موجود ہے۔فرنگی محل کے عبدالحیٔ لکھنو[۱۸۸۶] نے بھی انگریزی تحصیل و تعلیم کے جواز کا فتوی دیا تھا۔علماء کے فتاویٰ کا انتخاب۔

☆ اس بہتان کی تحقیق کہ علماء نے انگریزی زبان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا جب کہ کسی ایک عالم نے کبھی انگریزی زبان کی تحصیل و تعلیم کو کفر قرار نہیں دیا۔یہ علماء پر الزام تھا تا کہ عام لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ سرسید وہ عظیم شخص ہیں جنھوں نے تمہیں انگریزی زبان سکھائی ورنہ تم کسی قابل نہ رہتے۔شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی نے جامعہ ملیہ کے یوم تاسیس ۲۹؍اکتوبر ۱۹۲۰ء کو خطبہ میں فرمایا تھا ’’آپ میں سے جو حضرات باخبر اور محقق ہیں وہ تو جانتے ہوں گے کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم و فنون سیکھنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔[رود کوثر شیخ اکرام] علماء کے خلاف شر انگیز مہم کے مقاصد۔

☆ ولیم ہنٹر نے اپنی کتاب ’’ہمارے ہندوستانی مسلمان [۱۸۷۱ء] اور گورنر جنرل کی تعلیمی کونسل کے ممبر پرنسپ Princep نے میکالے کو جواب دیتے ہوئے ۱۵؍فروری ۱۸۳۵ء کو اسی فتویٰ کا حوالہ دیا ہے۔وہ لکھتا ہے کہ ’’مسلمانوں نے انگریزی تعلیم کے حصول کے لیے شاہ عبدالعزیز سے فتویٰ لیا کہ اس بدعت کے اختیار کرنے سے ہم گنہگار تو نہیں ہوں گے اس کا شاہ صاحب نے نہایت معقول جواب دیا۔[ص۲۱۵] اس کے باوجود تمام جدیدیت پسند مفکرین اور خصوصاً انگریزی مفکرین کی جانب سے علماء ہند کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کے حقیقی مقاصد کا جائزہ۔

☆ ارشاد رسالت مآب ہے کہ ’’اگر کسی قوم کے شر سے بچنا چاہتے ہو تو اس کی زبان سیکھ لو، حضرت زید بن ثابتؓ نے رسول اللہؐ کے حکم پر سریانی زبان سیکھی، وہ عبرانی، حبشی، فارسی و رومی زبانیں جانتے تھے۔عمرو بن العاصؓ سریانی زبان سے واقف تھے۔اسلامی تاریخ میں تمام فقہا و علماء و مفتیان نے اسلام کی ترویج و اشاعت و توسیع کے لیے ہمیشہ زبانیں سیکھنے کی عام اجازت دی۔ملا سلطان علی قاری ہروی نے مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ:

**لا لعرف فی الشرح تحریم علی ای لغة من اللغات سریانیه کانت ام عبرانه هندایه، وکانت او ترکیه او فارسیه، کانت او غیرها**

شریعت اسلامیہ کے مطابق کسی زبان کا سیکھنا حرام نہیں ہے۔خواہ سریانی ہو یا عبرانی، ہندی یا ترکی یا فارسی یا کوئی اور[۵۱-۵۰]

حکیم سنائی غزنوی نے کہا تھا:

سخن از بہر دیں گوئی چہ عبرانی چہ سریانی
مکان از بہر دیں جوئی چہ جابقا چہ جا پلسا

مقصد اشاعت دین ہونا چاہیے خواہ کوئی بھی زبان سیکھو، عبرانی ہو یا سریانی، دین کی خاطر وطن بناؤ خواہ دنیا کے آخری کنارے پر بسانا پڑے۔نسائی اور ملا سلطان علی قاری کی آراء کے باوجود گزشتہ ایک صدی سے مسلمان علماء نے دوسری زبانوں کے حصول میں کیوں دلچسپی نہ لی؟ اس حکمت عملی کا پہلا ناقدانہ جائزہ۔

☆ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی کی کتاب ’’اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں‘‘ اور مولوی ذکاء اللہ کی کتاب ’’اسلامی علوم و فنون عہد اکبر بادشاہ‘‘ میں اپنے موضوع پر ضخیم ترین کتابیں ہیں ان کتابوں کی تلخیص جلد پیش کی جائے گی۔

☆ ہندوستان میں عیسائی مسلم مذہبی مناظرہ بازی کی تاریخ کا جائزہ پہلا عیسائی مناظر پادری Xavier Hier

Nymoshoer زیو ہر ہیر نیموسوئر کی فارسی مناظرانہ کتاب ''آئینۂ حق نما'' کی ترجمہ و تلخیص جس کا جواب جہانگیر کے حکم پر دربار جہانگیری کے امیر سید احمد بن زین العابدین علوی نے ''لوامع الربانی فی رد اغلاط المسیحی ''[۱۰۲۱محرم ر ۱۶۳۱ء] کے نام سے دیا تھا۔ دونوں کتابیں کوئین کالج کیمبرج میں محفوظ ہیں۔

☆ ہندوستان کے ساحلی شہر گوا کا اصل نام عربی میں ''صنداپور'' اور ہندی میں ''چنداپور'' تھا۔ ۱۵۱۰ء میں بہادر شاہ گجراتی سے ایک چرس زمین مانگ کر انھوں نے گوا پر قبضہ کیسے کیا اور گوا سے جنوبی ہندوستان، لنکا اور انڈونیشیا کے جزاء کو نوآبادی میں کیسے تبدیل کیا۔ دو صدیوں تک بحرہ عرب اور بحر ہند پر پرتگالی حکومت کے قبضے کی کہانی اور اس کے پہلے وائسرائے البوقرق کے سیاہ کارناموں کا پہلا تذکرہ۔

☆ سیموئیل مینڈر [Samuel Mander] کی کتاب The Treasury of History سے چند اہم معلومات جس میں اس نے اعتراف کیا ہے کہ ہندوستان میں فرنگی تاجر بن کر نہیں آئے تھے بلکہ فاتح اور حاکم بن کر آئے تھے۔

☆ پرتگالی وائسرائے البوقرق [۱۵۰۹ء۔۱۵۰۵ء] نے آتے ہی کالی کٹ کے راجہ زمورن کو پہلا حکم یہ دیا کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک سے جلا وطن کرے۔ پہلا اعلان یہ کیا گیا کہ ''اپنے رب کی پہلی بڑی خدمت یہ ہوگی کہ ہم مسلمانوں کو اس ملک سے جلا وطن کر دیں۔ فرقہ محمدیہ کی آگ کو ہمیشہ کے لیے سرد کر دیں تاکہ یہ پھر کبھی نہ بھڑک سکے۔ دوسرا بڑا مقصد پیش نظر یہ ہے کہ اگر ہم ساحل مالا بار سے مرچوں کی تجارت پر قبضہ کر لیں تو مجھے یقین ہے کہ مکہ اور قاہرہ دونوں ویران ہو جائیں گے۔ وائسرائے البوقرق کے فرامین کا جائزہ۔

☆ کیا وجہ ہے کہ مسلمان مورخین نے عام طور پر ہند کے مسلمانوں پر پرتگالی عیسائیوں کے وحشت انگیز مظالم سے صرف نظر کیا اور صرف برطانوی حکومت اور انگریزوں کے مظالم پر توجہ دی۔ واسکوڈی گاما نے مسلمانوں کا جہاز پکڑ کے آٹھ سولوگوں کے ہاتھ، ناک، کان کاٹ کر دانت توڑ کر اور پیر باندھ کر چٹائی میں اوپر تلے رکھا اور پتوں سے ڈھاک کر آگ لگا کر سمندر میں چھوڑ دیا۔ بالندی کو ۱۵۰۵ میں اہل پرتگال نے فتح کیا تو تمام مساجد کو مسمار کیا۔ ہزاروں مسلمانوں کو جبر و ظلم سے اور حیلوں سے عیسائی بنا لیا۔ ۱۵۵۶ء میں ٹھٹھہ پر حملہ کر کے جمعہ کے دن مسجد میر فرخ ارغون میں تمام نمازیوں کو قتل کر دیا۔ دو ہزار افراد شہید ہوئے، شہر اور مسجد میں بارود چھڑک کر آگ لگا دی۔ ایک پرتگالی افسر نے ماؤں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے معصوم بچوں کو چونا پینے والی چکی میں پیسیں۔ ۱۶۱۲ء میں Swally میں پرتگالیوں نے چار مسافر بردار مسلمان جہازوں پر قبضہ کیا اور لوٹ لیا۔ مسافروں میں جہانگیر بادشاہ کی ماں حج کر کے واپس آ رہی تھی اس کو بھی عیسائی بنا لیا گیا۔ جہانگیر کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو گجرات کے حاکم مقرب خان کو ان کی سرکوبی کے لیے مقرر کیا۔ مقرب خان نے شہر دمن پر قبضہ کر لیا۔ تمام املاک ضبط کر لیں، گرجے بند کر دیے Father Xavier کو گرفتار کر لیا، بعد میں شہنشاہ سے معافی مانگنے پر سب کو معاف کر کے املاک واپس کر دی گئیں۔ کیا وجہ تھی کہ شہنشاہ جہانگیر نے ہندوستان سے پرتگالیوں کو باہر نکالنے کے لیے کوئی کوشش نہ کی اور پرتگالیوں کے فتنے کو کچلنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کی؟

☆ مغل بادشاہوں نے غارت گر یورپی اقوام کے لوگوں کو ہندوستان میں آزادانہ نقل حمل، ملازمتوں، کاروبار، ساحلی علاقوں میں کوٹھیاں، گودام، قلعے بنانے کی اجازت کیوں دی؟ ہندوستان کے مشرقی اور مغربی ساحل پر بندرگاہوں کے ساتھ مکانات، گرجے، تجارتی کوٹھیاں سورت، گوا، بمبئی، پانڈی چری، مدراس، ہوگلی، سیرام پور، چندر گونہ پر قلعے

تعمیر کرنے اور باقاعدہ فوج رکھنے سے صرف نظر کیوں کیا؟ مغل حکمرانوں نے غیر ملکیوں کی حرکتوں پر خفگی کا اظہار تو اکثر و بیشتر کیا لیکن کبھی ان کے خلاف سخت کارروائی نہیں کی۔ اس غفلت، مدہوشی، بے نیازی کی تاریخی سیاسی وجوہات کیا تھیں؟

☆ احکام آراضی الہند۔ قاضی محمد علی تھانوی کی کتاب جس میں یہ فتویٰ دیا گیا تھا کہ چونکہ مرہٹوں کی دلچسپی چوتھ اور مال گزاری تک محدود ہے۔ دوسرے انتظامی معاملات میں وہ دلچسپی نہیں لیتے۔ صوبوں کے گورنر بدستور مسلمان ہیں، تمام شعائر اسلامی کی پابندی بلا روک ٹوک ہوتی ہے، اس لیے ہندوستان بدستور دارالاسلام ہے۔ [ولیم ہنٹر، ص ۱۱۵، ہمارے ہندوستانی مسلمان] دارالحرب اور دارالاسلام کے موضوع پر جاری کردہ ڈھائی ہزار فتاویٰ کا تقابلی جائزہ۔

☆ ہندوستان میں جہادی تحریکوں، ہزاروں مجاہدین کے جذبہ شہادت کے باوجود دارالامن، دارالعہد، دارالدعوت کی نئی اصطلاحات کیسے ایجاد ہوئی، کیا حجاز و ہند کے مختلف علماء تک غلط معلومات پہنچا کر ان سے ہندوستان کو دارالامن قرار دے کر جہاد کے خلاف فتاویٰ حاصل کیے گئے؟ نواب عبداللطیف کی محمڈن لٹریری سوسائٹی کا جہاد کے خلاف کیا کردار تھا؟ سوسائٹی کے جلسے میں شیعہ عالم مولوی کرامت علی جونپوری نے جہاد کے خلاف سب سے زبردست تقریر کیوں کی؟ منشی امیر علی خان بہادر کلکتہ [۱۸۷۱ء] کی کتاب ''جہاد جیسا کہ شیعہ سمجھتے ہیں'' میں یہ استدلال کیوں کیا گیا کہ جب تک امام ظاہر نہ ہو جہاد جائز نہیں ہے۔ امام غائب ہے اس لیے حکومت ہند کے خلاف جنگ کرنا ناجائز ہے۔ امام خمینی نے انقلاب کے لیے امام کے ظہور کا انتظار کیوں نہ کیا؟ ڈپٹی نذیر احمد کا جہاد کے خلاف فتویٰ کہ احکام جہاد مسلمانان ہند سے متعلق نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم حقوق و فرائض کو جمع کرنے بیٹھے اور جہاد کا باب تک قائم نہیں کیا۔ [الحقوق و الفرائض، جلد سوم، ص ۱۷] ابوسعید مولوی محمد حسین بٹالوی مدیر اشعۃ اللمعات کی جہاد کے خلاف کتاب الاقتصاد فی مسائل جہاد فارسی مطبوعہ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں جہاد کے منسوخ ہونے کے کیا دلائل دیے گئے اس کتاب کے اردو انگریزی، عربی تراجم Aikkins اور Sir James Lyall گورنران پنجاب کے نام کیوں معنون کیے گئے اور مصنف نے حکومت برطانیہ کی طرف سے جاگیر کیوں قبول کی۔ [ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، مسعود عالم، ص ۲۷] نواب صدیق حسن خان نے جہاد کی مخالفت میں یہ نقطۂ نظر کیوں اختیار کیا کہ اب چودھویں صدی آ گئی ہے اب قیامت آنے والی ہے اور احادیث کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ امام مہدی دنیا میں آ کر مسیحی سلطنتوں سے جنگ کریں گے۔ اس لیے مسیحی نصاریٰ کی سلطنت قیامت تک قائم رہے گی۔ اب اس سے لڑنا فضول ہے۔ [ترجمان وہابیہ کا انگریزی ترجمہ، صفحہ ۲ آکسفورڈ پریس، ۱۸۸۴ء] میاں جی نذیر حسینؒ دہلوی نے یہ کیوں فرمایا کہ اس زمانہ میں ان چار شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہیں ہے تو کیوں جہاد ہوگا ہرگز نہیں۔ [فتاویٰ نذیریہ، جلد سوم، ص ۳۸۲] میاں جی کو ۱۸۹۷ء میں شمس العلماء کا خطاب کیوں دیا گیا؟ الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے لکھا ہندوستان دارالحرب نہیں جہاں جہاد جائز ہو یہ دارالسلام ہے۔ مولوی عبدالکریم مدرس ندوۃ العلماء نے جون ۱۹۱۲ء کی اشاعت رسالہ الندوہ میں جہاد پر ایک مضمون لکھا تو مولانا شبلیؒ نے اس غلطی کی تلافی کرتے ہوئے مولوی صاحب کو معطل کر دیا اور ۲ر جنوری ۱۹۱۳ء کو اراکین ندوہ نے ایک جلسہ عام منعقد کر کے اس مضمون سے برات کا اعلان کیا۔ [صدر یار جنگ، از شمس تبریز خان، ص ۱۶۲] کیا کالے پانی بھیجے جانے والوں کو بدنام کرنے کے لیے علماء کو عوام کی نظروں میں گرانے کے لیے جان بوجھ کر اچانک علماء کو شمس العلماء کے خطابات دیئے گئے؟ انگریزوں نے مسلمان علماء اور قربانی دینے والے خانوادوں پر زبردستی انعامات کی بارش کر کے کیا یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ علماء ہمارے حلیف بن گئے

ہیں اور جہاد سے دستبردار ہوگئے ہیں۔ سلطان ٹیپو کے بیٹے شہزادہ غلام محمد کو سر کا خطاب دیا گیا۔مولوی ولایت کے خاندان کے فرد کو شمس العلماء کا خطاب دیا گیا۔امیر خان عظیم آبادی کو رہا کر دیا گیا۔لارڈ ڈفرن [۱۸۸۴۔۱۸۸۸ء] جو جسٹس امیر علی کا ہم زلف تھا اس نے مولانا فضل الحق خیر آبادی کے فرزند عبدالحق خیر آبادی کو ۱۶ر فروری ۱۸۸۷ء کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا۔ جاگیر واپس کی، لیکن مولانا نے اس جاگیر کو ہاتھ تک نہ لگایا، کسی اور شخص نے اس جاگیر پر قبضہ کرلیا، لیکن مولانا نے قبضہ کے لیے درخواست تک نہ دی اور فرمایا ''باپ کو کالا پانی اور بیٹے کی اشک شوئی''۔

☆ سرسید کے آخری ایام میں کالج کے سیکریٹری ٹرسٹی کے منصب پر ساری قوم ان کے قدیم رفیق کار مولوی سمیع اللہ دہلوی کو دیکھنا چاہتی تھی، لیکن کالج کے انگریزی اساتذہ مولوی سمیع اللہ کو نہیں پسند کرتے تھے۔سرسید اپنے بیٹے کی تمام خامیوں کے باوجود اپنے جانشین سید محمود کو اس منصب پر دیکھنا چاہتے تھے۔انگریزوں کو یہ بھی گوارا نہ تھا۔ یہ وہی سید محمود ہے جس نے سرسید کو گھر سے دھکے دے کر باہر نکالا۔کسمپرس کے عالم میں سید احمد خان ایک دوست کے گھر منتقل ہوئے، اسی کسمپری میں چار روز بعد ان کا صدمے سے انتقال ہوگیا۔سید محمود شراب نوشی میں دھت رہے، سرسید کی تدفین کے لیے چندہ جمع کیا گیا۔علی گڑھ کے اراکین سے جانشینی کے مسئلے پر سرسید احمد خان کا بحث ومباحثہ ہوا تو سرسید نے اس ناخلف اور نافرمان بیٹے کی خاطر یہاں تک کہا کہ آؤ فرانس چل کر تیغ زنی Duel کرلو کون حق پر ہے؟ سید محمود کی جانشینی کے مسئلے پر سرسید اور ان کے رفقاء کے اختلافات کا پہلا دستاویزی جائزہ۔

☆ محمد حسین آزاد کے اس تاریخی بہتان کی تحقیق کہ ختنہ شہزادگان دہلی میں اکبر کے عہد سے آج تک متروک ہے، جب اکبر نے ماں کے مرنے پر بھدرا کیا، سوگ میں تمام سردار ڈاڑھی بھنویں، منڈوادیں، دہلی کے قدیم نوشتے مخطوطے، دربار کے روزنامچے اور حکماء دہلی کی مسلیں اس الزام کی تردید کرتے ہیں۔الزام لگانے کا مقصد کیا تھا؟

☆ سرسید احمد خان نے اپنی کتاب ''آثار الضادید'' [۱۸۴۷ء] کو بادشاہ وقت کے نام سے منسوب کرنے کے بجائے انگریزی ریذیڈنٹ سرطاس مٹکاف کے نام کیوں منسوب کیا؟ اس کتاب کے ایک باب دہلی کے باکمال بزرگوں کے حالات میں سید احمد شہیدؒ اور مولوی محمد اسماعیل شہیدؒ کے حالات کتاب کے دوسرے ایڈیشن ۱۸۵۴ء سے خارج کرنے کے لیے سرسید نے پورا باب کیوں خارج کر دیا؟

☆ علی گڑھ کالج کو انگریزوں نے سب سے زیادہ چندہ کیوں دیا؟ انگریزوں نے علی گڑھ کو جداگانہ یونیورسٹی بنانے اور اردو ذریعہ تعلیم جاری کرنے کی اجازت کیوں نہ دی؟ لارڈ نارتھ بروک کی جانب سے عربی فارسی زبان کی تعلیم بطور اختیاری مضمون حاصل کرنے کی عام اجازت کی سرسید نے کھل کر مخالفت کیوں کی؟ حکومت پر یہ الزام کیوں عائد کیا کہ حکومت ہمیں جدید علوم سے بیگانہ رکھ کر پیچھے دھکیلنا چاہتی ہے۔کیا وجہ تھی کہ جب شبلی الفاروق لکھ رہے تھے تو سرسید نے عماد الملک بلگرامی کو ایک خط میں لکھا تھا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا کرے مولوی شبلی الفاروق نہ لکھیں؟ ملکہ معظّمہ کی سالگرہ کا دن ۲۴ر مئی ۱۸۷۵ء سرسید نے اس کالج کے قیام کے لیے کیوں منتخب کیا؟ لارڈ لٹن وائسرائے سے کالج کا افتتاح ۸ر جنوری ۱۸۷۷ء کو دہلی میں جشن قیصری [ملکہ معظّمہ نے قیصر ہند کا لقب اختیار کیا تھا] کے دن کیوں منعقد کیا گیا۔کسی اور دن کا انتخاب کیوں نہ کیا گیا؟ درس گاہ کا نام اینگلو محمڈن کالج کیوں رکھا گیا جب کہ محمڈن کا لفظ یورپ والے مسلمانوں کے لیے طنزاً استعمال کرتے ہیں۔مسلمانوں کا مذہب اسلام ہے محمڈن ازم نہیں۔سرسید نے علی گڑھ کی عمارت میں کیمبرج یونیورسٹی کا چربہ کیوں کیا؟ ہاسٹل کے دروازوں پر ہلال اور تاج کے نشانات کیوں کندہ کیے؟

احادیث نبوی کے بجائے کالج میں انگریزوں کے نام شکر گزاری کے جملے جگہ جگہ کیوں کندہ کرائے؟ علی گڑھ کے طلباء کا لباس پہلے پتلون اور ٹرکش کوٹ کیوں تھا، پھر شیروانی اور پتلون کیوں ہوگیا؟ کیا قدیم تہذیب وتمدن کو ترک کرنے کی ابتداء اسی بدعت سے ہوئی؟ کیا وجہ ہے کہ ہندوؤں کے ہزاروں انگریزی تعلیم کے اداروں میں کوئی ہندو کوٹ پتلون نہیں پہنتا تھا اور سب قومی لباس میں ملبوس ہوتے تھے۔ سرسید سے لے کر مصطفےٰ کمال، رضا شاہ پہلوی، امان اللہ خان کوٹ پتلون پر کیوں زور دیتے ہیں۔ وہ ہندوؤں کی طرح اپنے لباس پر فخر کیوں نہیں کرتے؟ کیا وجہ ہے کہ راسخ العقیدہ حماس کے سربراہ خالد مشعل، وزیر اعظم ہانیہ وغیرہ۔ عرب روایت کے مطابق عربی لباس کیوں پہننا پسند نہیں کرتے ہیں، حتیٰ کہ ایران اور سعودی عرب کے دورے پر گئے تب بھی ان کا لباس انگریزی تھا۔ جدیدیت سے مرعوبیت کے ظاہری مظاہر وآثار پر تحقیق۔

☆ انگریزوں کے حامی ڈپٹی نذیر احمد نے انگریزوں کے سب سے بڑے خیرخواہ سرسید کے خلاف ''ابن الوقت'' ناول کیوں لکھا؟ مولانا ابوالکلام آزاد کو عام طور پر سرسید کے مدرسہ فکر کا آدمی کہا جاتا ہے لیکن مولانا نے ایک مضمون میں سرسید کو سامری، ملت بیضاء کی تحقیر کرنے والا، مذہب بیزار، جمعیت مسلمین کو منتشر کرنے والا، مسلمانوں کو بت پرستی کی دعوت دینے والا اور سرسید کو شیاطین انس کے عمل زیر لبی کا معمول اور ''سحر خوش لقبی'' سے مسحور قرار دیا۔ [انبیاء کرام آزاد، مرتبہ مہر، ص ۳۴۰، لاہور ۱۹۷۷ء] سرسید اور ابوالکلام آزادؒ کے فکر وذہن اور تحریک کا تقابلی جائزہ۔

☆ حکومت برطانیہ کے معتمد ترین مسلمان رہنما سر آغا خان نے برطانیہ کے نمائندے کی حیثیت سے تمام مسلم ممالک کا دورہ کر کے حکومت برطانیہ کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کی کوششیں کی۔ حکومت برطانیہ کا اعتماد آغا خان کو کیوں حاصل تھا؟ برٹش میوزیم میں موجود خفیہ دستاویزات کی روشنی میں ایک جائزہ۔ سر آغا خان کا ملکہ برطانیہ کے نام خط پہلی مرتبہ منظر عام پر جس میں انھوں نے لکھا کہ مصر میں برطانوی فوجیں داخل ہوں تو اس کی قیادت کا پرچم ان کے ہاتھ میں دیا جائے، ان کی خودنوشت سوانح Memoirs of Agha Khan سے اہم اقتباسات۔ آغا خان نے شہرہ آفاق گھڑ دوڑ Derby تین مرتبہ کیسے جیتی؟ اور کتنے انعامات حاصل کیے؟ آغا خان نے یہ حکم کیوں جاری کیا کہ کوئی آغا خانی داڑھی نہیں رکھے گا جب کہ ان سے پہلے کے تمام امام داڑھی رکھتے تھے؟

☆ عبدالکریم الجیلی کے افکار کا اقبال پر کس قدر اثر تھا؟ الجیلی کے عقیدے کا مرکزی تصور وحدت الوجود تھا۔ اقبال نے انسان کامل کا تصور الجیلی کی کتاب ''الانسان کامل'' سے لیا تھا، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کتاب میں شیخ ابن عربیؒ کی مابعد الطبعیات اور عمومی حیثیت سے پورے تصوف کی مابعد الطبعیات کو پہلی بار باقاعدہ مرتب صورت میں پیش کیا گیا تھا۔ الجیلی کا انسان کامل جو ظہور ذات کے تمام پہلوؤں کا مجموعہ تھا کیا اقبال کے تصور کامل انسان کی ہو بہو تصویر ہے؟ الجیلی پر لکھے گئے اقبال کے مقالے سے لے کر خطبات تک اقبال پر شیخ ابن عربیؒ کے محسوس وغیر محسوس اثرات کا پہلا جائزہ۔

☆ امام ابن حزمؒ اندلسی نے شافعی مسلک ترک کر کے مسلک ظاہریہ کیوں اختیار کیا؟ ظاہریہ نظام فقہ کی پر جوش عقلی وکالت کے باوجود ظاہری فقہ کیوں متروک ہوگئی؟ اشاعرہ سے ابن حزمؒ کے اختلاف کی علمی وعقلی بنیادیں کیا تھیں؟ اندلس کے اس شہزادے نے اسلام کی معاشی تعلیمات کے حوالے سے جن پر تشدد افکار کا اظہار المحلیٰ میں کیا ہے اس کے محرکات کیا تھے۔ عالم اسلام میں ان انقلابی افکار کو کیوں پذیرائی حاصل نہ ہوسکی۔ مولانا مناظر احسن گیلانی ان افکار سے کیوں متاثر ہوئے؟

☆ حیدرآباد دکن کی اس مجلس انقلابی نے معاشی تعلیمات قرآن کے لیے کیا لائحہ عمل طے کیا جس میں پروفیسر غلام دستگیر، مخدوم محی الدین اور علامہ مناظر احسن گیلانی بھی شامل تھے۔ جدیدیت پسندوں، کیمونسٹوں اور مناظر احسن گیلانی جیسے راسخ

العقیدہ علماء کی یہ مجلس ابن حزمؒ کے انقلابی معاشی افکار کو کیوں مقبول عام نہ بنا سکی ایک اہم جائزہ۔

☆ ابن رشد کی حیثیت کیا شارح فلسفہ یونان کے سوا کچھ اور بھی ہے؟ اگر ابن رشد بوطیقا [Poetics] ریطوریقا [Rhetoric] کی شرحیں اور ارسطو کی مابعد الطبیعیات کی ضخیم شرحوں، افلاطون کی السیاسیہ Republic کی شرح کے ساتھ مذہب و فلسفہ کے باہمی ربط پر مبنی رسالے کتاب الفصل المقال اور کشف المناہج نہ لکھتے تو کیا مغرب فلسفہ یونان سے ناواقف رہ جاتا؟ کیا مغرب کے جدید کفر و الحاد پر ایمان لانے کا سبب ابن رشد کی تصنیفات تھیں؟

☆ کیا ابن رشد الکندی الفارابی اور ابن سینا کی تعلیمات فلسفیانہ افکار کے مکتب کا آخری آدمی تھا؟ ابن رشد کی تحریروں کے قدر دان قرون وسطیٰ کے عیسائی و یہودی علماء کیوں تھے؟ فلسفہ ابن رشد کے معتقدات کی بناء پر علماء نے ابن رشد کو ملحد قرار دیا تھا۔ علماء کا یہ موقف غلط نہیں تھا، تاریخ نے اسے درست ثابت کر دیا ہے، کیونکہ ابن رشد مسلمہ مسلم عقائد کا انکار کرنے کے بجائے ابدیت عالم، علم الٰہی کی ماہیئت، اللہ کے علم غیب، نفس اور عقل کی حکمت اور معاد کے متعلق مسلمہ افکار کو اس طرح پیش کرتے تھے کہ فلسفے سے اس کی تطبیق ہو جائے جو گمراہی کے سوا کچھ نہیں تھا، لہٰذا پورا مغرب گمراہ ہو گیا اور آج گمراہی کے بدترین مقام پر کھڑا ہے جہاں مابعد الطبیعیاتی سوالوں کے انکار کے ساتھ ساتھ آزادی کا ایک بھیانک تصور جنم لے رہا ہے جسے Delues کے الفاظ میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ابھی تک ہم ماں، باپ، بہن بھائی کے رشتوں کو برقرار رکھے ہوئے جو آزادی کی تردید ہیں یہ رشتے اس بات کا اعلان ہیں کہ تین سو سال کی جدوجہد کے باوجود انسان ابھی تک آزاد نہیں رہ سکا۔ وہ بدستور غلام ہے۔ کیا ابن رشد اور اقبال کے افکار میں مماثلت تلاش کی جا سکتی ہے؟ کیونکہ ابن رشد کے خیال میں کوئی چیز عدم سے ایک بار ہمیشہ کے لیے پیدا نہیں ہوتی بلکہ لمحہ بہ لمحہ تجدید ہوتی رہتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک تخلیقی قوت اس دنیا میں لگاتار کام کر رہی ہے جو اسے قائم رکھتی اور حرکت دیتی ہے۔ اقبال کے نظریہ تخلیقیت اور ابن رشد کے نظریہ تخلیقی قوت کا پہلا تقابلی جائزہ۔

☆ لینن نے اپنی موت سے ایک سال پہلے وصیت میں جوزف اسٹالین کو مرکزی کمیٹی کے جنرل سیکریٹری کے عہدے سے ہٹانے کی ہدایت کی تھی لیکن اس ہدایت پر عمل کیوں نہیں ہوا؟ ۱۹۲۴ء میں لینن کی وفات کے بعد اسٹالن نے لینن ازم کے مبلغ کا کردار کیوں ادا کیا؟ اسٹالین نے انقلابی ٹرٹسکی Tortsky کو روس سے جلاوطن کر کے ۱۹۴۰ء میں میکسیکو میں کیوں قتل کروا دیا وہ ٹراٹسکی سے کیا خطرہ محسوس کرتا تھا؟ کیا سقوط روس کا اصل سبب ۱۹۲۸ء میں اسٹالین کی اختیار کردہ وہ پالیسی تھی جس کے تحت صنعتی اور زراعتی ترقی کو انقلاب کا اصل ہدف قرار دے دیا گیا جسے ''نیا روسی انقلاب'' کہا گیا تھا جو ۱۹۱۷ء کے انقلاب سے بھی زیادہ تباہ کن تھا۔ زراعت کے نظریہ ملکیت اجتماعی کے تحت اسٹالن نے پچیس ملین [ڈھائی کروڑ] لوگوں کی زمینوں پر قبضہ کر لیا اور دس ملین کسانوں کو ظلم و ستم کر کے ہلاک کر دیا گیا جس کے نتیجے میں یوکرین میں قحط پڑا۔ اسٹالین نے زراعت کا خاتمہ کر دیا لیکن صنعتی ترقی کا بے نظیر نمونہ پیش کیا جس کا انجام روس کی نظریاتی تباہی کی صورت میں سامنے آیا۔ اسٹالین نے ۱۹۳۹ء میں ہٹلر سے معاہدہ کیوں کیا؟ پھر چرچل روز ویلٹ سے معاہدہ کر کے مغربی طاقتوں کی حمایت کیسے حاصل کی؟ بعض اہم معلومات کا جائزہ۔

☆ معتزلہ کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں منطقی دلائل سے لکھی گئی تفسیر ''الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل'' آج بھی مدارس میں نصاب کا حصہ ہے۔ زمخشری کے اصول تفسیر سے شدید اختلاف کے باوجود مدارس عربیہ میں کشاف کا مطالعہ کیوں کیا جاتا ہے۔ اس کتاب پر روز اول سے سخت تنقید ہو رہی ہے لیکن اس کتاب کو آج تک تمام مکاتب فکر کے کتب خانوں میں جگہ دی جاتی ہے۔ ان کتابوں کا جائزہ اور تبصرہ جن کے مصنفین سے شدید اختلاف کے

باوجود مدارس عربیہ اہل سنت و دیگر مکاتب فکر کے مدارس میں ان کتابوں کا مطالعہ تعصب کے بغیر وسعت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ایک جائزہ۔

☆ سلطان زین العابدین بڈ شاہ م[۱۴۷۰ء] نے کشمیر کو دست کاریوں کے میدان میں کس طرح رواں دواں کیا؟ سلطان کے عہد میں اسٹاک ایکسچینج،فری مارکیٹ، گرا ہم بینک، آئی ایم ایف، ورلڈ بینک، سودی اور اسلامی بینکاری، حصص مارکیٹ، فنانشل مارکیٹ، منی مارکیٹ کے بغیر کاریگری، صنعت و حرفت، شیشہ گری، قالین سازی، لکڑی کا کام، چاندی کا کام اور دیگر صنعتیں کس طرح قائم ہوئیں؟ سلطان بڈ شاہ کے عہد کی صنعتی ترقی کا جائزہ۔

☆ سر رچرڈ برٹن Sir Richard Burton[۱۸۲۱ـ۱۸۹۰ء] ۱۸۵۳ء میں ایک افغانی مسلمان کا بھیس بدل کر مدینہ اور مکہ پہنچا اور وہاں کعبہ شریف کی پیائش کی اس سفر کا احوال Piligirimage to El-Medina & Mecca [1855-1856] میں لکھا گیا۔ برٹن نے مشرقی جنسی ادبیات کے تراجم بھی کیے جن میں ''وتسائین کے کام وسترا'' Kama Sutra of Vatsayan [1853] اور آننگا رنگا Ananga Ranga [1885] شامل ہیں۔اس نے الف الیلہ کا کامل ترجمہ سولہ جلدوں میں کیا تھا۔ رچرڈ برٹن کے مطالعہ مشرقی ادبیات کا ناقدانہ جائزہ۔

☆ پرنس آف ویلز ایڈورڈ البرٹ کرسچین جارج اینڈ ریو پٹرک ڈیوڈ آف ایڈورڈ جارج ہشتم باپ کی وفات پر جنوری ۱۹۳۶ء میں ایڈرڈ ہشتم کے نام سے تخت نشین ہوا، لیکن دو بار ایک مطلقہ امریکی عورت مسز والس وارفیلڈ سپمسن Mr Wallis Warfield Simpson سے شادی کرنے کے اصرار پر ۱۰ ردسمبر ۱۹۳۶ء کو تخت و تاج سے دستبردار ہوگیا۔اس کی سوانح A Kings Story اور اس کی بیوی کی سوانح The Heart has its reason میں درج اس عہد کے انگلستان کی تہذیب معاشرت، مذہب کا تحقیقی جائزہ معہ ترجمہ و تلخیص جس میں اس بات کا بھی جائزہ لیا جائے گا کہ پروٹسٹنٹ ازم میں بادشاہ کی مطلقہ عورت سے شادی کو جرم کیوں قرار دیا گیا جب کہ بادشاہ چرچ آف انگلینڈ کا مذہبی سرپرست بھی ہوتا ہے۔ آج یہی پروٹسٹنٹ چرچ ہم جنسی کی شادی کی اجازت دے رہا ہے۔ آج چرچ اس قدر لبرل ہے تو تب اس قدر قدامت پرست کیوں تھا؟ اس سوال کا بھی جائزہ کہ ایک عورت کی محبت میں ایک شخص برطانیہ جیسی عظیم الشان ریاست سے دستبردار ہوسکتا ہے تو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں سیاسی ریشہ دوانیوں، اقدار و اختیار کی حاکمانہ رقیبانہ حریصانہ کشمکش سے کیوں دست بردار نہیں ہوسکتے اور اسلامی تحریکوں اور گروہوں کے سربراہان ذاتی انا اور خودنگری کی سطح سے بلند کیوں نہیں ہوجاتے کیا اللہ اور اس کے رسول کی محبت قلب میں جاگزیں نہیں ہے۔اہم جائزہ۔

☆ ۱۷۸۱ء میں سموئیل جانسن Samuel Johnson [۱۷۰۹ـ۱۷۸۴ء] اپنی شہرہ آفاق کتاب Lives شعراء کی سوانح حیات لکھی۔ جانسن ادب میں اخلاق کا زبردست مبلغ تھا۔ جانسن شاعر کی ذات اور اس کی شاعری کے مابین حد فاصل کھینچنے کا قائل نہ تھا، چنانچہ وہ کسی شاعر کو بحیثیت انسان ناپسند کرتا تو اس کی شاعری کو بھی ناپسندیدہ قرار دیتا، اس کا یہ اصول کیا فن اسماء الرجال کے اصولوں سے اخذ شدہ تھا۔ صحت حدیث کے لیے راوی کی ثقاہت اور شہرت نہایت اہم ہے۔ جانسن نے اس اصول کا اطلاق شعراء کے رشحات قلم پر کیوں کیا؟ جانسن کی کتاب پر جو طوفان اٹھا جانسن نے اس کا کوئی اثر کیوں نہیں لیا؟ فن اسماء الرجال کی کتب میں ہزاروں راویوں کے حالات درج کیے گئے، لیکن اس پر کوئی طوفان نہیں اٹھا اس کی کیا وجہ تھی؟ مشرق اور مغرب میں طوفان بھی کسی نہ کسی مابعد الطبیعیات یا تصور خیر سے اٹھتے ہیں۔ تصور خیر و شر بدل جائے تو طوفان کی سمت رفتار اور طاقت بھی تبدیل ہوجاتی ہے؟ تصور خیر کا ادبیات، معاشرت، معیشت، شخصیت پر کیا اثر ہوتا ہے۔ایک ناقدانہ جائزہ۔

☆ عبدالرحیم خان خانان نے فتح گجرات کے بعد اپنی تمام جائیداد اپنے سپاہیوں میں تقسیم کردی حتی کہ اپنا قلم دان بھی ایک سپاہی کو دے دیا، جو آخر میں آیا تھا اور شکایت کی تھی کہ اسے کچھ نہیں ملا۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے عہد کے لوگ اور خاص طور پر دینی لوگ اپنی وراثت جائیداد دولت کے معاملات میں خان خانان جیسی روایت کے حامل نہیں رہے جب کہ ماضی میں اس کردار کے حامل افراد کی ایک فوج ظفر موج ملتی ہے۔

☆ جدیدیت کے بانی فلسفی رینے ڈیکارٹ Rene Descartes [۱۵۹۶۔۱۶۹۰ء] Jesuits عیسائیوں کے ایک مشنری کے رائل کالج سے ۱۶۰۴ء فارغ التحصیل ہوا، اس کی علمی شہرت و مقبولیت کے باعث سویڈن کی ۲۳ سالہ ملکہ نے اسے مدعو کیا اور اس سے فلسفے کی تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ ملکہ نے فلسفہ کی تعلیم کا وقت فجر کے وقت پانچ بجے صبح طے کیا۔ اس عہد میں سحر خیزی اور جلد جاگنے کی عادت ایک فطری، حقیقی اور عمومی روایت تھی۔ سویڈن میں سردی کی شدت سے جاڑے کے موسم میں بقول ڈیکارٹ انسان کے خیالات بھی منجمد ہو جاتے ہیں۔ شدید سردی نے اسے نمونیے میں مبتلا کیا اور ڈیکارٹ ۱۶۵۰ء میں انتقال کر گیا۔ سحر خیزی کی قدیم روایت جدید صنعتی اور شہری معاشروں میں کیوں ختم ہو گئی؟ تہجد کے وقت اٹھنے اور عبادت و مطالعہ کرنے کی اسلامی روایت کا خاتمہ کیوں ہو گیا؟ کیا جدید پر تعیش طرز زندگی میں صبح خیزی ایک متروک عمل، قصہ پارینہ اور فراموش شدہ تاریخ ہے۔ صبح جلد اٹھنے کا تعلق رات کو جلد سونے سے بھی ہے۔ سحر خیزی کی روایت کا تحقیقی جائزہ سامی النسل مذاہب کی معلومات کی روشنی میں۔ کیا راتوں کو جاگنا اور دن کو سونا عہد جدید کی لعنت ہے یا اس کا رشتہ ماضی کی تہذیبوں کی تاریخ میں تلاش کیا جا سکتا ہے؟ سویڈن کی ملکہ کو تو فلسفے سے دلچسپی تھی لیکن ہمارے جدیدیت پسند مفکرین جو مغرب کے ذہنی فکری عقلی غلام ہیں مثلاً جاوید غامدی، یوسف قرضاوی اور وحید الدین خان آخر مغربی فلسفے سے آگہی کیوں حاصل نہیں کرتے؟

☆ جان رسکن John Ruskin [۱۸۱۹۔۱۹۰۰ء] نے مغربی فن مصوری کی تحقیق میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیے۔ مئی ۱۸۴۳ء میں اسکی پہلی تصنیف Modern Painters اور اٹلی کے دورے کے بعد اپریل ۱۸۴۵ء میں ماڈرن پینٹرز کی دوسری جلد نے رسکن کو فن مصوری کے نبض شناسوں میں داخل کر دیا۔ اگست ۱۸۴۸ء میں رسکن نے گوتھک طرز تعمیر کے مطالعے کے لیے شمالی فرانس کا دورہ کیا اور ۱۸۴۹ء میں اس موضوع پر طرز تعمیر کے سات چراغ The seven lamps of architecture کے نام سے معرکہ آراء کتاب لکھی۔ وینس کی مصوری پر اس کی کتاب The stones of Venice ۱۸۵۱ء میں شائع ہوئی۔ ۱۸۵۴ء میں Modern Painters کی تیسری چوتھی جلد منظر عام پر آئی، جس کے بعد اس نے آکسفورڈ میں نیچرل ہسٹری میوزیم کی تیاری میں وقت صرف کیا۔ Enlightenment کے عہد کی مصوری پر مشتمل اس کی کتاب Modern Painters کی پانچویں جلد تھی جو ۱۸۶۰ء میں شائع ہوئی۔ رسکن کے تاریخی کام کا اجمالی جائزہ اور اس بات کا تجزیہ کہ عالم اسلام میں رسکن جیسا محقق کیوں پیدا نہ ہو سکا؟ اس بات کا بھی جائزہ کہ انبیاء اور پیغمبروں کے معاشرے اور تہذیبیں مصوری کے نمونوں کے ذریعے کیوں محفوظ نہیں کی گئیں؟ کیا وجہ ہے کہ سامی النسل مذاہب کی سرزمین اور تہذیبیں فنون لطیفہ کے فساد و الحاد سے ہمیشہ معریٰ رہیں؟

☆ امام رازیؒ [۵۴۳ھ۔۶۰۹ھ] کی اکثر تصانیف کلام فلسفہ اور تفسیر سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے علم و فلسفہ کا نقطہ عروج تفسیر قرآن ''مفاتیح الغیب'' یا کتاب التفسیر الکبیر ہے تصوف میں ''المباحث المشرقیہ'' اور کلام و حکمت ''محصل افکار المتقدمین و المتاخرین من العلماء والحکماء والمتکلمین'' معرکہ کتابیں ہیں۔ لیکن فلسفہ و کلام میں اس قدر انہماک و انسلاک کے بعد وہ خود کو ملامت کرتے تھے کیونکہ ان کے نزدیک یہ علوم یقینی حقیقت تک پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اپنی وصیت میں انھوں نے

کہا: میں نے کلام کے تمام طریقوں اور فلسفے کی تمام راہوں کو آزمایا لیکن میں نے ان میں نہ اطمینان پایا نہ مجھے ان سے سکون قلب حاصل ہوا یہ دولت مجھے تلاوت سے ملی‘‘ امام رازی کا یہ تجربہ نیا نہیں۔ امام غزالی بھی اسی تجربے سے گزرے اور پھر سلوک و احسان کے سرچشمے میں پناہ لی۔ مغربی فلاسفہ نے بے یقینی کے عالم میں خودکشی کر لی یا نہایت غلیظ اور مکروہ زندگی اختیار کر لی۔ ہندوستان میں علامہ اقبال، ڈاکٹر ظفر الحسن، عبدالماجد دریا آبادی، عبدالباری ندوی، سلیمان ندوی، جیسے اکابرین کو تصوف ارادت اور خانقاہ میں سکون قلب نصیب ہوا۔ کیا وجہ ہے کہ مشرق میں علوم عقلی کا رسوخ ایک روحانی خلاء پیدا کر دیتا ہے؟ دنیا کی تاریخ میں مختلف تہذیبوں میں فلسفے سے زندگی کو پانے والوں کی آخری زندگی کے آخری لمحات کا جائزہ۔

☆ انگریزوں کے وفادار غلام اور امت مسلمہ کے غدار شریف حسین والی حجاز [۱۸۵۴-۱۹۳۱ء] کی عبرتناک زندگی کا جائزہ جو استنبول میں پیدا ہوا۔ حجاز کا والی بنا، حجاز پر قبضے اور آزادی کا خواب دیکھا۔ ترکوں کے خلاف برطانیہ کا اتحادی بنا، حجاز کی ترکی سے علیحدگی کا اعلان کیا۔ سلطان عبدالعزیز بن مسعود اور اہل نجد کو حج سے روکنے کی مذموم کوششیں کے بعد جب اہل نجد نے مکہ کی طرف پیش قدمی کی تو لوگوں کے مشورے پر خوف کے مارے تخت سے دست بردار ہو کر جدہ چلا گیا، پھر حسرت و یاس کے عالم میں عمان اور پھر قبرص منتقل ہو گیا اور وہیں جلاوطنی میں مر گیا، اس کے بیٹے امیر عبداللہ کو اردن کا حکمران بنا دیا گیا۔ شریف حسین سے شہنشاہ ایران تک عالم اسلام کے غداروں کی اندوہناک داستان کا جائزہ۔

☆ شوق محمد عبدالعلی سندیلوی کی کتاب ’’اصلاح سخن‘‘ میں شوق کی شاعری کی اصلاح کرنے والے پینتیس مستند و نامور شعراء کے نجی خطوط کا جائزہ جن میں طرح طرح کی فرمائشیں اور مطالبات تھے۔ ان خطوط کے بین السطور سے اس عہد کے شعراء کے اخلاقی انحطاط کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان جو اپنی عوامی زندگی میں اعلیٰ منصب پر فائز ہوتا ہے اپنی ذاتی زندگی میں کس قدر پستی پر اتر جاتا ہے۔

☆ جے پی تھامسن J. P. Thompson [۱۸۷۸ء-۱۹۳۵ء] پنجاب کا چیف سیکریٹری سرکار ہند کا پولیٹیکل سیکریٹری اور دلی کا چیف کمشنر رہا۔ علامہ اقبال کے تھامسن سے ذاتی اور خصوصی مراسم تھے۔ اس حد تک کہ جب پنجاب چیف کورٹ کے چیف جسٹس نے علامہ اقبال کی بحیثیت جج تقرری سے انکار کر دیا اور لاہور کے مسلم اخبارات میں اقبال کے حق میں مضامین شائع ہونے لگے تو علامہ نے تھامسن کو ایک نجی مگر خفیہ خط لکھ کر اس سے درخواست کی کہ وہ اس معاملے میں ان کی پوری مدد کرے گا۔ [خط ۱۷/۱ اکتوبر ۱۹۲۵ء بنام تھامسن، ص ۶۱۰:۲] اقبال پنجاب سے دل برداشتہ ہو کر انخلاء چاہتے تھے اور تھامسن کے قلم کی جنبش میں اپنی تمام پریشانیوں کا ازالہ دیکھ رہے تھے۔ اقبال نے امداد طلب کرتے ہوئے کشمیر کی ریاستی مجلس میں ملازمت کے حصول میں تھامسن کی دست گیری چاہی اور اسے لکھا کہ میرے آباؤ اجداد کا وطن کشمیر تھا لہٰذا مہاراجہ کشمیر کی سرکار دربار میں اقبال کو ذرا سا سہارا دیا جائے تو گویا یہ مادی اور روحانی طور پر بڑی مدد ہو گی‘‘ سرکار برطانیہ میں اقبال کے مراسم کن کن اعلیٰ عہدیداروں سے تھے؟ تعلقات کا یہ سلسلہ اقبال کی دانشوری شاعری اور عبقریت کے اعتراف کا مرہون تھا یا تعلقات کی نوعیت کچھ اور تھی۔ انگریزوں میں کون کون لوگ علامہ اقبال کی دلنواز شخصیت کے سحر میں مبتلا تھے؟ اقبال اور تھامسن کے تعلقات کا پہلا ناقدانہ جائزہ۔

☆ پروفیسر رسل نے زمین کی عمر دو ہزار ملین سال سے آٹھ ہزار ملین سال تک بتائی۔ دوسرے فضلاء کے خیال میں ایک ہزار ملین سال سے کم نہیں ایک اور تحقیق کے مطابق زمین کی عمر ایک ارب چالیس کروڑ سال ہے اور نسل انسانی کی عمر پانچ کروڑ پچاس لاکھ برس ہے۔ تازہ ترین تحقیقات کے مطابق زمین کی عمر دس ارب سال ہے۔ حقیقت میں ان تمام سائنسی تحقیقات کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ ہر سائنس دان اور فاضل کے اپنے مفروضات ہیں جنھیں ثابت کرنے کے لیے وہ اپنے اصول و

نظریات وضع کرتا ہے۔ ان اصولوں پر ایمان لانے والے سائنس داں ان مفروضات پر مبنی نتائج پر ایمان لانے کے پابند ہوتے ہیں۔ اگر آپ ان مخصوص مفروضات واصولوں پر جو ایک سائنس دان کے ذہن کی تخلیقی اختراع ہیں، ایمان نہ لائیں تو آپ زمین کی عمر معلوم ہی نہیں کر سکتے لہٰذا ایمان الہیات عقائد اور یقین کے بغیر سائنس کا کوئی سفر شروع نہیں ہوتا اور یہ یقین اس یقین پر مبنی ہوتا ہے کہ جو کچھ اس وقت پیش کیا جا رہا ہے وہ یقینی نہیں ہے، حتمی نہیں یہ کبھی بدل سکتا ہے اگر آپ اس یقین کے ساتھ اپنے علم و عمل اور تجربے کا آغاز نہ کریں تو آپ کا کام سائنٹفک کام نہیں کہلا سکتا۔ سائنٹفک میتھڈ کے بارے میں چند اہم معروضات۔

☆ تاریخ کیا ہے؟ اس کی حقیقت، حیثیت، اہمیت اور وقعت کیا ہے؟ اناڈل فرانس کے خیال میں تاریخ میں مسلسل شبہ ہی ہمارا یقین ہے۔ یہاں جھوٹ ایک طرح کا سچ ہے۔ کیا ہیروڈوٹس سے لے کر میشلے تک تمام مورخ افسانہ نگار ہیں؟ کیا تاریخ کو صداقت کی سطح پر لے آئیں تو وہ برباد ہو جائے گی، کیا تاریخ بالکل صحیح نہ سہی لیکن کچھ نہ کچھ صداقت کی حامل ضرور ہے، اس میں ایسی سچی خبریں ہیں جو اعداد و شمار میں کبھی نہ مل سکیں گی۔ کیا تاریخ حکمت ہے جو مثال سے سکھائی جاتی ہے؟ کیا تاریخ قضا و قدر کی خادمہ سچائی کی پجارن اور زندگی کی مادر مہربان ہے؟ کیا سسرو ٹھیک کہتا ہے کہ تاریخ زمانہ کی شاہد صداقت کی روشنی اور زندگی کی ملکہ ہے؟ کیا تاریخ ان نصیحتوں کی مجسم مثالیں دیتی ہے جس کی تعلیم فلسفے سے ہوتی ہے؟ کیا مسعودی مورخ کا بیان ٹھیک ہے کہ تاریخ سے کل علم نکلتے ہیں اور اس سے کل حکمت نکلتی ہے؟ کیا القرشی کا بیان درست ہے کہ تاریخ دین و دنیا کی بھلائی بتاتی ہے؟ کیا ابن المقفع کا بیان درست ہے کہ پچھلے واقعات کا سننا روحانی مسرت پیدا کرتا ہے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ تاریخ بڑے رتبے کا اور نہایت فائدہ مند علم ہے جس کی غرض و غایت اعلیٰ ہے۔ وہ سلف کے حالات اگلی امتوں کے اخلاق انبیاء کی سیرتیں، سلاطین کے طریق ہائے ملک داری اور سلف کے طور طریقوں کو ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن کیا ابن خلدون کا یہ بیان کامل سچ ہے یا جزوی سچ ہے کیونکہ اگر اس بیان کو درست مانا جائے تو ہمیں ماخذ تاریخ معلوم کرنا ہوگا۔ ماخذ کے تعین کے بغیر ابن خلدون کا بیان بے معنی ہوگا۔ کیا انجیل کے عہد نامہ عتیق و عہد نامہ جدید میں بیان کردہ تاریخ کا مطالعہ ہمیں انبیاء کرام کی عصمت کے بارے میں درست رہنمائی دے سکتا ہے؟ کیا اس تاریخ پر اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ کیا تاریخ کو روایت کرنے والا ہر فرد اپنے عہد اپنے زماں و مکاں کا اسیر نہیں ہوتا؟ اور وہ ہر بات ایک معروضی بات کے طور پر پیش کرتا ہے اور اپنے معتقدات، تعصّبات، اور جذبات کو تاریخ میں سمونے نہیں دیتا، کیا یہ نقطۂ نظر درست ہو سکتا ہے؟ کیا مسلمانوں کی موجودہ تاریخیں قرآن و سنت کے بیان کردہ اصولوں پر پوری اترتی ہیں؟ کیا الکتاب تاریخ کو جانچنے اور پرکھنے کی واحد کسوٹی نہیں ہے کیا اسلامی تاریخ نویسوں کے لکھے گئے وہ قصص، کہانیاں، حکایتیں، روایات، افسانے، واقعات، جو قرآن و سنت میں صدر اول کے معاشرے کے بارے میں دیے گئے پیمانوں سے متصادم ہیں کیا انھیں من و عن قبول کرنا ضروری ہے۔ کیا مسلمانوں کو قرآن کے اصولوں پر تحریر کردہ نئی تاریخ کی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو کس حد تک؟

☆ وادیٔ سندھ کی عظیم الشان تہذیب میں واقع سات شہری ریاستوں [City State] کے لیے تاریخ داں ''باد۔ اِی مِن'' [Bad-Imin] کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ ان ریاستوں کے نام موئن جودڑو، چانہوں جودڑو، نال، آمری، ہڑپا، نصیر آباد اور مہر گڑھ ہیں۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ ان شہری ریاستوں میں زراعت و تجارت کے باعث رزق کی فراوانی تھی اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کی تمام آبادی خوشحال تھی اور غربت کے جزیرے اور غریبوں کے علاقے یہاں موجود نہ تھے۔ غالباً اسی مادی خوشحالی اور فارغ البالی کے باعث ان سات ریاستوں نے مشترکہ طور پر اس خطے کے لیے ''باد۔ اِی''

من کا نام پسند کیا۔ اس تعریف کے مطابق مغرب میں ''بادای امن'' اور ہمارے جدیدیت پسند مسلم مفکرین اس کے مادی خوش حالی، فارغ البالی مرفع الحالی، دولت کی فراوانی کے باعث اسے خطہ رشک سمجھتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ بادی ای من کے ساتوں شہر زمین میں کیوں دفن کر دیے گئے۔ قرآن کی وہ آیت کہ اگر ہم تمام اہل زمین کو رزق کثیر عطا کرتے تو یہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے کیا مغرب اور سابقہ تاریخ میں باد۔ ای من کے تاریخی تجزیے کے لیے میزان نہیں ہے؟ اپنے اقتصاد پر اترانے والی تہذیبوں کے عبرتناک انجام پر مبنی بعض اہم تاریخی حقائق۔

☆ مارشل نے ۱۹۲۵ء میں سندھی مہروں کا معائنہ کر کے ثابت کیا کہ یہ مہریں جس تمدن کا نشان ہیں اس کی قدامت عراق کے ''اکادی دور'' تک پہنچتی ہے۔ عرب سندھ اور ہند کے روابط کے اس تفصیلی ذکر کے بغیر وادئ سندھ کی تہذیب کے سات خطوں سے برآمد ہونے والی سندھی مہروں کو پڑھا نہیں جا سکتا۔ المیہ یہ ہے کہ ان مہروں کو ابھی تک اسی لیے نہیں پڑھا جا سکا کہ پڑھنے والوں نے جان بوجھ کر عربی، عبرانی اور سامی زبانوں سے اس کے تعلق کو جوڑنے کی دانستہ کوشش نہیں کی، تاکہ اس تہذیب کا رشتہ الہامی مذہب پر یقین رکھنے والی تہذیب سے جڑ نہ جائے۔ سوسا میں جو مہر پائی گئی ہے سر جان مارشل نے اس کا زمانہ اٹھائیسویں صدی قبل مسیح قرار دیا ہے۔ ''کش'' میں جو مہر پائی گئی ہے وہ ایک مندر کے کمرے کی بنیاد سے ملی۔ اس بنیاد کا نام شمسو ایلونا ہے۔ شمسو ایلونا نے ۲۰۸۰ سے ۲۰۴۲ ق م میں حکومت کی تھی۔ یہ مہریں بتاتی ہیں کہ ۲۷۵۰ ق م سے ۲۰۵۰ ق م تک سندھ اور عراق کے درمیان آمد و رفت رہی ہے۔ یہ زمانہ عراق کے اندر سومیریوں کے زوال اور سامیوں کے عروج کا زمانہ ہے۔ ان دنوں عراق میں دو زبانیں بولی جاتی تھیں [۱] ایمے لخا [مردانہ زبان] تورانی زبان جسے سومیری مرد بولتے تھے۔ [۲] ایمے سل [زنانہ زبان] سومیریوں کی عورتوں کی زبان سامی لوگ یہ زبان بولتے تھے۔ یہ زبان عربی، عبرانی اور حبشی کی ہم نسل مگر تورانی آمیز تھی۔ اہل سندھ کا ان دونوں زبانوں سے واسطہ تھا۔ ان میں سے ایک زبان وہ لازماً جانتے تھے اور اپنے وطن سندھ میں ان میں سے ایک زبان لازماً بولتے اور لکھتے تھے۔ دنیا کی بڑی تہذیبوں میں کیا زنانہ زبان الگ ہوتی تھیں؟ کیا اردو کی ریختی اسی فلسفے کا شاخسانہ تھی؟ کیا سامی النسل مذاہب کی سرزمین میں عورتوں اور مردوں کی زبانیں مختلف تھیں کیا یہ فطرت کے عین مطابق تھا یا غیر فطری عمل تھا، زبانوں کی صنفی بنیاد پر تقسیم کا یہ نظریہ کیسے وجود میں آیا اور تاریخ کے کس کس دور اور کس کس تہذیب میں زبانوں کی یہ صف بندی قائم رہی؟ ایک لسانیاتی تحقیقی جائزہ۔

☆ دنیا کی تمام زبانیں بہ ظاہر ایک دوسرے سے مختلف ہونے کی فی الاصل ایک ہی سرچشمے کی فیض یافتہ معلوم ہوتی ہیں اور اس بات کا ثبوت بھی کہ آدم اول کی زبان ہی ان تمام زبانوں کا سرچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم اول کو روشنی اور الحق کے ساتھ زمین پر بھیجا اور اسماء کے علم سے انسان کو فرشتوں پر برتری عطا فرمائی، زبانوں کی مماثلت پر دنیا میں ہونے والے کام کے مطابق [۱] ایک صدی قبل از مسیح میں رومن گرامر دان [Marcus Terentius Varro] نے لاطینی اور یونانی زبانوں کے درمیان مماثلتوں کا ذکر کیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ لاطینی نے یونانی سے جنم لیا اس طرح زبانوں کے مابین مماثلت کا موضوع، تحقیق کا موضوع بن گیا۔ [۲] جرمنی کے ماہر لسانیات، فرانز بوپ [Franz Bopp] ۱۷۹۱۔۱۸۶۷ نے سنسکرت کی دریافت کے ذریعے دنیا کی زبانوں میں مشترکہ نکات اور مماثلت پر تحقیق کی۔ [۳] جوزف جوسٹس اسکالیگر [Joseph Justus Scaliger] ۱۵۴۰ تا ۱۶۰۹ نے یورپی زبانوں کو گیارہ مختلف گروہوں میں تقسیم کیا اور اس تقسیم کی بنیاد مترادف الفاظ کی مطابقت مماثلت اور ان کے اختلافات پر رکھی۔ [۴] مشہور ریاضی داں لیبنز Leibniz نے معلومہ زبانوں کا سرمایہ الفاظ اکٹھا کر کے جرمن سیاح پالاس Pallas کے سپرد کیا ۱۷۸۷ میں دنیا کی زبانوں کی تقابلی فرہنگ سامنے آئی جس میں دو سو زبانوں کے دو سو پچاس الفاظ [مترادفات] شامل تھے جس میں ایک سو انچاس ۱۴۹ ایشیائی اور ۴۹ یورپی زبانیں شامل



Ainda Shomraron main

تھیں اس جائزے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ایشیاء کا خطہ زبانوں، تہذیبوں، تمدنوں کے معاملات میں کس قدر زرخیز تھا۔ اسی لیے ایشیا کو گہوارہ مذاہب Craddle of Religions کہا جاتا ہے اسی لیے اس خطے میں سب سے زیادہ زبانیں بھی بولی جاتی ہیں۔ اگلی اشاعت میں افریقی امریکی اور سرخ ہندویوں کی زبانوں کا اضافہ کیا گیا اس کام کے لیے زارینۂ روس ملکہ کیتھرائن ثانی کی سرپرستی لیبنز کو حاصل رہی۔ [۵] پالاس کے تقابلی فرہنگ سے متاثر ہوکر ہسپانوی ماہر لسانیات لورینزو ایرباس Lorenzo Hervas [۱۷۳۵۔تا ۱۸۰۹] نے ۱۸۰۵ء میں زبانوں اور بولیوں کی اساس پر اقوام عالم کی تقسیم کے موضوع پر کتاب تیار کی جس میں تین سو مختلف زبانوں کے نمونے پیش کیے گئے۔ [۶] جرمن فلسفی ایڈلنگ [Adelung] نے زبانوں کی عمومی سائنس کے عنوان سے ۱۸۶۰ تا ۱۸۱۷ء اپنے نتائج فکر چار ضخیم جلدوں میں شائع کیے جس میں دنیا کی پانچ سو زبانوں اور بولیوں میں عیسائی مذہب کی ''مناجات ربانی'' کے نمونے درج تھے۔ [۷] ۱۵۹۷ء میں ایک اطالوی سیاح بوناونتوراولکانیئس [Bonaventura Vulcanius] نے اپنے مشاہدے کی بناء پر جرمن اور فارسی زبانوں میں بائیس مشترکہ الفاظ کی نشاندہی کی۔ [۸] سولہویں صدی میں ایک اطالوی باشندے سیستی [Sassetti] نے سنسکرت اور اطالوی زبانوں میں چھ، سات، آٹھ، نو، خدا، اور سانپ کے لیے ایک ہی قسم کے الفاظ استعمال ہونے کی نشان دہی کی جسے اطالوی میں سئے Sei، ستے، آٹو، نودے، دلوا اور سرپ سنسکرت میں سس، سیت، اسٹو، ناوا، دلوا، سرپ کہتے ہیں۔ [۱۰] آسٹریلیا کے عالم کارمیلائٹ پولینس [Carmelite Paulinus] نے ۱۷۹۸ء میں ژند، سنسکرت اور جرمن زبانوں کی مشترکہ خصوصیات کی نشاندہی کی۔ [۱۱] ایک مسیحی پادری پونس Pons نے ۱۷۴۰ء میں سنسکرت یونانی اور لاطینی کے درمیان بعض مشابہتوں کا ذکر کیا۔ [۱۲] سر ولیم جونز William Jones [۱۷۴۶ء تا ۱۷۹۴ء] نے ۱۷۸۶ء میں سنسکرت، یونانی، لاطینی، جرمنی، کلٹی اور فارسی کے درمیان باہمی لسانی رشتوں کا ذکر کیا۔ [۱۳] زبانوں کی صوتیات، لغات، صرف ونحو، کے وسیع مطالعات کے بعد بعض ماہرین لسانیات ایک ایسی زبان تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو دنیا کے تمام لوگ آسانی سے بول سکیں، اس عالمی زبان کے باعث وحدت عالم کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا، اگر یہ کوشش کامیاب ہوگئی تو اس بات کا امکان پیدا ہوسکتا ہے کہ گفتگو کے ذریعے عالمی مسائل حل کیے جاسکیں لیکن ''اسپرانتو'' زبان کا تجربہ ناکام ہو چکا ہے جسے یورپ کی مشترکہ زبان کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ [۱۴] اردو، یونانی، اوستائی، سنسکرت، کناری، پنجابی، تلگو، فارسی، تامل ملیالم، لاطینی الفاظ کے تقابلی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے الفاظ ان زبانوں میں مشترک ہیں حتیٰ کہ تلفظ میں بھی کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ [۱۵] مشہور جرمن، ماہر اثریات سرارل اسٹائن نے بتایا کہ ۱۹۰۱ء میں چینی ترکستان خاص کر ختن کے علاقے میں کھدائیوں کے دوران سنسکرت، براہمی، خروشتی، یونانی، چینی رسم الخط میں مذہبی نوعیت کے کتبات ملے ہیں جو عیسوی عہد کے پہلے تین یا چار سو سال کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی آثار قدیمہ کی کھدائی ہوئی ہے وہاں مذہبی کتبات عبارات، علامتیں برآمد ہوئی ہیں۔ مذہب اس قدر قدیم ہے جس قدر یہ کائنات قدیم ہے لہٰذا یہ تصور کہ انسان نے مذہب ایجاد کیا۔ محض مغرب کی مذہب دشمنی کے بطن سے برآمد ہونے والا فلسفہ ہے۔ [۱۶] روس کے ماہرین لسانیات کی تحقیق ہے کہ چینی ترکستان کے بعض علاقوں میں ایسے قبائل موجود ہیں جو وادئ سندھ کی موجودہ زبانوں سے ملتی جلتی زبان استعمال کرتے ہیں۔ [۱۷] روس کے ایک مشہور ماہر شرقیات یوسف اورانسکی [Josif Oransky] نے وسط ایشیاء میں بعض ایسے قبائل کا سراغ لگایا جو آج بھی ایسی زبان استعمال کرتے ہیں جن کا پنجاب کی مختلف بولیوں سے گہرا رشتہ موجود ہے یہ لوگ پنجابی اور لہندا زبانوں سے مشابہ زبان استعمال کرتے ہیں اس زبان کا نام پریاہ [Paria] ہے۔ [۱۸] پنجابی، اردو، فارسی اور یونانی میں بہت سے الفاظ مشترک ہیں مثلاً ناؤ، موسیقی، ققنس، زمرد، فانوس، کلید، خربوزہ، یہی

صورت حال اردو، پنجابی، سنسکرت، لاطینی، یونانی، اطالوی، جرمنی، سلاوی، روسی، آئس لینڈی، گاتھی، لتھوانی زبانوں کے تقابلی مطالعے سے سامنے آتی ہے، جہاں زمین، بہار، پروا، پتی، دیو، راجہ، برس، پیلا، مزدوری، شہد، امرت، بہو، خسر، تین، سات، دس، سرخ، بھورا کے الفاظ مشترک ہیں۔[۱۹] آج بھی پنجابی عورتیں چھوٹے بچوں کو بہلاتے ہوئے یہ جملہ ضرور بولتی ہیں ''جراساہ لئو ہُنے نیکڑ ودے دنیّ آں''اس جملے میں لفظ نیکڑ و یونانی زبان کے لفظ نیکٹار Nektar بمعنی دیوتاؤں کا مشروب یا شہد کی بدلی ہوئی شکل ہے پنجابی میں یہ نیکڑ وسرچشمۂ شیر مادر[Nipple] کے لیے مستعمل ہے۔[۲۰] فارسی میں حروف صحیحہ کی تعداد ۳۱ ہے جن میں صوتی لحاظ سے ہم مخرج حروف بھی شامل ہیں ان میں سے بیشتر عربی سے مستعار ہیں۔ اگران مستعار عربی حرفوں کو فارسی سے خارج کردیا جائے تو باقی صرف بیس حروف رہ جائیں گے۔ جو آریائی صوتیات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ایران میں فارسی زبان کو عربی اثر سے آزاد کرانے کی تحریکوں کے باوجود عربی کے اثرات کو ختم نہیں کیا جاسکا۔ ترکی میں تین سال کی کوششوں کے بعد عربی اور فارسی الفاظ کو ترکی زبان سے خارج کردیا گیا لیکن ۱۹۴۵ء میں جو آئین پارلیمان نے منظور کیا اس آئین کے ترکی مسودے میں عربی وفارسی کے ایک سو چالیس الفاظ موجود تھے۔[۲۱] یونانی میں حرف صحیحہ کی تعداد ۱۹ اور لاطینی میں ۱۷ ہے سنسکرت حروف کی تعداد ۳۳ ہے۔[۲۲] اردو کا صوتی نظام براہمی حروف تہجی کے تحت آتا ہے۔ لیکن اس کے لیے سامی رسم الخط استعمال کیا جاتا ہے۔[۲۳] سنسکرت زبان میں دراوڑی الاصل الفاظ کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔[۲۴] دنیا کی تمام زبانوں کی ابتداء صرف گیارہ قسم کے معنی اور چودہ قسم کے الفاظ سے ہوئی۔ دنیا بھر کے بَسِیط حروف کو پانچ جنسوں میں تقسیم کرسکتے ہیں، ان میں اکثر حروف صرف ہجے کے اختلاف سے الگ نظر آتے ہیں ورنہ حقیقت ان کی ایک ہی ہے۔[۲۵] اصل حروف جو دنیا بھر کی زبانوں میں مشترکہ طور پر ادا کیے جاتے ہیں صرف چودہ ہیں۔ دنیا بھر کے ماہرین لسانیات وفلسفہ لسان کی تحقیقات کا حاصل اوپر تفصیل سے پیش کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام زبانیں ایک ہی زبان سے نکلیں اور پھر ہجے، تلفظ، فاصلے، تہذیبی وتمدنی ارتقاء، تجربات وحوادث کے باعث اصل زبان کے ساتھ ساتھ بدلتی ہوئی زبانیں وجود میں آتی رہیں لیکن ان کے بنیادی حروف مشترک رہے جو چودہ ہیں۔ زبانوں کی مماثلت کی تاریخ تحقیق کے نئے زاویوں کی روشنی میں۔

☆ مغلیہ سلاطین جو ترکی النسل تھے اور ازبکی ترکی زبانیں جانتے تھے اپنے ۶۰۰ سالہ طویل اقتدار کے باوجود ان کی زبان کے الفاظ کی تعداد فرہنگ آصفیہ کے مطابق اردو میں صرف ۱۰۵ ہے۔ دیگر مقامی زبانوں کا کم وبیش یہی حال ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مغل بادشاہوں نے کبھی مقامی زبانوں پر جبراً اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ اگر مغل بادشاہ ہر سال ایک لفظ بھی مقامی زبانوں میں شامل کرتے تو اردو اور دیگر زبانوں میں ترکی، ازبکی زبانوں کے کم ازکم ۶۰۰ الفاظ تو ضرور موجود ہوتے۔ مغلوں کی حکومت میں زبانوں کی صورت گری کا جائزہ۔

☆ جنوب میں باغی بہمنی سلطنت مغلیہ حکومت کے لیے خطرے کا سبب بنی لیکن اس خطرے نے اردو زبان کو حیرت انگیز سرکاری سرپرستی عطا کی۔ شمال سے بالکل مختلف نظر آنے، اپنی شناخت قائم کرنے، اپنی انفرادیت کے اظہار اور ایران سے قریبی روابط کو نمایاں کرنے کے لیے علاء الدین حسن بہمن شاہ[متوفی ۱۳۴۷ء] نے اردو کو بہمنی سلطنت کی سرکاری زبان قرار دیا۔ ابراہیم عادل شاہ دوم کے دور میں اس نے فارسی زبان کے بجائے درباری زبان کا درجہ بھی حاصل کرلیا تھا۔ بہمنی سلطنت میں اردو زبان کے فروغ سے لے کر انگریزوں کے عہد میں فورٹ ولیم کالج کے قیام تک اردو زبان کی سرکار ودربار میں سرپرستی کا جائزہ۔ اردو دنیا کی واحد زبان ہے جس میں ترکی اور ازبکی بولنے والے مغل بادشاہ بھی مادری زبان سے زیادہ اچھی شاعری کرتے تھے۔

☆ دنیا کی تاریخ میں ایسا بہت کم ہوا ہے کہ اپنی مادری زبان کو ترک کر کے غیر مادری، غیر سرکاری، غیر علمی اور نئی زبان میں کسی غیر اہل زبان نے اس درجہ کی شاعری کی جیسی شاعری جنوب کے بادشاہوں نے کی اور یہ سلسلہ صرف ایک دو بادشاہوں تک محدود نہ رہا ہو۔ اس لحاظ سے یہ اعزاز تاریخِ ادبیات میں صرف اردو شاعری کو حاصل ہے جس کے بڑے شعراء میں علی قطب شاہ اور بہادر شاہ ظفر شامل ہیں جن کی مادری زبان ازبک تھی۔ ''تزک بابری'' ازبکی میں لکھی گئی لیکن اس میں کئی الفاظ اردو زبان کے شامل ہیں، اسی طرح اکبر اردو میں گفتگو کرتا تھا، شاہ جہاں اردو میں خط و کتابت کرتا تھا اور اس کے عہد میں شعراء اردو میں شاعری کر رہے تھے۔ اردو کے فروغ کا اصل سبب وہ عورتیں تھیں جو مغل درباروں، حرم سراؤں میں کثرت سے داخل ہوئیں ان کی کثرت اور ان سے محبت کا یہ عالم تھا کہ مغل اپنی زبان ازبک بھول گئے، جہانگیر کو تزک بابری کے فارسی ترجمے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ ایک ہزار سال قدیم اردو کے مخطوطات کی نثر اور اشعار آج بھی سمجھے جاسکتے ہیں۔ اس طرح اردو میں الفاظ و زبان کا تغیر بہت زیادہ نہیں ہے۔ اگر ایک ہزار سال کے متروک الفاظ کی فہرست تیار کی جائے تو دنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلے میں اردو کے متروک الفاظ کی فہرست بہت محدود ہوگی۔ زبانوں کے پھیلاؤ اور اثر پذیری میں عورتوں کا حصہ تاریخ کی روشنی میں۔

☆ ذیل میں ان کتابوں کے نام اور ہندوستانی مصنفین کے نام جنھوں نے سرقہ سے کتابیں تیار کیں۔ **شاپنھاور** شوپنہاور کی جہاں تک زندگی اور فلسفے کا تعلق ہے، مجنوں گورکھپوری کی کتاب تمام تر ٹامس وٹیکر کی تلخیص و ترجمہ ہے۔ ابواب و عنوانات بھی انھوں نے اسی سے اخذ کیے ہیں۔ **صحابیات:** نیاز فتح پوری نے لکھی ہے اور دار المصنفین کی کتاب سیر الصحابیات ان کا ماخذ ہی نہیں حاصل ہے۔ **فتنۂ تاتار:** ایم اسلم کی مشہور کتاب ہے مگر اس ناول نگار نے دوسرے مشہور ناول نگار عبدالحلیم شرر کی کتاب زوالِ بغداد کو اپنا حاصل بنالیا ہے۔ **آغاز ہستی:** مجنوں گورکھپوری کی کتاب ہے مگر کہتے ہیں کہ برنارڈ شا کی کتاب Back to Methnila ان کے سامنے تھی۔ **مصرف رقّاصه:** پطرس بخاری کی کتاب ہے، میری کوریلی ان کے سامنے تھی۔ **طلسمات:** عبدالحلیم شرر کی کتاب ہے اور ملک العزیز ورجینا بھی، رام بابو سکینہ کا بیان ہے کہ اسکاٹ کی تصنیف ان کے سامنے تھی۔ **خواب هستی:** مرزا محمد سعید کی کتاب ہے۔ چارلس ریڈ کا چربہ ہے۔ **الحمراء کی کهانیاں:** غلام عباس نے لکھیں، واشنگٹن ارونگ کی انگریزی کتاب اسی نام سے ہے الحمراء کی کہانیاں۔ **کرنیں، شگوفے حماقتیں:** شفیق الرحمٰن...... لیکاک کا سرقہ، [Library Lappes] **پچھتاوے:** شفیق الرحمٰن...... ڈیمن رینیاں کا سرقہ [Good solder shewich] **سلیم الله خاں** [افسانه]: منٹو...... سمرٹ ماہاھم کا سرقہ **منجدھار میں** [ڈرامه]: منٹو...... سمرٹ ماہم کا سرقہ۔ **جاڑے، سردی گرمی** [افسانه] : فرحت اللہ بیگ...... Destrninter series 5th۔ **مرزا مینڈکی** [افسانه]: ایم اسلم...... مارک ٹوئین کا سرقہ [Jumping frog] **نرگس:** ایم اسلم...... ایلگز ینڈر ڈوماز، کا سرقہ [Lady with the canalions] **رات** [افسانه]: اے حمید موپاساں کا سرقہ [Night] **مثلث** [افسانه]: عزیز احمد...... ڈمر چارلس کا سرقہ۔ **کلیاں** [افسانه]: عزیز احمد...... ڈمر چارلس کا سرقہ **ابھوش:** پریم چند...... ایوام آڈن کا سرقہ۔ **گنا:** مجنوں گورکھپوری...... ٹینی سن اور ٹامس ہارڈی کا سرقہ [Tess] **ترقی پسند ادب:** عزیز احمد...... ڈیوڈ گوما کا سرقہ [Croche] **تاریخ الدولتین:** نیاز فتح پوری...... جرجی زیدان، التمدن الاسلامی کا سرقہ۔ **دلیر مجرم:** ابن صفی...... پٹیرسنی کا سرقہ [The centre design] **نیلی سوئی:** مظہر انصاری...... پیٹرسنی کا سرقہ [The centre design] **پہاڑوں کی ملکه:** ابن صفی...... سرایچ رائیڈر ہیگرڈ کا سرقہ۔ **خونی دیوتا:** ابن صفی...... سرایچ رائیڈر ہیگرڈ۔ **انور:** ابن صفی...... لیلی چارٹرس 'دی سائمن ٹمپلر ] کا سرقہ

☆ ماہنامہ مہر نیم روز اور حسن مثنیٰ ندوی نے سرقہ نویسی اور سرقہ بازوں کے سلسلے میں جہاد اکبر کیا۔اس کی تفصیلات کا جائزہ۔

☆ حالی نے لکھا ہے کہ علماء انگریزی مدرسوں کو مچھلے کہتے تھے۔لوگ عام طور پر یہ جانتے تھے کہ انگریزی تعلیم محض سرکاری نوکری کا ذریعہ ہے نہ یہ کہ اس سے علم حاصل ہوتا ہے۔کیا علماء اور عوام کی رائے جو ۱۸۳۵ء میں تھی آج بھی درست نہیں ہے؟ انگریزی تعلیمی اداروں سے علم پھیل رہا ہے یا جہل اور ان سے نکلنے والے دین و دنیا دونوں کی نعمتوں سے کیوں محروم ہیں؟

☆ سرسید وہ پہلے آدمی ہیں جنھوں نے علوم دانش مندی کے لیے قدماء کی اصطلاح ترک کر کے ان کے لیے بھی عالم کا لفظ استعمال کرنا شروع کر دیا جس سے عالم کا واضح مفہوم خلط ملط ہوگیا۔سرسید اور جدیدیت پسندوں کی اس حکمت عملی کے پس پشت محرکات، اسباب، وجوہات اور اس کے خطرناک اثرات کا جائزہ۔

☆ ۱۵۹۰ء میں پرتگالی مسیحی مشن نے ''ہندوستانی'' میں مغربی تعلیم کی تدریس کے فروغ کے لیے فارسی، اردو پرتگالی زبان پر مشتمل پہلی لغت تیار کی جس کا نام Lexicon Language Indostanicae تھا۔یہ اردو زبان کی اولین لغت ہے۔ پادری فرانسیس نے ۱۷۷۸ء میں اردو زبان کی قواعد گوا سے شائع ہوئی جس کا نام Grammatica Hindostani ہے۔تدریسی ضروریات کے لیے اس نے ایک مختصر کتاب ہندوستانی میں شائع کی جو اردو زبان کی پہلی درسی کتاب ہے۔اردو زبان کی ترویج میں عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی خدمات کا جائزہ اور اس کے اصل محرکات۔

☆ ۱۵۹۱ء میں Jesuit Mission نے لاہور میں اکبر سے ملاقات کی تو اکبر نے فرنگی زبان کا مدرسہ لاہور میں کھولنے کا مطالبہ کیا تھا۔اس مدرسے میں اکبر کے پوتے اور امراء کے بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ برعظیم پاک و ہند میں انگریزی تعلیم کا یہ مدرسہ سرسید کے علی گڑھ سے دوسو سال پہلے کام کر رہا تھا، اکبر نے اپنے بیٹے کو پادریوں کے علوم سیکھنے کا بھی حکم دیا تھا لیکن پادریوں نے تعاون نہ کیا۔اکبر کا وزیر عبدالرحیم خان خانان فرنگی زبان میں مراسلت کرتا تھا اور کئی زبانیں جانتا تھا۔بعض نئے انکشافات۔

☆ B.D. Basu کی کتاب The Rise of Christian Power in India کی تلخیص و ترجمہ۔

☆ O.K. Nambriar کی کتاب Kunjlis Markar اور Mahajan کی کتاب History of India after 1526 کی تلخیص و ترجمہ۔

☆ مورخ کبیر زین الدین معبری کے مخطوطے ''تحفۃ المجاہدین'' کا ترجمہ و تلخیص جس میں پرتگالی دہشت گردوں کے ہندوستانی مسلمانوں پر مظالم کی تفصیل دی گئی ہے۔

☆ علم الاقوام کے مولف ڈاکٹر عمر بیرن اہرن فیل کے مطابق پرتگالی افریقہ سے حبشیوں کو پکڑ کر ہندوستان میں فروخت کرتے تھے۔گوا اور کونکن غلاموں کی منڈیاں تھیں، اسی لیے گوا کے عیسائیوں میں حبشی خون شامل ہے اور ان کا رنگ کالا ہے۔ساحل مکران اور ہرمز سے بلوچستان اور سندھ میں حبشی غلام ''شیدی'' بھیجے جاتے تھے اور موجودہ حبشی شیدی انہی غلاموں کی نسل ہے کیا ڈاکٹر عمر کی یہ تحقیق مکمل درست ہے یا جزوی طور پر؟

☆ ۱۷۵۷ء کے مجاہد مجنون شاہ مستانہ مداری کے گروہ مجاہدین کا تذکرہ جو نواح دہلی میوات سے چل کر بنگال جاتے اور وہاں انگریزوں کے خلاف جنگ کرتے تھے۔ بنگالی مورخین انھیں سنیاسی گروہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔

☆ اگر شاہ محمد اسحاق و شاہ محمد، شاہ عبدالغنی ہندوستان سے ترک وطن نہ کرتے تو کیا سرسید احمد خان جیسے لوگوں کو

مسلمانوں کی قیادت کا موقع مل سکتا تھا؟ ایک اہم جائزہ۔

☆اقبال نے پیام مشرق میں کئی جگہ آئین اسٹائن کا ذکر کیوں کیا دیباچہ میں یہ کیوں لکھا کہ تہذیب وتمدن کے خاکے سے فطرت زندگی کی گہرائیوں میں ایک نیا آدم اور اس کے رہنے کے لیے ایک نئی دنیا تعمیر کرنے کا دھندلا سا خاکہ ہمیں آئن اسٹائن کی تصانیف میں ملتا ہے۔سائنس کے نظریہ اضافیت سے علامہ اقبال کی غیر معمولی مرعوبیت کا راز کیا تھا؟ انھوں نے یہ کیوں لکھا کہ:

چہ من گویم از مقام آں حکیم نکتہ سنج
کرد زود شتے زنسل موسیٰ عمران ظہور

[ترجمہ: میں اس عقل مند فلسفی کے مقام کے بارے میں کیا کہوں موسیٰ ابن عمران کی نسل گویا یہودیوں میں ایک نئے زردشت یا پیغمبر کا ظہور ہوا۔]

اس پیغمبر نے دنیا کو کیا پیغام دیا؟ اس پیغمبر کی تعلیم سے انسانیت کو صراط مستقیم مل سکی یا نہیں؟ اقبال کی سائنس کے بارے میں رجائیت پسندی کا تحقیقی جائزہ۔مغربی ناقدین سائنس کی روشنی میں۔

☆شافعی محقق تاریخ داں، ماہر علم الانساب ابن خلکانؒ کے اس فتوے کی تحقیق جس کے باعث انھیں قید کردیا گیا جو قلاوون کی تخت نشینی کے خلاف دمشق کے گورنر شنقر کی بغاوت کا جواز فراہم کرتا تھا اس کے باوجود ابن خلکان کو تین ہفتے بعد رہا کر کے قاضی القضاۃ کیوں بنادیا گیا؟

☆ابن عرب شاہ[۷۹۱ھ۔۸۵۴ھ] کی تاریخی کتاب ''عجائب المقدور فی نوائب تیمور'' کا ترجمہ اور تلخیص اس کتاب میں سمر قند اور وہاں کے علماء اور تیمور کی شخصیت کے بارے میں نادر معلومات ملتی ہیں۔

☆ابن قیم کی کتاب اعلام الموقعین دہلی سے ۱۳۱۳ھ میں شائع ہوچکی تھی، لیکن اقبال نے اس کا مطالعہ مسعود عالم ندوی کے توجہ دلانے پر اپنے آخری زمانے میں کیا؟ اگر اقبال فقہ اسلامی پر عبور رکھتے تھے تو اس قدر اہم کتاب سے ناواقف کیوں تھے اور اس کے مطالعہ میں اس قدر تاخیر کا کیا سبب تھا؟ اقبال الطریق الحکمہ فی سیاستہ الشریعہ، البیان فی اقسام القرآن، کتاب الروح، زادالمعاد کے مطالعے سے کیوں محروم رہے؟ کیا یہ کتابیں ہندوستان میں دستیاب نہ تھیں؟ مطالعات اقبال کی کمزوریوں کا پہلا مفصل جائزہ۔

☆ابوالبرکات بغدادی[۴۷۰ھ۔۵۶۰ھ] کے اس دعوے کا جائزہ کہ وہ ارسطو کے مقام کو پہنچ گیا ہے۔کیا فخرالدین رازیؒ پر ابوالبرکات کے نہایت گہرے اثرات تھے؟ ابوالبرکات کی کتاب ''المعتبر'' کا فلسفہ وطبیعات میں کیا مقام ہے؟ ابوالبرکات کے رسالے ''العقل و ماہیۃ'' اور ''اختصار التشریح من کلام جالینوس'' نے مغربی فکر وفلسفے پر کیا اثرات مرتب کیے؟

☆ سلطان مسعود غزنوی سوم کے دربار سے منسلک پانچویں صدی ہجری کے ایرانی مصنف ابوالمعالی کی کتاب ''بیان الادیان''[۴۸۰ھ/۱۰۹۲ء] جسے فارسی زبان میں مذاہب کے بارے میں لکھی گئی پہلی کتاب قرار دیا جاتا ہے۔ترجمہ وتلخیص اسے غزنوی عہد کے نثری شہ پاروں میں کیوں شمار کیا گیا ایک جائزہ۔

☆ عثمان البستی کے نام امام ابوحنیفہؒ کے خط کا مکمل ترجمہ جو امام ابوحنیفہؒ کی واحد مستند تحریر ہے۔الفقہ الاکبر کا حصہ اول Wensick کی تحقیقات کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کی تحریر ہے اور بقیہ حصے ان کے شاگردوں کا کام ہے۔امام رازیؒ [م۶۰۶ھ] نے مناقب الشافعی میں کیوں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی جب کہ الفہرست ابن ندیم نے امام صاحب کی چار کتابوں کے نام دیے ہیں [۱] الفقہ الاکبر [۲] البستی کے نام خط [۳] العالم والمتعلم [۴] الردعلی

القدریہ

☆ لوتھروپ اسٹوڈرڈ[Stoddard] کی مشہور کتاب The new world of Islam پر علامہ امیر شکیب ارسلان کی تعلیقات ''در حاضر العالم الاسلامی'' کا ناقدانہ جائزہ۔ واضح رہے کہ اس کتاب کا عربی ترجمہ مع شرح الاستاذ عجاج شائع ہو چکا ہے۔

☆ کیا بابا لول علامہ اقبال کے مورث اعلیٰ تھے؟ صوفی غلام محی الدین رجسٹرار دہلی یونیورسٹی کے پی ایچ ڈی کے مقالے ''کشمیر'' کے ایک ممتحن اقبال تھے اور صوفی صاحب نے خواجہ اعظم دیدہ مری کی کتاب ''واقعات کشمیر[۱۱۴۸ھ] علامہ اقبال کو پیش کر کے بابا لول سے ان کا خاندانی تعلق ثابت کیا تھا ایک طالب علم اور ممتحن کے مابین تعلقات کی نوعیت کیا تھی؟ بابا لول حج کے بارے میں قدیم ترین ماخذ ''نورنامہ'' ۱۰۴۶ھ علامہ اقبال کی نظر سے کیوں نہ گزری؟ علامہ اقبال اور محمد دین فوق نے صوفی غلام محی الدین کی معلومات پر انحصار کیوں کیا؟ پروفیسر اکبر کاشمیری کی تحقیقات اس سلسلے میں کیا رخ دکھاتی ہیں؟

☆ سیف الدین الآمدی[۵۵۱ھ۔۶۳۱ھ] کی کتاب ''احکام الاحکام فی اصول الاحکام'' کیا علامہ اقبال کی نظر سے گزری تھی؟ اقبال نے اس کتاب پر کیا حاشیے لکھے تھے۔ اصول فقہ شافعی پر اس کتاب کے سوا اقبال نے شافعی فقہ پر کن کن کتابوں کا مطالعہ کن علماء کی نگرانی میں کیا تھا؟ ایک جائزہ۔

☆ شیراز کے قاضی القضاۃ شافعی عالم امام البیضاویؒ[۶۸۵ھ۔۱۲۸۶ء] کی مشہور زمانہ تصنیف ''تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل'' کی کل ۸۳ شروحات لکھی گئیں۔ کیا علامہ اقبال نے اس کتاب کا اور اس کی شروحات کا مطالعہ کیا تھا؟ کیا اقبال فقہ پر ان کی کتاب منہاج الرصول الی علم الاصول اور الغایہ الفضوی فی درایۃ الفتویٰ سے واقف تھے؟ کیا اقبال نے علم کلام پر ان کی کتاب مصباح الارواح اور طوالع الانوار من مطالع الانظار کا مطالعہ کیا تھا۔ بیضاوی شیراز کے قاضی کا منصب چھوڑ کر تبریز کیوں گئے تھے؟ فارسی میں ان کی واحد کتاب ''نظام التواریخ'' جو تاریخ عالم سے بحث کرتی ہے اس کی تلخیص اور ترجمہ

☆ ''امیر المومنین فی الحدیث'' شافعی عالم الدار قطنیؒ[۳۰۶ھ۔۳۸۵ھ] کو ''دیوان الحمیری'' کیوں ازبر تھا؟ کیا اسی وجہ سے ان پر یہ شبہ کیا گیا کہ وہ شیعیت کی طرف مائل تھے۔ احادیث کے انتقادی مطالعے کے فروغ میں الدار قطنیؒ کا کیا کردار رہا؟ کیا کتاب ''العلل'' کی تمام جلدیں دستیاب ہو گئیں اور ان کی مولف سے نسبت میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا؟ ''الالزامات علی الصحیح'' میں درج احادیث کا مختصر انتخاب مع ترجمہ[یہ وہ حدیثیں ہیں جو بخاری و مسلم کی شروط کے مطابق ہیں لیکن ان کی کتابوں میں نہیں]

☆ الزبیر بن بکار م ۲۵۶ھ کے مخطوطے ''انساب قریش واخبارہم'' کے آخری نصف حصے کی تلخیص و ترجمہ، الزبیر نے المتوکل کے بیٹے الموفق کے لیے تاریخی معلومات پر مبنی کتاب ''کتاب الموفقیات'' لکھی تھی اس کتاب کی تلخیص و ترجمہ۔

☆ کیا مولانا روم نے علامہ الزمخشری[۴۶۷ھ۔۵۳۸ھ] کے افکار اور معذوری کے باعث لکڑی کے پاؤں کی طرف اس شعر میں لطیف اشارہ کیا ہے۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

[ترجمہ: منطقیوں کے پاؤں لکڑی کے ہوتے ہیں اور لکڑی کے پاؤں تو بہت کم زور ہوتے ہیں] شاعری میں علمی اشارات کی تاریخ کا ناقدانہ جائزہ اور ایسے اشعار کا قیمتی انتخاب۔

☆ نواب سر امین جنگ کی کتاب Notes on Islam کا محاکمہ یہ کتاب کن مقاصد کے تحت کس کے لیے لکھی گئی تھی؟

☆ جیمس باسیول Jame Boswell [۱۷۴۰۔۱۷۹۵ء] کی شہرہ آفاق کی کتاب The Life of Samuel

Johnson اور روزنامچہ [Journal] کا ترجمہ و تلخیص ان دونوں تصانیف کے مطالعے سے اردوخواں طبقات کے سامنے چند اہم معلومات آسکیں گی۔

☆ اقبال کے فکر و فلسفے پر برگساں کی کتاب Two Sources of Morality & Religion [1935] کا کتنا اثر تھا۔ برگساں کے خیال میں یہ سرچشمے وجدان و عقل ہیں۔ اقبال کے یہاں بھی یہی تصورات پائے جاتے ہیں اور اقبال بھی وجدان کے اظہار کے وسیلے فنون لطیفہ، فلسفہ اور صوفیوں کے عارفانہ مشاہدات و تجربات کو سمجھتے تھے کیا اقبال کا تصور زماں برگساں کے فلسفے کا توارد ہے یا چربہ۔

☆ حضرت بابا تاج الدین ناگپوری[۱۸۶۲۔۱۹۲۵ء] کو یورپین لیڈیز کلب کے سامنے عالم جذب میں کھڑے ہونے کے باعث ۲۶/اگست ۱۸۸۹ء کو پاگل خانے میں داخل کرادیا گیا تھا۔ مہاراجہ رگھوجی راؤ بھونسلے نے سولہ برس بعد حضرت بابا صاحب کو پاگل خانے سے رہا کرا کے اپنے محل شکر درہ میں لے آئے۔ ہندو پارسی، عیسائی ان کے مرید تھے، ۱۹۲۳ء میں ناگپور میں ہندو مسلم فساد آپ کی آمد کے ساتھ ہی لمحوں میں ختم ہوگیا تھا۔ بابا ناگپوری کے ایام اسیری کے احوال و آثار کا ایمان افروز تذکرہ۔

☆ تزکیہ نفس کے مصنف مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم کی طبیعت میں شدت اور غصہ کے اسباب اور وجوہات کا جائزہ۔ کیا وجہ تھی کہ مولانا امین احسن اصلاحی درس، حدیث اور درس قرآن میں کسی نہ کسی بہانے ڈاکٹر اسرار احمد اور مولانا مودودیؒ کا ذکر لے آتے اور انتہائی ناگوار و درشت اور غیر اخلاقی لہجے میں ان شخصیات پر تواتر کے ساتھ نہ صرف تبرّیٰ فرماتے بلکہ ان کی مذمت میں ہر دلیل اور ہر ہتھیار بلاتکلف استعمال فرماتے۔ ڈاکٹر اسرار کے بارے میں کئی مرتبہ دوران درس قرآن وحدیث یہ فرماتے کہ ''ایک کالا کوا ہے جو شہر میں کائیں کائیں کرتا پھرتا ہے'' مولانا مودودیؒ کے بارے میں فرماتے کہ ''وہ ایک بددیانت شخص تھا جس نے سیرت النبیؐ کے نام پر پیسے کھائے'' جب کہ مولانا مودودیؒ کے بدترین دشمن بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ کی سیرت چنبیلی موتیا موگرا کے پھولوں کی طرح اجلی تھی اور حرص دنیا میں انھیں کبھی مبتلا نہ دیکھا گیا۔ دنیا بار باران کے سامنے پیش ہوئی مگر انھوں نے اسے ٹھکرا دیا۔ اپنے شاگردوں اور احباب کی خصوصی نشست میں علماء کرام اور دینی مدرسوں کے خلاف زہر اگلتے اگلتے اصلاحی صاحب نے ارشاد کیا کہ دنیا کی بدترین مخلوق یہ مولوی ہیں، مولویوں کے تمام مدرسے بند کر کے انھیں فارغ کر دیا جائے۔ ایک شاگرد نے برجستہ پوچھا حضرت والا پھر کفن دفن کا انتظام کیسے ہوگا؟ مولانا سکتے میں آگئے سنبھل کر اٹھے تو فرمایا امت کوئی متبادل ڈھونڈ لے گی۔ انھیں ترکی یاد نہ آیا جہاں مصطفیٰ کمال اتاترک نے ستر سال پہلے یہی فلسفہ پیش کر کے تمام دینی مدارس بند کر دیے، اذان، عربی، عمامہ، جبہ، سب پر پابندی لگادی جب کفن دفن کے مسائل اٹھے تو ریاست کی سرپرستی میں دینی تعلیم اور دینی مدرسوں کو قائم کرنا پڑا جس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اسلام، مولوی اور مدرسے کا متبادل کوئی نہیں صرف اسلام مولوی اور مدرسہ ہی اس کا متبادل ہے۔ مولانا اصلاحی کے غم و غصے اور سیماب صفت مزاج کا ایک شاہکار وہ نقطہ نظر ہے جس کے مطابق اصلاحی صاحب نے ہر اس شخص کو واجب القتل قرار دیا جو نظم قرآن کا قائل نہیں ہے۔ اصلاحی صاحب کی ذات میں اس شدت پسندی کا حقیقی سرچشمہ کیا تھا؟ امین احسن اصلاحی کی سیرت، مزاج، عادات اطوار اور اسلوب حیات کا پہلا تنقیدی محاکمہ۔ اس نشست میں اصلاحی صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں اردو کا ادیب اعظم بننا چاہتا تھا لیکن بعض مجبوریوں کے باعث ادیب اعظم نہ بن سکا، وہ مجبوریاں کیا تھیں؟

☆ جے پی تھامپسن Thompson ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۱ء تک پنجاب کے چیف سیکریٹری کے عہدے پر فائز رہا، پھر سرکار ہند

میں [۱۹۲۱۔۱۹۲۷ء] پولیٹیکل سیکریٹری ہوا۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۲ء تک دلی کا چیف کمشنر رہا، پھر رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا نائب صدر رہا۔ علامہ اقبال سے تھامپسن کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ اقبال اور تھامپسن کے تعلقات اور بعض نادر غیر مطبوعہ خطوط کے حوالے سے پہلی مرتبہ اس موضوع کا تحقیقی جائزہ۔

☆ سلطان ٹیپو نے ۱۷۸۴ء میں ایک سفیر قسطنطنیہ بھیجا، لیکن روس سے جنگ کے باعث سفارت واپس آ گئی۔ سلطان نے ایران، افغانستان اور شاہ فرانس کے پاس بھی سفارتیں بھیجیں اور امید افزاء جوابات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان سفارتوں کے ذریعے سلطان ٹیپو کیا نتائج حاصل کرنا چاہتے تھے؟ انگریزوں نے فروری ۱۷۹۲ء میں دوبارہ سرنگاپٹنم کا محاصرہ کرنے کے بعد مصالحت کر لی اور چھ سال کے بعد گورنر جنرل مارکویس آف ویلزلی Marquis of Wellesley نے اچانک میسور پر حملہ کیوں کیا؟ کیا انگریز ٹیپو کی بیرونی سفارتوں سے خوف زدہ تھے۔ سفارتوں اور حملے کی اندرونی کہانی۔

☆ جوش ملیح آبادی نے ۱۹۳۴ء میں حکومت ہند سے ''خان بہادر کا خطاب'' کیوں قبول کر لیا تھا؟ کیا وجہ ہے کہ جوش ملیح آبادی کا کوئی شعری مجموعہ بازار میں دستیاب نہیں؟ اتنے بڑے شاعر انقلاب کے کلام کا کوئی مجموعہ دوسری بار شائع نہیں ہوا؟ کلام جوش کی عدم پذیرائی کا تحقیقی جائزہ۔

☆ حکیم حاذق گیلانی متوفی ۱۰۶۸ھ سلطنت جہانگیر و شاہ جہاں میں امتیازی مناصب کا حامل اور اس عہد کا ممتاز شاعر تھا۔ مورخین اسے طرز نو کا آغاز کرنے والا بھی لکھتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ ایسے ممتاز شاعر کا دیوان آج تک شائع نہیں ہو سکا۔ حکیم حاذق کے کلام کے نمونے اور نقادوں کی طرف سے بے التفاتی کے اسباب کا جائزہ۔

☆ امیر حبیب اللہ خان نے ۱۹۱۱ء میں سائنسی، ادبی، سیاسی پندرہ روزہ جریدہ ''سراج الاخبار الافغانیہ'' جاری کیا تھا، اس کے چند شمارے بعض نجی ذخیروں میں محفوظ ہیں اس جریدے کا اشاریہ اور علمی و تحقیقی محاکمہ۔

☆ خوشحال خان نے آخری وصیت یہ کی تھی کہ ''مجھے ایسی جگہ دفن کرنا جہاں مغل سواروں کے گھوڑوں کی گرد نہ پہنچ سکے'' کیا خوش حال خان کی تدفین اس کی خواہش اور آرزو کے مطابق ہو سکی؟ کیا عہد جدید کے فرعونوں سے مقابلہ کرنے والے مجاہدین عصر حاضر میں اپنی تدفین کے لیے ایسی کسی خواہش کا اظہار کر سکتے ہیں اور کیا اس خواہش کو عملی روپ دیا جا سکتا ہے؟

☆ Prof. E. J. W. Gibb کی شہرہ آفاق کتاب A History of Ottoman Poetry [چھ جلدیں] کا جائزہ، ترجمہ اور تلخیص اس کتاب پر کیمبرج نے اسے ایم اے کی اعزازی سند عطا کی تھی۔

☆ Malcom Lyall Darling [۱۸۸۰۔۱۹۶۴ء] صوبہ پنجاب کے فنانشنل کمشنر رہ چکے تھے۔ انھوں نے پنجاب کے کسانوں اور ان کی معیشت و معاشرت پر چند اہم کتابیں لکھیں تھیں جو اپنے موضوع پر آج بھی منفرد کام ہے۔ Wisdom & Waste in Punjab Village 1934. اور دوسری کتاب The Pungab Peasantry in prosperity & debt 1925. ڈارلنگ کی کتابوں کا ترجمہ و تلخیص پہلی مرتبہ منظر عام پر۔

☆ امام راغب اصفہانی کے بارے میں جلال الدین سیوطی کا خیال تھا کہ وہ معتزلی ہیں، لیکن بدرالدین زرکشی کی تحریر سے انھیں معلوم ہوا کہ وہ امام السنۃ تھے۔ حاجی خلیفہ کے مطابق امام راغب کی کتاب الذریعہ کو امام غزالی ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تھے، جس سے راغب کے علمی مقام و مرتبہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ امام غزالی کی پسندیدہ کتاب کا تعارف۔ ایک جائزہ۔

☆ مستشرق ارنسٹ ریناں Ernest Renan [۱۸۹۱ء] کی کتابوں The future of science [1] پی ایچ ڈی کے مقالے Averroes & Averroism [2]، Studies of Religion History [3]، Moral & [4]

Critical Essasاور حضرت مسیحؑ کی سوانح Life of Jesus[۱۸۶۳ء]،The Apostles[عیسیٰؑ کے بارہ حواری]، Saint Paul[۱۸۶۹ء]،The History of the Origin of Christianity آغاز مسیحیت کی تاریخ، The Antichrist[۱۸۹۶ء] دجال،Festival of the Universe تماشائے کائنات کا اجمالی جائزہ۔تلخیص، تبصرہ اور ترجمہ۔

☆ شیخ الاشراق سہروردی شہاب الدین مقتول[۵۴۹ھ۔۵۸۷] اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ناموں کو لوگ عام طور پر خلط ملط کر دیتے ہیں جب کہ دونوں ہستیاں دو مختلف نقطہ ہائے نظر کی حامل ہیں۔ شیخ یونانی اور نوافلاطونی نظریات اور اشراق [Neoplatonism] سے بے حد متاثر تھے جس نے انھیں عالم کفر کی سرحدوں پر پہنچا دیا لہٰذا ۵۸۷ھ میں حلب کے مقام پر سلطان صلاح الدین کے بیٹے ملک الظاہر کے حکم پر شیخ کو الحاد زندنہ فلسفہ میں مبتلا ہو کر صراط مستقیم گم کر دینے اور اس الحاد کو عام کرنے کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ شیخ کی مشہور کتاب ''حکمت الاشراق'' کا ترجمہ، تلخیص اور تنقیدی جائزہ۔

☆ ملاصدرا کی کتاب اسفار اربعہ کا ترجمہ جامعہ عثمانیہ کی جانب سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے سپرد کیا گیا تھا اور اس کا خطیر معاوضہ بھی دیا گیا تھا لیکن مولانا مودودیؒ یہ ترجمہ کیوں مکمل نہ کر سکے؟ اس ترجمے کی اصلاح کا کام علامہ مناظر احسن گیلانی کے سپرد کیوں کیا گیا؟ علامہ مناظر احسن گیلانی نے اپنے خطوط میں جو شائع ہو چکے ہیں مولانا مودودیؒ کے ترجمے کے بارے میں کیا رائے قائم کی؟ کیا مولانا مودودیؒ قدیم فلسفے سے زیادہ مناسبت نہیں رکھتے تھے؟ علامہ مناظر گیلانیؒ اور مولانا مودودیؒ جدید فلسفے کے مباحث مفاہیم اور مقامات سے کس قدر آگاہ تھے؟ ایک تقابلی جائزہ۔

☆ علامہ عبدالعزیز میمن کی کتاب ''اقلید الخزانہ'' کا نام پروفیسر محمد شفیع نے فہرست الخزانہ کیوں رکھا؟ پروفیسر شفیع نے اس کتاب پر علامہ کا تحریر کردہ مقدمہ طباعت کے وقت کیوں خارج کر دیا؟ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر علی گڑھ اور پرنسپل اورینٹل کالج مسٹر وولنر کے درمیان پروفیسر محمد شفیع کے بارے میں علامہ عبدالعزیز میمنی کی شکایت پر کیا گفتگو ہوئی۔ اقلید الخزانہ کے مولفین کے حالات پر مشتمل غلط سلط فہرست ڈاکٹر شیخ اقبال [والد داؤد رہبر] کے قلم سے کیسے شائع ہوگئی؟ پروفیسر شفیع کے ۷ صفحات کے اعتراضات میں علامہ میمنی نے ۵۷ فاش غلطیاں نکال کر کسے ارسال کیں؟ علامہ میمن کا مقالہ جو مجلّہ المجمع العلمی العربی دمشق میں شائع ہوا اس سانحے کی تفصیلات سے آگاہ کرتا ہے مقالے کا اردو ترجمہ پہلی بار۔

☆ تعلیمی نقطہ نظر سے علم کو چار اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے علوم الٰہیہ، علوم مادیہ جیسے سیاحت جغرافیہ، علوم تربیت ذہنی مثلاً ریاضی الجبرا سائنس ادب، علوم تہذیب النفس۔ کیا علوم کی یہ چار تقسیمیں درست ہیں یا علوم نقلیہ وعلوم عقلیہ کی ہی مزید تشریح و توضیح کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ ایک جائزہ۔

☆ مسلمانوں کی شمسی سال کے متعلق تحقیقات کا مزید تحقیقات سے موازانہ۔ رصد گاہ ملک شاہی اور رصد گاہ ایل خانی جس کے نگراں عمر خیام اور محقق نصیر طوسی تھے۔ سال شمسی کی مقدار ۳۶۵ دن ۵ ساعت اور ۴۹ دقیقہ بتائی تھی جب کہ رصد گاہ مراغہ کے اندلسی عالم محی الدین المغربی [یحییٰ محمد بن ابی الشکر] نے شمسی سال کو ۳۶۵ دن ۵ ساعت ۴۸ دقیقہ یعنی ۴۶ ثانیہ کم بتایا تھا۔ اس فرق کا جائزہ جدید تحقیق کی روشنی میں

☆ تاریخ ادب ہے یا علم یا حکمت کیا تاریخ محض وقائع، حوادث اور سوانح ہے؟ کیا تاریخ نسل انسانی کی سرگزشت ہے یا گزشتہ واقعات کا انکشاف، کیا تاریخ محض تفکر، تخیل، مصوری اور افسانہ وافسوں ہے۔ کیا تاریخ کا تعلق قلم سے ہے ذہن سے

ہے یا کدال سے؟ کیا تاریخ نسبتی Ralative سچ ہے یا کامل سچ۔ تاریخ ورائے خاک ہے یا دنیائے خاکی کا محضر نامہ۔ کیا یہ قول درست ہے کہ ہر تاریخ رد کرنے کے لائق نہیں ہوتی خصوصاً اس لیے کہ ''کوئی لکھی ہوئی چیز ایسی نہیں ہے جو دنیا میں ایک بار پڑھے جانے کے قابل نہ ہو'' تاریخ وادب کے دلچسپ انکشافات۔

☆عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن میں موضوع کے اعتبار سے پہلا درجہ عبادات کا ہے، دوسرا اخلاقیات کا اور تیسرا معاشرہ کا۔ حالانکہ اگر قرآن مجید کی سورتوں کے عنوانات کی درجہ بندی موضوع کے اعتبار سے کی جائے۔ تو یہ عام خیال بالکل غلط ثابت ہوگا۔ ساٹھ فی صد سے زیادہ سورتوں کے عنوانات کا تعلق اس دنیا سے ہے جو انسان کو مسخر کرنی ہے، اس معاشرہ سے ہے جو انسان کو تعمیر کرنا ہے اور اس فلسفہ تاریخ سے ہے جو اس کام میں انسان کی رہنمائی کرسکتا ہے۔ تفصیل اس درجہ بندی کی کچھ یوں ہے:

| موضوع | تعداد عنوانات | فیصد |
|---|---|---|
| مادی وطبعی | ۳۲ | ۲۶٫۶۶ |
| عقیدہ ومکتب فکر | ۲۹ | ۲۴٫۱۴ |
| معاشرہ اور سیاست | ۲۷ | ۲۲٫۵ |
| تاریخ وفلسفہ تاریخ | ۱۷ | ۱۴٫۱۴ |
| اخلاق ورفتار ۴ | ۳٫۳ | |
| مسائل مالی | ۴ | ۳٫۳ |
| عبادات | ۲ | ۱٫۷ |

قرآن ایک World View یعنی جہاں بینی کی اساس فراہم کرتا ہے۔ یہ اساس توحید ہے۔ اس بنیاد پر فلسفہ، تاریخ، انسان شناسی اور جامعہ شناسی مل کر ایک نظریے کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ نظریے پر عمل کرنے سے ایک مثالی معاشرہ بنتا ہے جس میں مثالی انسان پیدا ہوتے ہیں۔ توحیدی نقطۂ نظر کے چار پہلو ہیں۔ دنیا کس بنیاد پر استوار ہے۔ فلسفہ تاریخ کیا ہے؟ معاشرہ کیسے وجود میں آتا ہے؟ انسان کی پہچان کیا ہے؟ توحیدی جہاں بینی کے مقابلہ میں بے شمار نظریات ہیں۔ ماتریالیسم، رآلسیم، شکاکیت، تاؤئیسم، شرک، ثنویت، ایدہ آلیسم، بے خدائی، اگزیستانسیالیسم وغیرہ وغیرہ۔ شریعتی مَلِک، مالک اور ملا کو ایک طرف رکھتے ہیں اور خدا اور مردم کو دوسری طرف۔ امتیازات میں پہلا درجہ کتاب پھر ترازو اور پھر آہن ہے کتاب انسانیت کی بنیاد ہے۔ ترازو وکتاب پر آئین کو حاوی نہ ہونے دے زندان طبعیت، زندان تاریخ، زندان معاشرہ، زندان ذات پہلے تین خانوں سے عقل وعلم کے ذریعے انسان نکل آتا ہے چوتھے سے صرف وحی کے سوا رہائی کا کوئی راستہ نہیں ڈاکٹر شریعتی کی مارکسی فکر میں پوشیدہ جدیدیت کی گمراہیوں کا جائزہ۔

☆نارمن فنکلسٹائن Norman Finkelstein کی کتاب Beyond Chutzpah: On the misuse of anti semiticism and Abuse of history امریکہ میں آج کل توجہ کا مرکز ہے۔ یہ کتاب ہاورڈ یونیورسٹی کے نسل پرست اور اسرائیل کے زبردست حامی قانون کے پروفیسر درشوٹز کی کتاب Chutzpah [1992] کی جعلسازی اور سرقہ بازی بے نقاب کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ نارمن فنکلسٹائن جو خود ایک یہودی ہے، اپنی کتاب میں اسرائیل کا اصل چہرہ دکھایا ہے۔ نارمن The Holocaus Industry کا مصنف بھی ہے جس نے پوری یہودی دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ De

Paul University شکاگو میں سیاسیات کا پروفیسر ہے اور اپنی تازہ ترین تصنیف میں اس نے ہاورڈ میں قانون کے صیہونی پروفیسر Allan Dershowitz کے علمی بت کو مسمار کر دیا ہے۔ پروفیسر درشووٹز جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور ان کی بعض کتابیں صیہونیت، یہودیت اور اسرائیل کی رواں حکمت عملی کی مدلل مداحی کرتی ہیں، ہمیشہ سے فلسطینیوں پر اسرائیل کے مظالم کے معذرت خواہانہ حامی رہے ہیں۔ اپنی کتاب [1992] Chutzpah اور The Case for Israel [2003] میں انھوں نے صیہونیوں کے حق میں جذباتی دلائل بھی دیے ہیں مگر نارمن فنکسٹائن نے Beyond Chutzpah میں پروفیسر درشووٹز کو دھوکہ باز، جھوٹا اور سارق قرار دیا ہے۔ کتاب The case for Israel کے تعارفی باب میں ہاورڈ کے پروفیسر درشووٹز نے دعویٰ کیا تھا کہ کتاب میں دی گئی معلومات اور حقائق کو دیکھ کر وہ لوگ یقیناً حیران رہ جائیں گے جو ہمیشہ یک طرفہ ذرائع سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو اسرائیل فلسطین تضاد پر شایع ہونے والی تاریخی تعصّبات سے بھرپور Peer کی انگریزی کتاب سے واقف ہیں وہ اس کتاب کے مندرجات سے قطعی حیران نہیں ہوں گے۔ نارمن کی تحقیق کے مطابق اپنی اس کتاب میں درشووٹز نے جان پیٹر کی یادگار تاریخی دھوکا بازی پر مبنی تصنیف From time immemorial کے تمام ماخذات کا چربہ کر لیا ہے۔ نیز اس نے انتہائی بے شرمی سے نہ صرف Peter کے مواد کی ہو بہو نقل کی ہے۔ بلکہ انھوں نے بہ بانگ دہل اس کتاب سے مواد چوری کیا ہے، اس عمل کی سنجیدہ اہل علم طبقہ [اسکالرز] نے مذمت بھی کی ہے۔ یہ عالمانہ بدنامی ہے یا سرقہ بازی یا دونوں؟ چند سال قبل دونوں پروفیسرز کو ایک ٹی وی شو میں درشووٹز کی کتاب پر گفتگو کرنے کے لیے بلایا گیا تو فنکسٹائن نے مصنف پر الزام لگایا کہ مصنف نے ایک بڑا دھوکہ تخلیق کیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہونے والی تکرار ایک جنگ کی صورت اختیار کر گئی۔ فنکسٹائن کا کہنا تھا کہ اسے اس دھوکے سے صدمہ پہنچا ہے اور یہ صدمہ اس لیے شدید ہے کہ یہ ہارورڈ کے ایک پروفیسر کی طرف سے ہے جبکہ قانون کے پروفیسر درشووٹز نے اس الزام کو مسترد کرتے ہوئے اسے فنکسٹائن کی ذاتی مخاصمت کا نتیجہ قرار دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اصل مسئلے پر گفتگو کرنے کے بجائے اس کی ذات کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جو حرکت ہاورڈ کے پروفیسر نے کی ہے۔ اسی کا ارتکاب اگر وہاں کا طالب علم کرتا تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا؟ فنکسٹائن نے اپنی کتاب Beyond Chutzpah کے اجراء کے بعد یہ سوال کیا۔ کیا آپ اس کا جواب جاننا چاہیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسے ہارورڈ سے نکال دیا جاتا تو پھر ہارورڈ فنکسٹائن کے اس قدر سنجیدہ الزامات کے جواب میں کیوں خاموش ہے؟ کیا یہاں طلباء کے لیے ایک قانون اور پروفیسرز کے لیے دوسرا قانون ہے؟ ایسا سوچا جا سکتا ہے کیونکہ ہارورڈ یونیورسٹی کا موجودہ صدر Lawrence Summers ایک یہودی اور اسرائیل کا حامی ہے۔ MIT کے مثالی دانش ور نوم چومسکی نے فنکسٹائن کے کام کی تعریف کی ہے اور اسے ٹھوس، اہم اور بہت زیادہ معلومات انگیز کتاب قرار دیا اس نے درشووٹز کو اسٹالن کے انداز کا ٹھگ قرار دیا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر علوی شلیم کا کہنا ہے کہ Beyond Chutzpah ایک نہایت عالمانہ مطالعہ ہے جو کہ بعض امریکی یہودیوں کے لیے موجودہ اسرائیل کے حوالے سے بہتر روشنی ڈالے گا یاد رہے کہ یہ دونوں پروفیسر یہودی ہیں۔ اور یہ اپنی نسل کے لوگوں کی طرف سے فلسطینیوں کے اوپر غیر اخلاقی اور ظالمانہ رویے کے شدید مخالف ہیں۔ کتاب کی اشاعت رکوانے کے متعلق درشووٹز کا کہنا ہے کہ وہ اس کتاب کی اشاعت کے خلاف ہر قدم اٹھائے گا ایسے وقت میں جب یہودی قوت ہر اس شخص کے لیے خطرناک اور مہلک ہے جو اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ درشووٹز نے کیلیفورنیا کے گورنر شوارٹز نجر سے درخواست کی ہے کہ اس کتاب پر پابندی عائد کی جائے جس کے جواب میں گورنر کے قانونی امور کے مشیر نے جواب دیا کہ وہ اس معاملے میں کسی بھی قسم کا دباؤ استعمال نہیں کرنا چاہتے کیوں کہ یہ علمی آزادی کا معاملہ ہے۔

نیویارک کی مشہور کتابوں کی دوکان بارنے اورنوبل [B&N] جہاں تمام مقبول کتابیں دوکان کے سامنے سجائی جاتی ہیں وہاں نارمن فنکسٹائن کی کتاب سامنے موجود نہیں تھی بلکہ یہ دوکان کے پچھلے حصے میں رکھی گئی تھی اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ دکان کے مالکان یہودیوں کے خلاف کوئی بھی مواد سامنے نہیں رکھنا چاہتے اس سے فوراً یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ اس کے علاوہ اور کیا کیا چیزیں چھپائی گئی ہوں گی؟

B&N نے اس کتاب پر گفتگو کے لیے فنکسٹائن کو دعوت دی تھی بعد ازاں اس دعوت کو بھی یہ کہہ کر منسوخ کر دیا گیا کہ یہ بہت زیادہ متنازعہ معاملہ ہے اس بات سے کون واقف نہیں ہے کہ متنازعہ کتاب سب سے زیادہ فروخت ہوتی ہے B&N نے اس لفظ کا سہارا لے کر اس دباؤ کو چھپانے کی کوشش کی ہے جو اس سلسلے میں اس پر ڈالا گیا ہے۔ یہ دباؤ کس کی طرف سے ہے؟ اس سوال کا جواب اس بات سے حاصل کیا جا سکتا ہے کہ نوبل بک اسٹور درشووٹز کی نئی کتاب The Case for the Peace کے لیے ایک تقریب منعقد کر رہا ہے۔ اس کتاب پر اسرائیلی وزیر اعظم جنرل ایریل شیرون کے توصیفی کلمات ہیں جو کتاب کے گرد پوش پر تحریر ہیں معروف مصنف جان فار لے Counter Punch میں لکھتا ہے ”یقیناً یہاں کوئی تضاد نہیں ہے“۔

کیمبرج میساچوسٹس اور ہاورڈ میں قائم ایک صدی قدیم کتابوں کی دکانوں نے کتاب اور اس کے مصنف سے اختلاف کیا ہے دوکان پر کھڑے ہوئے ایک شخص کا کہنا تھا کہ ”امریکا سچ سننے کو تیار نہیں ہے ہم دنیا کو آزادی پر درس دیتے ہیں، ہم خود اس لفظ کے حقیقی مفہوم سے ناواقف ہیں“۔

لیکن اسرائیل کی ایک تنظیم B'T Selem انسانی حقوق پر کام کرنے والی آزاد تنظیم ہے اس تنظیم نے اپنی حکومت کی طرف سے فلسطینیوں پر کیے جانے والے مظالم کی روداد جمع کی ہے۔ اس کے ایک کارکن موسیٰ ابو خشخش ہیں فنکسٹائن نے اپنی کتاب ان سے منسوب کرتے ہوئے تسلیم کیا ہے کہ وہ اور ان کے فلسطینی اور اسرائیلی ساتھی حقیقت میں انسانی حقوق کے کارکن ہیں جو کہ جھوٹوں سے بچا کر سچ کو محفوظ کر رہے ہیں۔ B'T Selem کی ویب سائٹ دیکھنے کے قابل ہے جس میں تل ابیب میں نہتے فلسطینیوں پر ہونے والے اسرائیلی مظالم کی تصویری روداد موجود ہے۔ نارمن کی کتاب اور B.T Salem کی ویب سائٹ کا پہلا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔

☆ لارڈ میو کے زمانے میں فارسی عربی زبان کی تدریس کی اجازت ملی تو انگریزوں نے نصاب فارسی عربی تبدیل کر دیا گلستان، بوستان، رقعات عالمگیر کو خارج کر کے سفر نامہ ناصر خسرو، اخوان الصفاء، الغفران واللنر واات، شیخ ابن عربی کی کتاب ترجمان الاشواق کو ڈھونڈ کر شائع کیا گیا اور پھر شامل نصاب کیا گیا۔ اس تبدیلی کے پس پردہ محرکات کیا تھے۔ ترجمان الاشواق کا انتخاب کیوں کیا گیا؟ گلستان و بوستان خارج کرنے سے ہندوستان کی تہذیبی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

☆ انگریزوں کے سرکاری اخراجات پر یورپ جا کر عربی فارسی میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے والے ڈاکٹر عظیم الدین ڈاکٹر منصور علی، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر مولوی محمد شفیع وغیرہ یورپی جامعات سے تحصیل علم کے بعد واپس آئے تو ان کا انداز تحقیق مستشرقین کا انداز کیوں ہو گیا۔ سینن کی تحقیق، نادر کتابوں کی تلاش، الفاظ، اسماء اماکن، سکوں کی تحقیق تک یہ لوگ کیوں محدود ہو گئے یورپ سے اعلیٰ عربی فارسی تعلیم پا کر آنے والوں میں تبحر علم دین، تقویٰ اشاعت دین کی لگن کا عنصر کیوں نہیں پایا گیا؟ مولوی محمد شفیع کی عربی کا یہ حال تھا کہ علامہ عبدالعزیز میمن نے صرف ایک صفحے میں ان کی پچھتر اغلاط بتائی تھیں۔

☆ برعظیم کی تاریخ پر اہم کتاب THE KUNG ALIS-ADMIRALS OF CALICUT کا تلخیص وترجمہ۔

☆ History of India as told by its Historian، ایلیٹ اور ڈاس کی آٹھ جلدوں پر مبنی تاریخی جھوٹ،



Ainda Shomraron main

تحریفات پر مشتمل تاریخ ہندوستان نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مابین دشمنی پیدا کرنے میں کیا کردار ادا کیا؟ اس کتاب میں افسانوں،...... کہانیوں سے لے کر جھوٹے مضامین کے الحاق کا جائزہ پروفیسر سیلے کے بقول تاریخ نویسی اور سیاست کاری ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں مارشمین نے اپنی کتاب میں اس جھوٹی تاریخ کے تار و پود بکھیرنے کی کوشش کی ہے مارشمین کی کتاب کا ترجمہ و تلخیص

☆ رومن کیتھولک پوپوں کے مرکز ویٹی کن شہر نے ۱۹۲۹ء میں مملکتِ اطالیہ سے لیٹیران [Lateran] معاہدے کی رو سے آزادی حاصل کی۔ اس معاہدے کی تفصیلات کا جائزہ

☆ ۱۳/ اگست ۱۹۳۷ء کو راغب احسن کے نام ایک ذاتی اور خفیہ خط میں علامہ اقبالؒ نے واضح طور پر لکھا تھا کہ ''یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہندوستان میں فی الوقت ایک بھی ایسا مسلم سیاست دان موجود نہیں ہے جس کی آنکھیں اسلام کے مستقبل اور ہندوستان کے مسلمانوں پر مرکوز ہوں، مسلم پریس کے لیے ضروری ہو چلا ہے کہ وہ کانگریس کے ساتھ حکومت ہندوستان کو بھی بے جگری کے ساتھ بے نقاب کرے کیونکہ حکومت اپنے پرانے دشمنوں کے ساتھ اتحاد کے لیے کوشاں ہے۔ [۵۳۶:۴] اقبال کا یہ خفیہ خط کیا محمد علی جناح کی بصیرت و بصارت شخصیت و معاملات حیثیت اور مقام پر عدم اعتماد کا مظہر ہے؟ کیا جناح صاحب نے اسلام کے مستقبل پر نگاہیں مرکوز نہ رکھیں تھیں؟ کیا انگریزوں کے دشمن مسلمان نہیں ہندو تھے؟ کیا مسلمان انگریزوں کے حلیف تھے؟ اقبال کے خفیہ خط میں مضمر تاریخی حوادث و واقعات کی ان کہی کہانیاں پہلی مرتبہ منظر عام پر۔

☆ خان شہید تاآن ملک سلطان محمد ابن سلطان بلبن نے دو مرتبہ شیخ سعدی کو ملتان بلانے کے لیے کیا کیا جتن کیے، شیخ کے لیے شیراز میں کیا ہدایہ نذر کیے؟ ملتان میں خانقاہ بنا کر وہ شیخ سعدی کو کئی ایکڑ زمین کیوں دینا چاہتے تھے۔ شیخ سعدی ملتان کیوں تشریف نہ لا سکے، جوابی تحفے میں شیخ سعدی نے سلطان کو قلم سے لکھا ہوا کیا شقہ بھیجا؟

☆ Current Trends in language چودہ جلدوں پر مشتمل اس کتاب کی تلخیص و ترجمہ Classification and index of the worlds languages اور Compendium of the کا ترجمہ و تلخیص جس سے دنیا بھر میں زبانوں کے بارے میں تازہ ترین حقائق سے آگہی ہو سکے گی۔

☆ اس وقت دنیا میں ۶۵۰۰ سے لے کر دس ہزار تک بولیاں موجود ہیں، علامتی زبانوں کی تعداد بھی کم و بیش اسی تعداد کے مساوی ہے، ہر بولی کے استعمال کرنے والوں کی تعداد پانچ سے لے کر چھ ہزار تک ہے۔ یہ بولیاں روزانہ لکھنے پڑنے کے کام نہیں آتیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق قبل از تاریخ زمانے میں دس پندرہ ہزار سے لے کر اکتیس ہزار تک بولیاں دنیا بھر میں موجود تھیں۔ ایک دوسری تحقیق کے مطابق یہ تعداد چھ لاکھ تھی، ایک تیسری تحقیق کے مطابق یہ تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار تھی۔ بولیوں کی تاریخ کا پہلا مفصل جائزہ۔ اردو زبان میں کتنی بولیاں زندہ ہیں اور کتنی بولیاں متروک ہوتے ہوتے ختم ہو گئیں؟

☆ The Ethnologue کے مطابق اس وقت صرف چھ ہزار سات سو بولیاں موجود ہیں۔ بولیوں کی تاریخ، ہر زبان میں بولیوں کی تعداد، ان بولیوں کو اکٹھا کرنے کی مشترکہ جدوجہد کی اساس اور اس جدوجہد کی کہانی۔

☆ عبدالمجید سالک انقلاب میں اپنے کالم افکار و حوادث میں جسٹس جاوید اقبال کے بچپن کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں علامہ اقبال کا چھوٹا صاحبزادہ جاوید اقبال سلمہ، جس کی عمر تین سال سے زیادہ نہیں ہے، بے انتہا ذہین و طباع اور ''الولد سرلأ بیہ'' کا مصداق ہے اس پیارے بچے کو گھر بھر کے لوگ اور علامہ کے دوست، احباب پیار سے ببا کہا کرتے ہیں، اس ''عرف'' کی تجویز کے وقت کسی کو اس امر کا خیال نہ تھا، لیکن بعد میں یہ محسوس ہوا کہ یہ ''ابا'' کا قافیہ ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ جاوید سے سوال کیا گیا کہ آج موٹر میں سیر کرنے کون کون گیا تھا، تو اس نے برجستہ جواب دیا کہ ببا اور ابا''۔ گذشتہ کئی مہینوں سے علامہ اقبال کی محفل میں گفت وشنید کا سب سے بڑا موضوع ''نہرو رپورٹ'' چلا آ رہا ہے۔ جو شخص حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے وہ دوسری باتوں کے علاوہ ''نہرو رپورٹ'' کا ذکر ضرور کرتا ہے اور خدا جھوٹ نہ بلوائے تو شاید دن بھر میں پچاس دفعہ جاوید کے معصوم کانوں میں ''نہرو رپورٹ'' کی آواز پہنچتی رہتی ہے۔ ایک دفعہ جاوید نے علامہ سے استفسار کیا کہ ''نہرو رپورٹ'' کیا ہوتی ہے؟ اس سوال کا جواب جاوید کی سمجھ کے مطابق یوں دیا گیا کہ ہندووں نے مل کر ایک کتاب بنائی ہے، جس سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اس کتاب کو ''نہرو رپورٹ'' کہتے ہیں۔ جاوید سلمہ، سمجھ گئے کہ ''نہرو رپورٹ'' مسلمانوں کے لئے کوئی نقصان رساں چیز ہے، چنانچہ گھر کے اندر باہر کئی دن تک اسی کا چرچا کرتے رہے۔ ایک دن کا ذکر ہے آپ نے دوپہر کے وقت علامہ اقبال سے فرمائش کی کہ ''ابا کوئی کہانی سناؤ'' ببا کے ابا نے جواب دیا۔ ''بیٹا دن کے وقت کہانیاں نہیں کہا کرتے۔ مسافر راستہ بھول جاتے ہیں''۔

اس جواب کو سن کر ''ببا'' نے زیادہ اصرار نہیں کیا اور کہا ''اگر کہانی نہیں سناتے تو کوئی پہیلی ہی کہو''۔ بچے کے ساتھ انسان بچہ بن جاتا ہے، چنانچہ ایشیا کے نامور فرزند اور عالم اسلام کے جلیل القدر فلسفی نے بچے سے یہ پہیلی کہی:

ایک جناور ایسا، اس کی چونچ پر پیسا
اس کی ہڈیاں حلال، اس کا شوربہ حرام

پہیلی کہہ کر علامہ نے کہا ''بوجھو، یہ کیا چیز ہے؟'' ببا نے ایک لمحہ تأمل کر کے بے ساختہ جواب دیا ''نہرو دی پوٹ''۔ کیا جسٹس جاوید اقبال کی علمی وفکری تحقیقی سطح آج بھی ابا اور ببا کے قافیے سے بلند ہو سکی ہے۔ جسٹس جاوید اقبال نے حضرت علامہ اقبالؒ کی روح پر کب کب اور کہاں کہاں زخم لگائے؟ اقبالؒ سے شدید نفرت کے باوجود جسٹس جاوید اقبال نے اقبال کے نام پر گزشتہ پچاس برسوں میں سرکار دربار سے کیا کیا مالی فوائد اٹھائے اور ایوب خان سے پرویز مشرف تک کس طرح ایوان اقتدار کی غلام گردشوں میں غلام کی طرح گردش کرتے رہے۔ پہلا مفصل جائزہ۔

☆ علامہ اقبالؒ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمان شاید اور اسلامی ممالک کی حالت کا اندازہ نہیں لگا سکتے کیونکہ حکومت برطانیہ کے سبب سے جو امن اور آزادی اس ملک کے لوگوں کو حاصل ہے وہ اور ممالک کو ابھی نصیب نہیں ہے۔ پان اسلام ازم کا خوف بالکل بے معنی ہے اور فرانس کے چند احمق اخباروں کی ہرزہ سرائی کا نتیجہ ہے۔ مسلمانان عالم کی کسی ملک میں کوئی ایسی تحریک عام طور پر نہیں ہے جس کا منشا یورپ سے پولیٹیکل مقابلہ کرنا ہو نہ ایسا خیال ایک ایسی قوم میں پیدا ہو سکتا ہے مسلمانوں کو کلام الٰہی میں امن اور صلح کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ پوشیدہ طور پر مشورہ کرنے کی بھی ممانعت ہے۔ **اذا تناجیتم فلا تناجیتم بالاثم والعدوان** [ص ۲۱۶:۱] اقبالؒ نے قرآن کی آیت ۹:۵۸، اے ایمان والوں جب تم سرگوشیاں کرو تو گناہ اور ظلم کے لیے سرگوشیاں نہ کرو۔ ۱۹۱۰ء میں گوہر علی خان کے نام خط میں استدلال کیا ہے کہ مسلمان امن و صلح سے زندگی بسر کریں یہاں تک کے پوشیدہ طور پر [سلطنت برطانیہ کے خلاف] مشورہ کی بھی ممانعت ہے۔ [۲۱۶:۱ جلد اول کلیات مکاتیب اقبال] اس کے باوجود اقبال نے برطانوی سامراج کے خلاف زبردست جدوجہد کی۔ کیا اقبال کے برطانیہ دوست خیالات ابتدائی عہد میں تھے بعد میں اصلاح ہوگئی؟ اگر اقبال برطانیہ دوست تھے تو حکومت برطانیہ نے اقبال کو عدالت عالیہ کا جج کیوں مقرر نہیں کیا؟ ان کی شدید خواہش کے باوجود دکن میں انھیں عدالت کا جج نہیں بننے دیا گیا حتیٰ کہ کشمیر میں ملازمت بھی نہیں دی گئی۔ اچانک سر کا خطاب دے دیا گیا کیا حکومت برطانیہ سر کا خطاب دے کر اقبال کی

شاعری سے امت مسلمہ کومحروم کرنا چاہتی تھی؟ ایک اہم جائزہ۔

☆ اقبالؒ کا خط حسن نظامی کے نام بعض اہم معاملات سے پردہ اٹھاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''لوگ تو اس قسم کی باتیں اڑایا ہی کرتے ہیں۔ دو چار روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اقبالؔ نے اپنی ٹوپی ہمارے قدموں میں رکھ کر ہم سے معافی مانگی ہے اور آئندہ کے لیے توبہ کی ہے۔ میں نے انھیں یہ جواب دیا کہ جن لوگوں کے عقائد وعمل کا ماخذ کتاب وسنت ہے۔ اقبال ان کے قدموں پر ٹوپی کیا سر رکھنے کو تیار ہے! اور ان کی صحبت کے ایک لحظہ کو دنیا کی تمام عزت وآبرو پر ترجیح دیتا ہے! لیکن جو بات خواجہ حسن نظامی کی طرف منسوب کرتے ہو تو اس کے لغو ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو یہ خط شائع کر سکتے ہیں[خواجہ حسن نظامی کے نام، ۱۹۱۸ جنوری کا، ص۶۹۲، ۶۹۳]

☆ عبدالماجد دریا آبادی کو ۱۹۳۱ء میں ایک خط یورپ سے موصول ہوا جس میں مراسلہ نگار نے خطبات اقبال کے اردو ترجمے کی اشاعت کے باعث خطبات کے کفر کی ترویج پر شدید تشویش ظاہر کی تھی۔ اس کے جواب میں عبدالماجد دریا آبادی نے شذرات میں لکھا ''حضرت اقبال، قوم وملت کے مخدوم ہیں، اور ان کی شاعری ان کے عمیق جذبات اسلامی کی ترجمان اور اہم معارف ملی کی شارح۔ لیکن افسوس ہے کہ فلسفی اقبال، شاعر اقبال سے مختلف ہیں، اور خصوصاً بیگانوں سے خطاب کرتے وقت تو وہ اور بھی اپنی عام بلند سطح سے کہیں نیچے اتر آتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اس گناہ کے تنہا وہی مجرم نہیں، سرسید احمد خاں، خواجہ کمال الدین، ان سب کا یہی حال ہے کہ اسلام کو جب یورپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو ڈرتے رہتے ہیں کہ کوئی بات بھی زبان سے ایسی نہ نکلنے پائے جو یورپ کے مذاق طبیعت پر بار ہو۔ اقبال کے ہاں یہ کمزوری خاص طور پر افسوسناک معلوم ہوتی ہے۔ مراسلہ نگار کی حمیت دینی قابلِ تحسین ہے، لیکن وہ مطمئن رہیں کہ کتاب اگر اردو میں منتقل ہو کر آئی بھی تو اس کی اشاعت کا دائرہ بہت ہی محدود رہے گا اور فتنہ انشاء اللہ کسی وسیع رقبہ تک پھیلنے نہ پائے گا۔[۲۶/جون ۱۹۳۱ء]

☆ ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر جوزف شاخت کی کتاب ''تاریخ اسلام'' نذیر نیازی نے ''عربوں کا تمدن'' کے عنوان سے ترجمہ کی جامعہ ملیہ دہلی نے اسے شائع کیا جس میں نبی کریمؐ اور صحابہ کرام کے خلاف نفرت انگیز باتیں تھیں لیکن کتاب کے متن میں نہ ان کی تردید تھی نہ حواشی میں کوئی تشریح، نہ مقدمہ میں کچھ لکھا گیا تھا مولانا دریابادی نے ''نیاز کے بعد نیازی'' کے نام سے ۹/اگست ۲۰ سے ۷ مارچ ۱۹۳۰ء تک آٹھ مضامین تحریر کیے اور مصنف مترجم ناشر ڈاکٹر ذاکر حسین جامعہ ملیہ کسی کو بھی نہ بخشا اور مترجم کی صفائی ناشر کی معذرت جامعہ کی مصالحت کسی کی پرواہ نہ کی۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے عریضہ لکھا کتاب کے بارے میں تبصرہ کیا کہ ''مصنف کو تاریخ اسلام کے مبادیات تک معلوم نہیں ماجد صاحب پر تنقید کی کہ آپ نے اسے جامعہ کے کارنامے سے کیوں تعبیر کیا یہ کسی پروفیسر کا ذاتی فعل ہے۔ جامعہ کے کارکنوں کا یہاں کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا جامعہ ملیہ نے یہ کتاب کیوں شائع کی؟ ایک ایسی کتاب جس میں توہین رسالت کا مسلسل ارتکاب کیا گیا اس کی مذمت کیے بغیر اس کتاب کی اشاعت جامعہ ملیہ کے اسلام دشمن رجحانات اور وحدت ادیان کے فلسفے پر عمل کی نشان دہی کرتی ہے علی گڑھ کی جدیدیت مغربیت برطانویت اور سیکولرازم کے خلاف جہاد کے نام پر محمد علی جوہر کی تحریک پر چھولداریوں قناتوں شامیانوں میں قائم کردہ جامعہ ملیہ جس کا افتتاح شیخ الہندؒ نے کیا تھا مغربیت کا ترجمان کیوں بن گیا؟ ابوالکلام آزادؒ کو جامعہ ملیہ کا الحاد، سیکولرازم، مغربیت کیوں محسوس نہ ہوئی اور وہ جامعہ ملیہ کے دفاع میں کیوں کھڑے ہوگئے جامعہ ملیہ گزشتہ پچاس برسوں میں جدیدیت اور الحاد و زندقہ کے فروغ کے لیے کیا

خدمات انجام دے رہا ہے۔؟ پہلا مفصل جائزہ

☆ ساحل میں ستمبر تا دسمبر ۲۰۰۶ علامہ اقبال پر نقد کے سلسلے میں کلیات مکاتیب اقبال برنی کا بار بار حوالہ ان کلیات کی جلدوں کے لحاظ سے دیا گیا ہے۔مثلاً پہلی جلد ہے تو ۱ اور صفحہ ۳۵ ہے تو [۱:۳۵] کا حوالہ دیا گیا ہے اسے پیش نظر رکھا جائے،کلیات کی جلد اول ۱۹۱۸ء تک جلد دوم ۱۹۱۹ سے ۱۹۲۸ تک،جلد سوم ۱۹۲۹ سے ۱۹۳۴ تک اور جلد چہارم اقبال کے انتقال تک لکھئے گئے خطوط کا احاطہ کرتی ہے۔جلد کے نمبر سے خط کے زمانے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

☆ مغرب سے عالم اسلام کو براہِ راست واقف کرانے والے تین اہم سفر ناموں شگرف نامہ ولایت اعتصام الدین[۱۷۶۲ء] ٹیپو سلطان کے وفد فرانس کا روز نامچہ [۱۷۸۹ء] ۱۷۹۹ء میں ابو طالب کے سفر ولایت پر مبنی کتاب سیر بلاد افرنجی [۱۸۱۲ء] کا پہلا ناقدانہ تحقیقی و توضیحی جائزہ اور بعض ایسے سفر ناموں اور روز نامچوں کا تذکرہ جو عربی و فارسی زبان میں اس سے قبل لکھے گئے لیکن شائع نہ ہو سکے۔

☆ علامہ عبدالعزیز میمنؒ کی روایت ہے کہ ''مجھے دہلی آئے بمشکل ایک سال گزرا ہوگا کہ حضرت سیّد نذیر حسین محدث [جو دہلی کے تاج تھے اور جن کے تیرہ ہزار شاگرد تھے، بخارا، تاشقند، خیوہ، سمرقند اور جانے کہاں کہاں سے طالب حدیث پڑھنے ان کے پاس آتے تھے] کا تقریباً سو برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ غالباً فروری ۱۹۰۲ء میں۔ان کے جنازے میں بھی شریک تھا۔ان کے انتقال کے دن کھاری باؤلی اور صدر وغیرہ میں کسی ہندو نے بھی اپنی دکان نہیں کھولی تھی۔وہ بھی یہی کہتے تھے کہ سیّد نذیر حسین ہمارے شہر کے بزرگ اور ہمارے شہر کی عزّت تھے۔غدر کے زمانے میں انھوں نے ایک انگریز عورت کی جان بچائی تھی۔اس کے صلے میں انگریزوں نے انھیں شمس العلماء کا خطاب دیا لیکن انھوں نے قبول نہ کیا۔غدر کے بعد سیّد صاحب نے جب انگریزوں کو اس عورت کی اطلاع دی تو اس نے وہاں جا کر سیّد صاحب کے بارے میں بیان دیا کہ یہ شخص اس زمانے کا عیسیٰ مسیح ہے، رات بھر عبادت کرتا ہے اور دن بھر حدیث پڑھاتا ہے، گھر بھی فقیرانہ ہے۔ساری زندگی کوئی مکان نہیں بنایا۔سیّد صاحب شاہ محمد اسحاقؒ کے شاگرد تھے۔جنگ آزادی سے پہلے سیّد صاحب شاہی کتب خانے کی کتب لا کر طالبعلموں کو پڑھاتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں بہت بڑے بڑے عالم ہوئے''۔علامہ عبدالعزیز میمنیؒ کے بیان کی روشنی میں شیخ الکل حضرت نذیر حسین محدث پر انگریز پرستی کا الزام لگانے والوں کے بعض اعتراضات کا تاریخ کی روشنی میں از سرنو جائزہ۔

☆ ڈپٹی نذیر احمد کی عربی شاعری اور عربی سے اردو ترجمے میں مہارت نیز ان کی بود و باش کے بارے میں علامہ میمن نے ایک عجیب بات بتائی کہ عربی سے ترجمہ نہایت اعلیٰ کرتے تھے، تعریف سے بالاتر۔دوسری خوبی یہ کہ ڈپٹی صاحب عربی میں شعرا تنے اعلیٰ درجے کے کہتے تھے کہ تعریف نہیں کی جا سکتی۔ میں جانتا ہوں اتنے اچھے مذاق کا کوئی آدمی ہندوستان میں میں نے تو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ غلام علی آزاد بلگرامی جن کی عربی شاعری کا بڑا شور ہے، ان کا کلام بھی میں نے دیکھا مگر مجھے ڈپٹی صاحب کا زیادہ پسند آیا۔ڈپٹی نذیر احمد اور غلام علی آزاد بلگرامی کی عربی شاعری کا پہلا تقابلی جائزہ۔

☆ ''امیر حبیب اللہ خان بقرعید کے دن دہلی میں جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھی۔شام کو سرکٹ ہاؤس میں دربار کیا۔اسی دربار میں آٹھ یا نو دہلی کے ہندو امیر اور اسی قدر مسلمان مشاہیر بلائے گئے، ان میں ایک مولوی صاحب [ڈپٹی نذیر احمد] تھے۔سر ہنری میک موہن نے ان لوگوں کا تعارف امیر صاحب سے کرایا۔امیر حبیب اللہ نے باتوں ہی باتوں میں پوچھا ''آپ شعر بھی کہتے ہیں؟'' مولوی صاحب نے کہا، جی ہاں کہتا ہوں، مگر آج آپ کی تعریف میں اپنا نہیں دوسروں کا شعر سناؤں گا'' یہ کہہ کر متنبّی کا یہ شعر پڑھا:



Ainda Shomraron main

عیدٌ و عیدٌ و عیدٌ صِرنَ مجتمعا
وجہُ الحبیب و یوم العید و الجمعا

موقع کے لحاظ سے یہ شعر اتنا برمحل ہوگیا کہ متنبّی کو نصیب بھی نہ ہوا ہوگا۔ اور خاص کر حبیب کے لفظ نے شعر میں جان ڈال دی۔ دربار چمک اٹھا۔ امیر حبیب اللہ خاں نے اٹھ کر مولوی صاحب کو گلے سے لگا لیا اور اتنے بوسے دیے کہ مولوی صاحب گھبرا گئے۔ دوسرے روز جو انھوں نے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے شاگردوں کو بتایا کہ ''بھئی میں تو شعر پڑھ کر مصیبت میں پھنس گیا۔ شعر پڑھنا تھا کہ یہ معلوم ہوا کہ کسی شیر نے آ کر مجھے دبوچ لیا۔ اس میرے شیر کا سوا گز چوڑا سینہ، میں ٹھہرا چھوٹے قد کا آدمی، اس نے جو پکڑ کر بھینچا تو ادھر تو ہڈیاں پلپلی ہوگئیں، ادھر دم گھٹنے لگا۔ اس کی گرفت سے نکلنے کی ہزار کوشش کرتا ہوں، جنبش تک نہیں ہوتی۔ قسم خدا کی اس وقت تک ہڈیوں میں درد ہو رہا ہے۔ بارے خدا خدا کر کے گرفت ڈھیلی ہوئی تو میں ذرا علیحدہ ہوا۔ ابھی پوری طرح سانس بھی نہ لے پایا تھا کہ اس نے میرے گلے میں باہیں ڈال کر بوسے پر بوسہ لینا شروع کیا۔ بھلا مجھ بڈھے کو دیکھو اور امیر صاحب کی اس حرکت کو دیکھو۔ کچھ تعریف کا یہ طریقہ افغانستان ہی میں اچھا معلوم ہوتا ہوگا، مجھے تو مارے شرم کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ اللہ کا بندہ ذرا دم لیتا اور سبحان اللہ کہہ کر پھر لپٹ جاتا۔ لپٹتا اور لپٹتے ہی بوسے پر بوسہ لینا شروع کرتا۔ بیچارے دوسرے بھلے آدمی بیٹھے ہوئے کیا کہتے ہوں گے۔ جب میں نے اس مصیبت سے رہائی پائی تو میری ناک سے پسینہ اس طرح بہہ رہا تھا جس طرح کسی ٹوٹی صراحی میں سے پانی رستا ہے۔ نا بھائی نا، ایسے درباروں کو میرا دور ہی سے سلام ہے، کون شعر پڑھ کر اپنی ہڈیاں تڑوائے''۔ مولوی صاحب اپنی ہڈیاں سہلاتے جاتے اور یہ قصہ بیان کرتے جاتے تھے مگر ان کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا کہ خوشی کے مارے دل کھلا جا رہا ہے اور سمجھ رہے ہیں کہ شعر کی داد اس طرح اور اس رنگ میں آج تک نہ کسی شاعر کو ملی ہے اور نہ ملے گی''۔ [نذیر احمد کی کہانی فرحت اللہ بیگ] ڈپٹی نذیر احمد نے کیا اس تجربے کے بعد قصیدے پڑھنے کا سلسلہ ترک کر دیا تھا۔ ہندوستان و پاکستان کے ان شعراء و درباری علماء کا تذکرہ جنھوں نے شاہوں، ملوک، جمہوری آمروں، حکمرانوں، روؤساء، نوابوں، جاگیرداروں کی شان میں قصیدے پڑھے ان قصیدوں کا انتخاب اور ان قصائد کے صلے میں ان شعراء کو ملنے والے تحائف، مالی فوائد، جاگیریں، جائیداد وغیرہ کی تفصیلات پہلی مرتبہ۔

☆ اورینٹل کالج کے قیام کا آخری زمانہ علامہ میمن کے لیے خوشگوار نہیں تھا۔ ان کے عربی مضمون **المکارة التی حفّ بھا اقلید الخزانہ** میں کچھ تفصیل ملتی ہے۔ اس عربی مضمون میں علامہ میمن لکھتے ہیں:

**''اسمع حدیثی فانہ عجیب    یضحک من شرحہ وینتحب**

ترجمہ: میری انوکھی داستان سنو جو ہنسائے بھی اور رلائے بھی۔ لاہور کے اورینٹل کالج میں علامہ عبدالعزیز میمن پر گزرنے والی شب ستم کے چند فراموش شدہ صفحات اور واقعات۔

☆ علامہ عبدالعزیز میمنؒ کے عربی مقالات و دیگر مفید تحریریں ۱۹۹۵ء میں بیروت سے **بحوث و تحقیقات** کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں لیکن اب تک ان کے اردو مقالات مجموعے کی شکل میں شائع نہ ہو سکے۔ علامہ کے اردو مقالات کی فہرست [۱] ''آداب العربیہ'' ماہنامہ مخزن، لاہور، جون تا اگست ۱۹۲۰ء [۳ اقساط] [۲] ''ابن رشیق اور المعز بن بادیس اور تاریخ قیروان کا ایک صفحہ'' ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، مارچ تا مئی ۱۹۲۴ء [۳ اقساط] [۳] کتب خانۂ جامع القرویّین [فاس] ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۲۴ء [۴] ''ابو العلاء معرّی اور معارضۂ قرآن'' ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، فروری ۱۹۲۵ء [۵] ''ابو العلاء اور ابو منصور خازن دار العلم'' اورینٹل کالج

میگزین لاہور، فروری ۱۹۲۵ء[۶] ''ابوالعلاء المعرّی اور گاندھی جی کا چرخہ'' ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، مئی ۱۹۲۵ء [۷] ''ابوتمام کی نقائض جریر واخطل کا ایک واحد نسخہ اور ابوالعلاء کے ایک عزیز'' ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جون ۱۹۲۵ء[۸] ''ابوالعلاء معرّی کے متعلق مستشرقین یورپ کی غلطیاں'' ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۲۵ء تا نومبر ۱۹۲۵ء [۳ اقساط ] [۹] ''گجرات کا ایک غیر معروف عربی سفر نامہ'' ماہنامہ زبان مانگرول، فروری ۱۹۲۷ء [۱۰] ''اسلام کی بدنصیبی'' ماہنامہ زبان مانگرول، مارچ و اپریل ۱۹۲۷ء [۱۱] ''علامہ ابن جوزی کے افکار یا ان کا روزنامچہ'' ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، مئی ۱۹۲۸ء [۱۲] ''ابن رشیق صقلیہ میں'' ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جولائی ۱۹۲۹ء[۱۳] ''**سمط اللآلی** پرتنقید کا جواب'' ماہنامہ برہان دہلی، دسمبر ۱۹۳۸ء تا اپریل ۱۹۳۹ء[۱۵ اقساط ][۱۴] ''میری محسن کتابیں'' درکتاب ''مشاہیر اہلِ علم کی محسن کتابیں'' اور دیگر مضامین سے اہم اقتباسات۔

☆ کیا علم انساب عربوں ہی کا خاصۂ لازمہ ہے؟ عربوں کے آبائی صفات از قبیل غیرت، حمیت، مدارات، شجاعت، صلۂ رحم، تعاون وتظافر وغیرہ کریمانہ اخلاق کا یہی علم سرچشمہ ہے، دنیا کی کسی قوم کے پاس یہ علم کمزور سے کمزور حالت میں بھی نہیں۔ اب ذرا علمِ اسماء الرجال کو لیجیے جس کے طفیل آج ہم کئی لاکھ گرامی قدر نفوس کے جزوی سے جزوی حالات معلوم کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ یہاں ذرا ڈاکٹر اسپرنگر کا وہ مشہور مقولہ جو انہوں نے **الاصابة فی تمییز الصّحابة** کی ۵۱ جلدیں ایڈٹ کرتے وقت کہا تھا، یاد کیجئے، تفسیر وحدیث کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ دنیا کے کسی متن کی اتنی شرحیں نہ لکھی گئی ہوئی ہوں گی جتنی قرآن حکیم کی لکھی گئی ہیں اور نہ ہمارے نبی کریم علیہ الآف التحیۃ والتسلیم سے پیشتر کسی نبی کے کئی لاکھ اقوال وافعال کو من وعن ضبط رکھا گیا ہوگا اور صحت وسقم کے لیے اس قدر جاں کاہی سے اسماء الرجال کی کثیر الاجزاء کتابیں بلا رو ورعایت لکھی گئی ہوں گی۔ قرآن وحدیث کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تفاسیر وشروحات کا دنیا کی تمام زبانوں میں پہلا مختصر جائزہ جس سے اسپرنگر کے بیان کی علمی تائید کی جاسکے گی کہ دنیا کی تاریخ میں کسی کتاب کی اس قدر شرحیں نہیں لکھیں گئیں۔

☆ ہمارے اسلاف زبان وبیان پر اس درجہ عبور رکھتے تھے کہ اکثر علماء فقہاء، مفسرین فرضیّین نحویّین محدثین وغیرہم عموماً منظوم سوالوں کا جواب نظم ہی میں دیا کرتے تھے، ابن جبیرؒ بغداد میں پہنچ کر خجندی سے اجازہ طلب کرتے ہیں، **یا من حواہ الدین فی عصرہ صدرا یحل العلم فیہ فؤادا** الخ اس کا وہ صدر آرائے مسند علم وتدریس یوں جواب دیتا ہے۔

| | |
|---|---|
| **لک اللّٰہ من خاطبٍ خلّتی** | **ومن قابس یجتدی سقط زندی** |
| **اجزتُ لہ ما اجازوہ لی** | **وما حَدَّثوہ وما صحَّ عندی** |
| **وکاتب ہذی السطور التی** | **تراہنَّ عبدُاللطیف الخجندی** |

ترجمہ: اے وہ شخص جو مجھ سے دوستی کا خواستگار ہے اور اے وہ طالب نور جو میرے چقماق سے آگ جھاڑنے آیا ہے، خدا تیرا والی ہو، میں تجھے انہی کتابوں کی روایت کی اجازت دیتا ہوں جن کی مجھے میرے مشائخ نے دی ہے اور جو انہوں نے مجھے پڑھائی ہیں یا جو میرے نزدیک صحیح اتری ہیں۔ ان سطروں کا محرر **عبداللطیف** الخجندیؒ ہے۔

کلام کی سلاست وروانی اور عذوبت ورعنائی کو دیکھ کر یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ کسی فقیہہ مفسر اصولی یا محدث کا کلام ہے، بلکہ کسی کہنہ مشق بذلہ سنج سخن گو کا۔ گویا اس مبارک عہد میں ادب کی تکمیل فرض اوّلین سمجھی گئی تھی، اسی طرح **معجم الادباء** اور **الاشباہ و النظائر** وغیرہ میں اس قسم کے صدہا منظوم سوال وجواب نظر سے گزریں گے۔ علماء لکھتے ہیں کہ کسی علم کا عالم اُس علم کا عالم کہلائے جانے کا حقدار نہیں، جب تک وہ ادب سے اس قدر بہرہ ور



Ainda Shomraron main

نہ ہو کہ اس علم کے متعلقہ منظوم سوالوں کا نظم میں جواب دے سکے۔ یہ مسلمہ علمی روایت سرزمین ہند اور عالم اسلام میں اب کیوں متروک مفقود اور محدود ہوگئی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ عالم ہند اب الضعانی جیسا بے مثل ادیب پیدا کرنے سے قاصر ہے۔

☆ لغتِ عربی کے ایک جلیل القدر امام رضی الدین ابوالفضائل الحسن بن محمد الصغانی اللاہوری چھٹی صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوئے ہیں۔ لاہور یا پنجاب ہی کو نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلامی کو اس ماہر لغوی کے وجود پر فخر ہے۔ **بغية الوحاة** [ص ۲۲۷] میں ہے:

**حامل لواء اللغة فی زمانه و کان الیه المنتهی فی اللغة** : لغت میں اپنے مجمع البحرین، **التکملة علی الصحاح** اور **العباب** جس میں مادۂ بَکَم [گونگا پن] تک پہنچ کر رہ گئے اور اجل نے کتاب پوری نہ ہونے دی اور جس کے متعلق کیا خوب کہا گیا ہے۔

**اِنَّ الصغانِیَّ الّذی — حاز العلومَ وَالْحِکَمُ**

**کان قُصاری امِره — اَنِ انتهی الٰی بَکَمُ**

یعنی وہ امام صغانی جو علم و حکمت کا مالک تھا اس کا انجام بھی اس بات پر ہوا کہ بَکَم [خاموشی] تک پہنچ کر رہ گیا، **مشارق الانوار** حدیث کی مشہور کتاب آپ ہی کی تصنیف ہے۔ کیا وجہ ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی جدید ترین ترقیات کے باوجود دنیا فلسفہ میں سقراط افلاطون پیدا نہ کرسکی اور عالم اسلام فلسفہ کلام ادب میں رازی غزالی اور صغائی جیسا دوسرا پیدا نہ کرسکا۔ کیا سائنس و ٹیکنالوجی کا سانچہ انسان کی عبقریت کو نگل لیتا ہے؟ کیا معلم اول اور عظیم لوگوں کی پیدائش کے لیے وہی ماحول، وہی دیار روامصار، وہی فطرت و قدرت کے نظارے، وہی سادہ زندگی، سخت کوشی، فطری اوقات کار ضروری ہیں جو سائنس و ٹیکنالوجی نے ختم کردیئے ہیں ایک اہم جائزہ۔

علامہ عبدالعزیز میمن نے مدارس عربیہ ہند کے نصاب و نظام تعلیم اور عربی ادبیات کی تعلیم پر نقد کرتے ہوئے لکھا تھا کہ ''مگر وہ طبقہ جو اپنے تئیں علومِ اسلامیہ کا علمبردار اور ان کا وارث ظاہر کرتا ہے، کیوں اتنی غفلت برتتا ہے، ان کے ہاں ادب **نفحة الیمن** ،**نوادر قلیوبی** ،**دیوان متنبی** ، **حماسه** اور **مقامات حریری** میں سے کئی ایک کتابوں کے مضمون پر سرسری عبور حاصل کر لینے کا نام رہ گیا ہے، حالانکہ یہ لوگ **جامع التعلیلات**، **شرح جامی، میبذی، صدرا، قاضی، ملّا جلال، میر زاهد، حسامی، التاریخ، الدر المختار** وغیرہ کتابوں پر اپنی زندگی کے بہترین پندرہ بیس سال برباد کردیتے ہیں۔ مجھے اپنے ملک کے نصابِ تعلیم پر بھی کچھ کہنا ہے، سو یہیں کہے دیتا ہوں، بلادِ عرب میں صرف و نحو کی تعلیم کے لیے بالتدریج یہ کتابیں مقرر ہیں، **لامیة الافعال**، **ابن عقیل شرح الفیّه**، **قطر النداء** باشذور الذهب ،اور اگر کسی کو خاص شوق ہوا تو **التوضیح لابن هشام** و **مغنی اللبیب** ۔ سبحان اللہ کیا خوب اور سادہ کتابیں ہیں، صاف الفاظ میں قواعد سمجھا کر مثالوں میں ان کو رواں کر دیتی ہیں جو نحو کا اصل مقصد تھا مگر ہمارے ہاں تو جوانا موئی کی موشگافیاں، بسم اللہ کی غیر متناہی تراکیب، کافیہ کے جملہ ''**الکلمة لفظ وضع لمعنی مفرد**'' میں مفرد کے صور سگانہ، مسئلہ الکحل، مسئلہ الحسن الوجہ، پھر **شرح جامی** کا مسئلہ حاصل و محصول جو در حقیقت علم نحو ہی سے کچھ سروکار نہیں رکھتا، اعتراضات حقۂ رضی بر کافیہ، جوابات باردۂ مولوی جامی، یہ سب نحو کے اعضائے رئیسہ قرار دیے گئے ہیں جن سے اصل نحو کچھ ایسی غائب ہوگئی کہ سات آٹھ سال تک بھی طالب العلم کو اس کا سراغ نہیں ملتا، پھر اب ایساغوجی سے قاضی اور صدرا یا شمس بازغہ تک قریباً اُن تیس درسی کتابوں کا



Ainda Shomraron main

ذکر کیجیے جو قریباً عمر گرانمایہ کے چھ سات سال لیتی ہیں اور طالب علم کو اس قابل بنا دیتی ہیں کہ کسی کا کہا نہ مانے اور ہر بات میں بال کی کھال نکالنے کی کوشش کرے اور اپنی زندگی کا حاصل اور مساعی غیر مشکورہ کا محصول انہیں چند اعتراضوں یا جوابوں کو گردانے جو اُس نے اپنے استاذ یا کتاب کے برخلاف نہایت دقت آفرینی و دماغ سوزی سے تیار کیے ہیں حالانکہ مقصدِ منطق یعنی صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی صلاحیت اور مقصدِ فلسفہ یعنی کائنات کے حالات کو جوں کا توں دریافت کرنا، اس ہشت سالہ محنت کے بعد بھی ہنوز کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ ریز نہیں بلکہ برعکس مقصد۔ جس طرح یہ طبقہ غلط استنتاج میں مبتلا ہے، اسی طرح وہ لوگ ہرگز نہیں ہیں جنھوں نے ان کی طرح علم میزان کے ذریعے راجح و مرجوح دریافت نہیں کیا بلکہ سلاست طبع اور ذوقِ خداداد کو مشعلِ راہِ حقیقت گردانا ہے، اس دعویٰ کی دلیل جملہ کتب فنّین ہیں کہ ہر منطقی کتاب کے مصنف کا قول دوسرے سے مباین ہے، ظاہر ہے کہ دونوں حق نہیں ہو سکتے بلکہ خدا جھوٹ نہ بلوائے یہاں شخصِ واحد اپنی دو کتابوں یا ایک ہی کتاب کے دو مختلف مقاموں میں دو جداگانہ قول رکھتا ہے اور خود ہی ایک وقت میں غلط کار اور دوسرے میں [اپنے زعم میں] درست کار بنتا ہے، **وھل ھذا الا مخرقة واختلاق ولنعم ما قیل** ؎

**جُحَجٌ تَکَاسُر کالزُجاج تخالها　　حقًّا وَّکلٌّ کاسر مکسور**

یعنی یہ دلیلیں باہم شیشوں کی طرح ٹکرا کر ساری کی ساری ٹوٹ جاتی ہیں خواہ ظاہر بین کو حق ہی معلوم ہوتی ہوں۔ اب اسلامی فلسفہ یعنی اصولِ فقہ اور فروعِ فقہ کو لیجیے، جو مسلمانوں کی قانون سازی اور آئین دانی کی بہترین نمائشگاہ ہیں مگر زیادہ توغُّل کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان خلافیّات میں پڑ کر ان جزوی مسئلوں کو اصول سے بڑھ کر وقعت دیتا ہے اور انہی کو معیار تفسیق و تکفیر قرار دے کر بجائے اس کے کہ کافروں کو مسلم بناتا الٹا مسلمانوں کو کافر بنانے لگتا ہے۔ فاضل ملتانی نے کیا خوب کہا ہے ؎

**ایا علماء الھند طال بقاؤکم　　وزال بفضل اللّٰه عنکم عناؤکم**
**رجوتم بعلم العقل فوز سعادةٍ　　واخشیَ علیکم ان منیب رجاؤکم**
**فلا فی تصانیف الاثیر ھدایةٌ　　ولا فی اشارات بن سینا شفاؤکم**
**ولا طلعت شمس الھدی من مَطالع　　فاوراقھا دَیُجُرُکم لا ضیاؤکم**
**ولا کان شرح الصدر للصدر　　بلِ ازداد منه فی الصدور صداؤکم**
**وبازغة لا ضوء فیھا اذا بدت　　وَاَظُلَم منھا کاللیالی ذَکاؤکم**
**وسُلَّمُکم مما یعید تسف لا　　فلیسن نحو العُلا اِرتقاؤکم**
**فما علمکم یوم المعاد بنافع　　فیاوَیلَتی ماذا یلون جزاؤکم**
**اخذتم علوم الکفر شرعا کانما　　فلاسفة الیونان ھم انبیائکم**
**مَرِضتم فزدتم علّةً فوق ملّة　　تَداوَوا بعلم الشرح فھو دواؤکم**
**صحاحُ حدیث المصطفی وحسانه　　شِفاءٌ عجیب فَلُیَزُل منه داؤکم**

ترجمہ: اے علمائے ہند و بر تک جیو! اور تمہاری مصیبتیں خدا کے فضل سے کم ہو جائیں، تم معقول کو ذریعۂ سعادت سمجھتے ہو مگر مجھے ڈر ہے کہ تمہاری یہ امید ناکام رہے، نہ اثیر الدین ابہری کی تصنیفوں سے تمہیں کچھ ہدایت [**ھدایة الحکمة نام کتاب الاثیر**] حاصل ہو سکتی ہے اور نہ بو علی کی **کتاب الاشارت** سے تمہارے دردوں کو شفا [نام کتاب بو علی]



Ainda Shomraron main

نہ **مطالع** [عضد الدین اریجی] سے آفتاب ہدایت طلوع ہوسکتا ہے، سو اُس کے صفحات تمہارے لیے شب تاریک ہیں نہ روشنی۔ اور نہ **شرح ھدایۃ الحکمۃ** از صدرالدین [معروف بصدرا] تمہیں شرح صدر سے مشرف کرے گی بلکہ اس سے تو تمہارے سینوں میں اور ہی رنگ جم جائے گا۔ اگر **شمس بازغہ** [آفتاب عالمتاب] دکھائی دے تو اس میں کوئی روشنی نہیں ہوتی بلکہ اس کے طفیل تو تمہارا ذہن اندھیری رات کی طرح تاریک ہوجاتا ہے۔ اسی طرح **سلم العلوم** [علموں کی سیڑھی] تمہیں اتنی نیچے لے جائے گی اور اس کے ذریعہ تم مراتب بالا تک نہ پہنچو گے، تمہارے یہ علم آخرت میں کچھ کام نہ آئیں گے، ہائے افسوس تم کیسی جزا پاؤ گے، تم نے کفار کے علوم کو علوم شرح کے برابر وقعت دے دی گویا یونانی فلاسفہ تمہارے نبی تھے، سو اب تم مریض اور تمارا مرض روز افزوں ہے، علوم شرع سے علاج کرو کہ وہی تمہاری دوا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح وحسن حدیثیں اپنے اندر وہ عجیب وغریب شفا رکھتی ہیں جو تمہارے مرض کو کافور کرسکتی ہے۔]

علاوہ ازیں زمانے نے یونانی منطق وفلسفہ کو اب تو تقویم پارینہ بنا دیا ہے، نئے نئے اصول وضوابط وضع ہوئے ہیں اور ہر دو علم کے جدا جدا شعبے قائم ہیں، جن میں کا ہر ایک یونانیوں کے مجموعہ فنّین سے کہیں وسیع اور کثیر الشعب ہے۔ ہمارے ہاں منتسبین الی الدین کا ایک طبقہ ہے جو بجز قرآن وحدیث کے اور کسی علم میں وقت صرف کرنے کو مذہبی گناہ سمجھتا ہے اور **العلم قال اللّٰہ قال رسولہ** کہہ کر اور فنون کو تسویل شیطان کا لقب دیتا ہے، یاقوت نے ان لوگوں سے اس طرح اپنی جانی چھڑائی ہے، ’’میں خوب جانتا ہوں کہ کوئی بداندیش میرے اوپر اپنی طعن تنقیص کی زبان دراز کرکے اپنی طبعی اور جبلی جہالت سے ضرور کہے گا کہ علومِ دین زیادہ اہم ہیں اور اخروی سعادت پر مشتمل مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ طبائع فطرۃً مختلف میلان رکھتی ہیں، اگر تمام لوگ ایک ہی علم میں لگ جاتے تو اور علوم ضائع ہوجاتے۔ مگر خدا کا قانون اس بات کا مقتضی تھا کہ ہر علم کے زندہ رکھنے والے پیدا ہوں اور اس کی حفظ ونگہداشت کریں، میں معترف ہوں کہ اگر میں اپنی مسجد اور جانماز کا ہو رہتا تو یقیناً اپنی آخرت سنوار لیتا مگر کیا تمام عالم اسی طرح کررہا ہے پھر یہ کیا کم ہے کہ میں ممنوع ومحظور امر کا تو مرتکب نہیں ہوتا، ورنہ بحمد اللہ میں تو اُن لوگوں کے حالات واخبار جمع کررہا ہوں جو قرآن وحدیث کے سرچشمے تھے، اور جن کے علوم کے بغیر کوئی حکومت اور اُس کے وظائف پورے نہیں ہوسکتے‘‘۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری کے آخر سے یہ بدمذاقی ماوراء النہر اقوام کے عروج کے ساتھ ساتھ تمام عالمِ اسلامی پر کم وبیش مسلط ہوگئی اور ہمیں ثریا سے اٹھا کر ثریٰ پر پھینک گئی، اب تو ہماری ادب دانی کے یہ نمونے رہ گئے ہیں آج سے کوئی پندرہ سال پہلے ایک صاحب نے دہلی میں ایک عربی رسالہ لکھا، اُس کی عربی دلچسپی اور ہنسی سے خالی نہیں، افسوس اس وقت وہ سامنے نہیں ورنہ اس کے غیر متناہی عجائب بڑا مقناطیسی اثر رکھتے تھے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھتے ہیں، **وبُعد فقد قال منی بعض احبّتی** جس شخص کو قال جیسے معمولی لفظ کا صلہ نہ معلوم ہو وہ آگے چل کر نہ معلوم کیا کیا گل کھلائے گا۔ کیا اس بیچارے نے یہ فقرے نہ دیکھے تھے، **قال الم اقل لّک**۔ عمر بن ابی ربیعہ **قال لی صاحبی لیعلم مابی** الخ **قال لی کیف انت قلت علیل حسان فقولا لھا لیس الطریق ھنالک**۔ فرزدق **اقول لہ لمّا اتانی نعیّد** وغیرہ۔ مولوی عبدالاوّل جونپوری نے لکھا ہے کہ کانپور کی جامع مسجد میں ایک مولوی صاحب تعلیم دے رہے تھے کہ اتنے میں ایک عربی دان انگریز مدرسۂ جامع العلوم کی شہرت سن کر بغرضِ تفریح چلا آیا۔ مولوی صاحب سے عربی میں پوچھا آپ یہاں کیا پڑھاتے ہیں؟ انہوں نے دو ایک علوم کے نام دہرا دیے، اس کے بعد اُس نے مکرراً کئی سوال کیے جن کے جواب میں مولوی صاحب نے اپنے عجز کا اعتراف کیا تو وہ بولا آپ کے نبی عربی ہیں، آپ کی قوم عربی، آپ مدرسِ علوم عربی اور بقول آپ لوگوں کے لسان اہل جنت بھی عربی ہے، اور با ایں ہمہ آپ عربی نہیں بول

سکتے ،اس پر مولوی صاحب کو سخت خجالت ہوئی۔ایک عرصہ ہوا میں نے فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث میں دیکھا تھا کہ ایک عالم عید کی نماز کے لیے شہر کی عید گاہ کی طرف گئے وہاں دیکھا کہ امام کی سجدہ گاہ کے سامنے ایک بکری بندھی ہوئی ہے جس نے اثنائے نماز میں ممیا ممیا کر لوگوں کی توجہ اپنی طرف پھیر لی۔ فارغ ہو کر اس نے کہا جناب یہ بکری آپ نے کیوں باندھی ہے؟ بولے حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے سامنے عنزہ [عنزہ بمعنی عصا یعنی عصا کو نماز پڑھاتے ہوئے سترہ بناتے امام نے اس کو عنزہ یا سکون بمعنی بکری سمجھا] رکھ لیا کرتے تھے۔اس پر اس نے امام کو اصل قصے سے واقف کیا اور کہا کہ آپ تصحیف میں مبتلا ہو گئے۔الف لیلہ کی عربی ملاحظہ ہوا چھی خاصی فارسی معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب کے ایرانی الاصل ہونے کی بڑی سے بڑی دلیل یہی ہے، وہ غالباً کسی ایرانی نومسلم کی تصنیف ہے۔ یاقوت لکھتے ہیں کہ آج کل ایک جلیل القدر امام نے مقاماتِ حریری کی نہایت فاضلانہ شرح لکھی ہے اور مقبول بھی خوب ہوئی ہے مگر بایں ہمہ وہ ضروری جغرافیہ سے نا آشنا ہیں۔تبریز کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ شام کا ایک شہر ہے، منبج سے ۲۰ فرسنگ ہے اسی طرح یاقوت نے ان کی بہت سی مضحکانہ اور عامیانہ جغرافی غلطیاں دہرائی ہیں۔ یہ ہماری غفلت کے نتائج ہیں عنقریب وہ زمانہ آئے گا [ولا کان] جب الحمد کا ترجمہ کسی مستشرق سے کرانا پڑے گا۔ ہاں اب ادھر اہل یورپ کی علمی سرگرمیاں بھی دیکھیے کہ محض کنج کاوی اور اکتشاف کی دھن میں انہوں نے کیا کچھ کیا، ان کی خوش مذاقی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ تمام کتابیں جو انہوں نے شائع کی ہیں، ہمارے نامی گرامی ائمہ کی ہیں، آپ نے حتی المقدور تصحیح کی ہیں، فہارس تیار کی ہیں تا کہ فی الجملہ کتاب ممکن الاستفادہ ہو سکے۔ ادبیات کا تو بے بہا گنجینہ شائع کیا ہے مگر ریاضی، تفسیر، حدیث وغیرہ تک کو بھی نہیں چھوڑا۔ مالکی فقہ کی کئی تصنیفیں ،البینہ لابی اسحق الشیرازی، صحیح بخاری، رجال الصحیحین والموطا، مشتبہ النبسة ورجال مغازی ابن اسحاق للذھبی وغیرہ وغیرہ صدہا کتابیں شائع کر ڈالیں، اگر آج عربی کی علمی کتابیں دیکھیں تو حسنِ طباعت اہتمام تصحیح، انتظام فہارس میں یہ کتابیں اپنی نظیر نہیں رکھتیں، اغانی کی جلد ۲۱ و فہارس، معجم البلدان و فھارسه، تاریخ ابن جریر و فھارسه، تجارب الامم، ارشاد لا ریب ، الانساب معجم البکری ، النحو الزاھرہ، طبقات ابن سعد وغیرہ وغیرہ ضخیم کتابیں کس حسن سے چھاپی ہیں۔ یمن کے تیری اور سبا کی تمدن کی کھوج نکالتے ہیں اور خط مسند حمیری کے قدیم کتبے بڑی جانکاہی سے پڑھتے اور ان سے اس عہد کی فراموش شدہ تاریخ کو مرتب کرتے رہے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اهد قومی فانهم لا یعلمون. اَللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ ۔علامہ عبدالعزیز میمنی کی اس جارحانہ تنقید کا جائزہ۔کیا علامہ میمن کی یہ تنقید کلی طور پر درست ہے یا جزوی طور پر۔ اگر عربی میں ہندو پاک سے کوئی نالغہ نہیں اٹھ رہا تو آخر عالم عرب سے گزشتہ پچاس برس میں کون سا نابغہ پیدا ہوا۔ عالم عرب تو ابوالحسن علی ندویؒ اور شیخ یوسف بنوری کے ٹکر کا کوئی بے مثل عربی ادیب پیدا نہ کر سکا۔ کیا وجہ ہے کہ اسی ہند کے نظام تعلیم سے بے شمار نابغہ اور عبقری بھی برآمد ہوئے۔ان کے علم کو صیقل کرنے کا نظام اگر اس نظم تعلیم میں نہ تھا تو کیا تھا؟ عالم اسلام کے نظام تعلیم میں وقتاً فوقتاً کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں؟ گزشتہ تیس برس کے دوران مدارس عربیہ پاکستان کے نصاب میں کس قدر تبدیلیاں ہو چکی ہیں اور ان تبدیلیوں کے نتیجے میں کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں؟ فارسی یونانی فلسفہ اور دیگر مضامین کی بہت سی کتابیں کم کر کے کئی نئی کتابیں داخل کی گئی ہیں۔ طالب علموں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ ایک تحقیقی جائزہ۔

☆Springer Verlag کی کتاب History of Mathematics & Physical Sciences کی تلخیص و ترجمہ۔



Ainda Shomraron main

☆ E. J. Brill کی مرتبہ کتاب Tradition Transmission, Transformation Proceedings of Two Confrences on Pre Modern Science held at the University of Oklahoma میں شامل اہم مضامین کی تلخیص و ترجمہ جس کے ذریعے ہم سترہویں صدی سے قبل ہونے والی سائنسی ایجادات، سائنسی تعلیم و تدریس اور سائنسی طرائق سے واقف ہو سکتے ہیں۔

☆ Helmy Zia Ulkenon کی مرتبہ کتاب Rasail of Ibn Sina سے ابوریحان البیرونی اور ابن سینا کے مابین خط و کتابت کا پہلا اردو ترجمہ اور تلخیص اور تشریحات۔

☆ حسین نصر کی کتاب An Introduction to Islamic Cosmological Doctrines [1993] پر تبصرہ اور تنقید اور چند اہم مباحث۔

☆ Sayili Aydin کی کتاب Observatory in Islam کی تلخیص و ترجمہ جس میں الغ بیگ کی رصد گاہ اور فلکیات میں اس کی تحقیقات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

☆ King David کی مرتبہ معرکۃ الآراء کتاب World Maps for finding the Direction & Distance to Mecca کا خلاصہ و تعارف۔ مسلمان جغرافیہ دانوں اور ماہرین فلکیات کے کارنامے بھی ملاحظہ کیجیے۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ ماحولیاتی آلودگی، صنعتی غلاظت، کوڑے کرکٹ کے ہمالیہ جیسے پہاڑ پیدا کرنے والا ملک اب قدرت کے انتقام سے خوف زدہ ہے۔ دو سو سال تک ترقی کے نام پر دنیا کو آلودہ کرنے کے بعد اب تحفظ نسل امریکی کے لیے امریکہ میں روزانہ نئے نئے قوانین بن رہے ہیں جو اس بات کی علامت ہے کہ غلط حکمت عملی اور سرمایہ داری کے ذریعے ترقی کی نفسیات نے دنیا کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ۱۹۷۴ء سے اب تک بنائے گئے امریکی قوانین ماحولیات کا جائزہ ان قوانین کے نام درج ذیل ہیں:

[1]American Indian Religions Freedom and Native American Graves Repatriation and Protection Acts [2]Federal Compliance with Right-to-Know Laws and Pollution Prevention Requirements [3] Emergency Planning and Community Right-to-Know Act[4]Natural Resource Damage Assessment[5]Community Environmental Response Facilitation Act of 1992[6]DOE Organization Act[7]Super Fund Recycling Equity Act of 1999[8]Coastal Zone Management Act [9]National Ambient Air Quality Standards [10] Endangered Species Act and The Fish and Wildlife Coordination Act[11] Fish and Wildlife Coordination Act [12]Federal Facility Compliance Act[13] Hazardous Materials Transportation Act [14]Hazardous Materials Transportation Uniform Safety Act of 1990. [15]Land Disposal Program Flexibility Act of 1996 [P.L. 104-119]. [16] Marine Mammal Protection Act. [17]Title I-Rechargeable Battery Recycling Act. [18]Pollution Prevention ACt. [19]Resource Conservation and Recovery Act. [20] The

Medical Waster Tracking Act of 1988. [21] The Federal Facility Compliance Act. [22] Comprehensive Environmental Response, Compensation, and Liability Act [CERCLA]. [23] Toxic Substances Control Act

بعض نادان پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے عہد عروج میں ایسے ایکٹ کیوں نہیں بنائے؟ نہ ہم نے تسخیر کائنات کے نام پر کائنات کو تباہ کیا نہ consumer معاشرے بنائے لہٰذا ہمیں ان قوانین کی ضرورت ہی نہیں تھی یہ مغرب کے پیدا کردہ مسائل میں لہٰذا ان کا حل بھی وہی تلاش کریں گے جنھوں نے یہ فتنے جگائے ہیں۔

☆ مولانا منتخب الحق صاحب کے صاحبزادے سید نعمان الحق کی کتاب Names, Natures & Things کا تنقیدی جائزہ۔

☆ سید حسین نصر کی کتاب Religion & the order of Nature کا تعارف و تبصرہ۔

☆ George Saliba کی کتاب A History of Arabic Astronomy [1994] کا ترجمہ و تلخیص و تنقید۔

☆ حسین نصر کے فکر و فلسفے اور گہرے علمی و تحقیقی کام پر مشتمل کتاب The Philosphy of Syed Hussein Nasr کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔ حسین نصر پر ہونے والی تنقید کے جوابات کا محاکمہ۔

☆ S.J. George اور دیگر کی مرتبہ معرکۃ الآراء کتاب Physics, Philosophy & Theology: A Comman Quest for understanding کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ۔

☆ Heisenberg Weiner کی کتاب The Revolution in Modren Science کا طائرانہ جائزہ۔

☆ Ratzsch Del کی کتاب Science & its Limits [2000] کا جائزہ۔

☆ Theodosius و دیگر کی مرتبہ کتاب Studies in the Philosophy of Biology: Reduction & Related Problems کا جائزہ اور تبصرہ و ترجمہ۔

☆ Smith Wolfgang کی کتاب Cosmos & Transcendence: Breaking through the Barrier of scientific belief [1984] کا ناقدانہ جائزہ۔

☆ اسی مصنف کی ایک اور اہم کتاب The Quantum Enigma: Finding the Hidden Key کا تنقیدی جائزہ۔

☆ Pecok Arthin کی کتاب Creation & the World of Science [1997] کا جائزہ۔

☆ Murphy و دیگر کی کتاب On the Moral Nature of the Universe: Theology Cosmology & Ethics [1996] کا تنقیدی محاکمہ۔

☆ Robert JohnRussell کے اہم مقالے Theology & Science: Current Issues & Future Directions کا ترجمہ و تلخیص

☆ Barbour Ian کی کتاب Religion & Science: Historical & Contemporary Issues [1979] کا جائزہ۔

☆ Phillip Johnson کے تہہ دار قول "Modernist Monopoly on Science" کا جائزہ، اس کے مقالے "The Intelligent Design Movement" کا ترجمہ اور تبصرہ و تلخیص۔

☆M.James ودیگر کی مرتبہ کتاب [2001] Signs of Intelligence کا جائزہ۔

☆J. Michael کی کتاب Darwins Black Box کا جائزہ۔

☆Sumnit کی کتابوں [1998] The Design Inference اور Intelligence Design the Bridge Between Science & Theology [1999] کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔

☆J. Stephen کی کتاب Rocks of Ages: Science & Religion in the Fulness of Life [1999] کا تنقیدی جائزہ۔

☆Dawkins Richard کی کتاب [1995] The Blind Watch Maker اور The Selfish Gene [1976] کا خلاصہ وترجمہ

☆Stenberg Leif کی کتاب The Islamization of Science: Four Muslim Positions Developing an Islamic Modernity [1996] کا ناقدانہ تجزیہ۔

☆ڈاکٹر راجی الفاروقی کی کتاب Islamization of Knowledge: General Principles & Work Plan [1982] کی کم زوریوں کا محاکمہ

☆"عالم اسلام کے اہم علمی جریدے انکوائری کے اہم مضامین کا ترجمہ وتلخیص اور نقد خصوصاً پروفیسر ایس منظور اور منور انیس کے مضامین مثلاً: [1] Islam Science: an antidote to reductionism، [2]Laying the fundation of Islamic Science، [3]What Islamic Science is not? اور [4]Islamic Values and Westren Science

☆گائی ایٹن کی دو اہم کتابوں [1986] Islam & the Destingy of Man اور King of Castle کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔

☆حسین نصر کی کتاب The Need of a sacred science کا خلاصہ اور تبصرہ۔

☆عالم اسلام میں جدید سائنس کے حوالے سے Huft کے اس مفروضے پر مبنی تحقیق کا جائزہ کہ:

The role of scientist above all as the innovator was neither institutionally permissible nor culturally to lerated in Arabic Islamic civilization during this period"

☆ کیمبرج یونیورسٹی کی کتاب Transformation & Tradition in the Science: Essays in honor of 1. Benard Cohen. کے بعض اہم مباحث کا مختصر خلاصہ۔

☆King David کی کتاب World Maps for finding the Direction & Distance to Meccah [1999] کا خلاصہ وترجمہ۔

☆ہائیڈل برگ سے شائع ہونے والے دائرۃ المعارف Archive for History of Exact Sciences میں اسلام اور عالم اسلام سے متعلق مباحث کا خلاصہ وتبصرہ۔

☆Crombie کی کتاب The History of Science: From Augustin to Galilieo کا جائزہ۔

☆کیمبرج سے شائع ہونے والی Huft Toby کی کتاب The Rise of Early Modern science Islam,



Ainda Shomraron main

Chian & the West کا تنقیدی مطالعہ۔

☆ امریکن یونیورسٹی بیروت سے شائع ہونے والی کتاب Studies in the Islamic Exact Science [1983] کا جائزہ۔

☆Hourani کی کتاب Essays in Islamic Philosophy & Science [1975]

☆Afnan Sohail کی کتاب Philosphical Terminology in Arabic & Persian کا خلاصہ معہ تبصرہ۔

☆ کیا اقبال کا یہ نقطہ نظر درست ہے کہ مشرقی ادبیات اپنی ظاہری دل فریبیوں اور دلکشیوں کے باوجود اس روح سے خالی ہیں جو انسان کے لیے امید ہمت اور جرأت عمل کا پیغام ہوتی ہے جسے زندگی کے جوش وولولے سے تعبیر کرنا چاہیے۔ان کے خیال میں یورپی ادبیات مشرقی ادبیات سے بہتر اور ہمت افروز نظر آتی ہیں،لیکن ان کے مدمقابل سائنس ہے جو ان کو افسردہ بنا رہی ہے [۸۸:س ا] کیا اقبال کا یہ نقد درست ہے؟ کیا مشرقی ادبیات ہمت اور جرأت سے محروم ہیں؟ زندگی کے جوش و ولولے کا اس میں گزر نہیں؟ اقبال کے ان تصورات وخیالات کا ماخذ کیا ہے؟ ایک ناقدانہ جائزہ۔

☆ اقبال نے فارسی زبان کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ ان کے اشعار کے ذریعے ان کے خیالات زیادہ وسیع حلقے میں پہنچنے کے بجائے نہایت محدود حلقے تک پہنچ سکیں۔ہوٹل والڈروف میں تقریر کرتے ہوئے اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کی موجودگی میں اس راز کا افشاء کیا تھا کہ فارسی زبان میں شعر کہنے کا مقصد یہی تھا کہ پیغام وسیع حلقے تک نہ پہنچے۔مثنوی اسرار خودی ابتداء صرف ہندوستان کے لیے لکھی تھی اور ہندوستان میں فارسی سمجھنے والے بہت کم تھے" [۸۹:س ا، ح ف] اقبال کے اس اعتراف کے برعکس تمام ماہرین اقبالیات کا خیال ہے کہ اقبال نے فارسی زبان اس لیے اختیار کی تا کہ ان کے خیالات وسیع حلقے تک پہنچ جائیں اور فارسی زبان میں فلسفیانہ مضامین زیادہ بہتر اور عمدہ طریقے سے بیان ہوسکتے ہیں۔اس کے برعکس اقبال کا مجموعہ کلام بانگ درا منظر عام پر آیا تو اقبال کی فرمائش پر مخزن کے مدیر سر عبدالقادر نے اس کا دیباچہ لکھا۔دیباچہ اقبال کی زندگی میں شائع ہوا۔اس دیباچے میں سر عبدالقادر نے اقبال کی فارسی شاعری کے بارے میں ایک دوسرا نقطہ نظر بیان کیا ہے جس کی تردید کبھی اقبال نے نہیں کی۔سر عبدالقادر لکھتے ہیں" فارسی میں شعر کہنے کی رغبت اقبال کی طبیعت میں کئی اسباب سے پیدا ہوئی ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اپنی کتاب حالات تصوف کے متعلق لکھنے کے لیے جو کتب بینی کی اس کو بھی ضرور اس تغیر مذاق میں دخل ہوگا اس کے علاوہ جوں جوں ان کا مطالعہ علم فلسفہ کے متعلق گہرا ہوتا گیا اور دقیق خیالات کے اظہار کا جی چاہا تو انھوں نے دیکھا کہ فارسی کے مقابلے میں اردو کا سرمایہ بہتر ہے اور فارسی میں بھی کئی جملے فقرے سانچے میں ڈھلے ہوئے ایسے ملتے ہیں جن کے مطابق اردو میں فقرے ڈھالنا آسان نہیں،اس لیے وہ فارسی کی طرف مائل ہوگئے، مگر بہ ظاہر فارسی گوئی کی ابتداء ایک چھوٹے واقعہ سے ہوئی۔ایک دوست کے یہاں مدعو تھے جہاں فارسی اشعار کی فرمائش ہوئی،انھیں اعتراف کرنا پڑا کہ سوائے ایک آدھ شعر کے کبھی فارسی لکھنے کی کوشش نہیں کی،اس فرمائش نے ایسی تحریک پیدا کی کہ دعوت سے واپس آکر بستر پر لیٹے لیٹے فارسی اشعار کہتے رہے اور صبح اٹھتے ہی جو مجھ سے ملے تو دو تازہ غزلیں فارسی میں تھیں جو مجھے زبانی سنائیں۔[ص ۳۸۳۷ مقدمہ بانگ دراء کلیات اقبال،نسخہ فضلی سنز] اقبال کی فارسی گوئی کے بارے میں دو متضاد موٴقف کا پہلا تحقیقی وتنقیدی جائزہ۔یہ دو متضاد موقف کیوں قائم ہوئے؟ اپنی نوعیت کا پہلا تجزیہ۔

☆ کیا اقبال اور فرانس کے شاعر اور ڈراما نگار پال کلوڈے میں مشابہت افکار پائی جاتی ہے۔پال کلوڈے اقبال کے عہد میں بقید حیات تھا لیکن انگریزی داں طبقات اس کی شہرت سے ناواقف تھے۔پاول کلوڈے فرانس میں دو خوبیوں کی وجہ سے مشہور

تھا۔ وہ مثال کے رنگ میں لکھتا تھا اور رومن کیتھولک مذہب کے کسی خیال کو لے کر موجودہ زمانے کے حقائق کے رنگ میں پیش کرنے کا کمال اسے حاصل تھا۔ اس کے تمام جذبات کا محرک احیائے دین تھا۔ اقبال اور پال کلوڈے کا پہلا تقابلی جائزہ۔ کیا پال کو عالم مسیحیت کا اقبال کہا جا سکتا ہے؟

☆ غلام احمد پرویز نے سورۂ نمل کی تفسیر کے لیے تمام دلائل مولوی چراغ علی کے ترجے وتفسیر سے سرقہ کیے تھے، لیکن اس سرقے کا کہیں اعتراف نہ کیا۔ منطق الطیر، نمل، نملہ، ملکہ نملہ کے سلسلے میں پرویز صاحب کے مسخرانہ اجتہادات اصلاً چراغ علی کے دلائل کا من وعن چربہ ہے۔ سرقے کی تفصیلات پہلی بار منظر عام پر۔

☆ ۱۹۳۰ء میں فلسطین میں بیت اللحم کے گرجا کا آلٹر تین حصوں میں منقسم تھا اور یہ حصے ارمنی، یونانی، کیتھولک کلیسا کے لیے الگ الگ مخصوص کردیے گئے تھے۔ یہ فرقے آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے اور خون خرابہ تک نوبت پہنچ جاتی تھی جس کے ردعمل میں ایک دوسرے کے آلٹر کی بے حرمتی کی جاتی، جھگڑوں کو روکنے کے لیے دو مسلمان سپاہی وہاں متعین رہتے تھے۔ ارمنی یونانی کیتھولک کلیسا کے ان فسادات کا تاریخی جائزہ۔ پہلی بار اردو میں ملاحظہ کیجیے۔

☆ عہد حاضر میں عالم اسلام کے مغرب زدہ اور عالم مغرب کے مشرق زدہ، مفکرین محققین کا تذکرہ۔

☆ تبلیغی جماعت سے وابستہ ممتاز بیوروکریٹ مسیح الزماں کے صاحب زادے جناب ڈاکٹر افتخار زمان جو آکسفورڈ میں سیرت چیئر کے صدر نشین رہے اور آج کل تبلیغی جماعت کے پاکستان مرکز رائے ونڈ میں عالمی خط وکتابت کے امور انجام دیتے ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کیا تھا "The Evolution of Hadith: Transmission Growth & the Science of Rigal in a Hadith of Sab B. Abi Waqqas" اس مقالے کا ترجمہ وتشریحات۔ واضح رہے کہ انہی ڈاکٹر افتخار زمان کے بھائی ڈاکٹر ارشد زمان نے تقی عثمانی صاحب کی خدمت میں اسلامی بینکاری کے سودی ہونے کے بارے میں خط تحریر کیا تھا۔ اس خط میں اسلامی فقہ اسلامی اور جدید مغربی معیشت کے ذریعے ثابت کیا گیا تھا کہ موجودہ اسلامی بینکاری سودی بینکاری کا چربہ ہے اور حضرت تقی عثمانی صاحب سے استفسار کیا گیا تھا کہ وہ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں لیکن نہ تو تقی عثمانی صاحب نے رجوع کیا نہ ان اعتراضات کا جواب دینے کی ہمت فرمائی۔ ڈاکٹر ارشد زمان عالمی بینک سے وابستہ رہے۔ اسلامی علوم پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ ماہر معاشیات واقتصادیات ہیں اور اسلامی بینکاری کا عالمی استعماری منصوبہ ان کی نظروں کے سامنے رہا جس سے وہ تائب ہوگئے۔

☆ جامعہ شاہ سعود سے ۱۹۸۵ء میں شائع ہونے والے مقالے On Schacht's, Origins of Muhammadan Jurisprudence کا تلخیص وترجمہ۔

☆ اسلامی روایت علم کا براہ راست تعلق اسلامی اصطلاحات علم، عقل، ادراک، وہم، فکر، فقہہ، نظر، تدبر، اتباع، کلام، ظن، حق، باطل، صدق، کذب، یقین، وحی، عالم، وجود، آدم، دہر، زمان، صمد، توحید، شرک، خیر، شر، فطرت، انسان، بشر، ارادہ، عمد، توبہ، دعوہ، قیام، افعال، اعمال، تجلی، معرفہ، فکرہ، مجاز حقیقہ، مفصلہ، مجملہ، قدیم، حادث سے براہ راست جڑا ہوا ہے۔ جب کہ جدید سائنس جو الحاد وفساد کے دنوں میں سترہویں صدی سے آغاز کرتی ہے ان تمام اصطلاحات اور چھلنیوں سے عاری ہے اس لیے وہ باطن میں الحاد وفساد ہے اور اس کا ہر خیر بھی آخر کار کسی نہ کسی شر کا باعث بنتا ہے۔ وہ سراپا خیر نہیں ہے کیونکہ اس کی فطرت سے خوف الٰہی اور وجود الٰہی رخصت کردیا گیا لہٰذا وہ اپنی سرشت میں خدا دشمن خدا بیزار سائنس ہے، ایک اہم جائزہ۔

☆ یونیورسٹی آف شکاگو سے شائع ہونے والی DavidLindberg کی کتاب Theories of Vision: From Alkindi to Kepler کا خلاصہ وتبصرہ۔

☆علم کا انگریزی ترجمہ Knowledge درست ترجمہ نہیں۔ عربی میں علم ایک وسیع المعنی اور وسیع الاطراف لفظ ہے جو بے شمار جہات کا احاطہ کرتا ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب اصول فقہ میں ''الکلام فی حقائق العلوم'' کے زیر عنوان ایک مفصل باب میں علم پر بحث کی ہے۔ امام غزالی کے خیال ہم اس قابل نہیں کہ ''علم کی تعریف متعین کر سکیں'' غزالیؒ علم کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں Eternal [علم قطعی، ابدی، حتمی، یا علم نقلی] اور Accidental [ظنی، وضعی، قیاسی، غیر حتمی، حادثاتی، اتفاقی یا علم عقلی] غزالیؒ نے علوم فلاسفہ کو چار بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے [۱] الریاضیہ [۲] المنطقیہ [۳] الطبیعیات [۴] الہیات یا مغربی اصطلاح میں مابعد الطبیعیات Metaphysics مختصراً وہ علوم کو علوم شرعیہ اور علوم غیر شرعیہ کی دو قسموں میں بیان کرتے ہیں۔ عالم اسلام علوم شرعیہ وغیر شرعیہ، نقلیہ وعقلیہ کا جامع ہے اسی لیے ہمارے یہاں قدیم علماء کو عالم فاضل اسی لیے کہا جاتا تھا کہ وہ علوم نقلیہ وعلوم نقلیہ کے جامع ہوتے تھے یعنی اصل علم یعنی علم نقلی پر بھی عبور رکھتے تھے اور عقلی علم پر بھی۔ جب کہ عالم مغرب صرف اور صرف علوم عقلیہ کو ہی اصل علم سمجھتے ہیں۔ علوم نقلیہ کو وہ علم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ تجربہ گاہ اور حواس انسانی سے ماوراء ہیں اور ہر عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے۔

☆Thomas Kohan کی کتاب The Structure of Scientific Revolution کا محاکمہ جس میں کوہن نے منہاجات Paradigmes کا نکتہ اٹھا کر سائنس کا جائزہ لیا ہے۔

☆Huff نے عالم اسلام میں سائنسی ترقی کے زوال کی پانچ اندرونی وجوہات کا تعین کیا ہے۔ اس کے خیال میں یہ زوال اس لیے ہوا کہ [1] Failure to develop universalism [2] Failure to develop autonomous corporate bodies [capitalism] [3] The persistence of particularism in institutions of higher learning [4] elitism versus communalism, [5] Disinteretedness and organized skepticism ان پانچ وجوہات کا ناقدانہ جائزہ۔ Huff کے خیال میں اسلام سرمایہ دارانہ ادارے، سرمایہ دارانہ صف بندی قائم کرنے سے معذور رہا لہٰذا دوسرے لفظوں میں سرمایہ داری اور سائنس کے گٹھ جوڑ کے بغیر نہ سرمایہ داری چل سکتی ہے نہ سائنس کا ارتقاء ممکن ہے کارپوریٹ کلچر کا مطلب یہی ہے کہ انفرادی ملکیت کا خاتمہ ہو، اسلام انفرادی ملکیت کو لازمی قرار دیتا ہے لہٰذا اسلامی منہاج میں سرمایہ دارانہ نظام کی تشکیل نو یا تعمیر نو ممکن نہیں لہٰذا اس کے بغیر سائنس کا پہیہ چل نہیں سکتا۔

☆ یونیورسٹی آف شکاگو سے شائع ہونے والی Normen کی کتاب The Sociology of Science: Theoretical & Empirical Investigation کا جائزہ اور اہم نکات کا خلاصہ۔

☆ مارٹن لوتھر جسے لبرل مسیحی مفکر سمجھا جاتا ہے اسلام کا شدید ترین دشمن تھا۔ وہ اسلام کی وسعت اور پھیلاؤ کا ذمہ دار چرچ کو ٹھہراتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ چرچ اگر اپنی اصلاح کر لے تو اسلام سمٹ کر رہ جائے گا۔ سولھویں صدی میں لوتھر نے اس مفروضے کو ایک زبردست تحریک بنا دیا تھا۔ اس نے گزشتہ صدیوں کی اسلام دشمن تحریروں کو جمع کر کے انھیں جرمن زبان میں منتقل کیا اور ان پر خود اپنے پیش لفظ اور دیباچے لکھے، وہ عیسائیت اور مسلمانوں کے مابین کسی مذہبی علمی، سیاسی، مکالمے اور مصالحت کا امکان نہیں پاتا، اسے یقین تھا کہ مسلمانوں کو عیسائی نہیں بنایا جا سکتا کیوں کہ ان کے قلوب پر مہر لگ گئی ہے۔ وہ مسلمانوں کو عیسائیت کا بیرونی دشمن اور پوپ پال کو عیسائیت کا اصلی اندرونی دشمن قرار دیتا تھا اور دونوں دشمنوں سے چھٹکارا پانا چاہتا تھا۔ مارٹن لوتھر کے متعصبانہ افکار کا جائزہ۔

☆R.W Sonthern کی کتاب The Westren Views of Islam in the Middle Ages کی روشنی



Ainda Shomraron main

میں مغرب کے جذبات کا جائزہ۔

☆انگریزی کے جسیاتی ادب [Prisonliterature] میں سر والٹر ریلے کی کتاب ’’ہسٹری آف ورلڈ‘‘ عجیب وغریب تاریخ کی حامل ہے۔ والٹر کو ٹاور آف لندن میں گیارہ سال کے لیے بند کیا گیا تو انھوں نے بعض ساتھیوں کی مدد سے دنیا کی تاریخ لکھنی شروع کی۔ تین لاکھ الفاظ کے ذریعے ایک سوتیس سال قبل مسیح تک کے حالات لکھے گئے تھے کہ یہ مسودہ سر والٹر نے جلا دیا۔ وجہ یہ تھی کہ ایک دن وہ ٹاور کی کھڑکی سے سڑک کا نظارہ کر رہے تھے کہ انھوں نے دو آدمیوں کو لڑتے اور بالآخران میں سے ایک کو قتل ہوتے دیکھا۔ فوراً ہی بعد اس کے دو دوست اس سے ملنے آئے۔ دونوں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا لیکن دونوں نے واقعے کی جو تفصیلات بتائیں ان دونوں کے بیانات میں فرق تھا جب کہ خود ریلے کا نقطہ نظر ان دونوں سے بھی مختلف تھا۔ غور کرنے پر ریلے کو احساس ہوا کہ جب چند منٹ پہلے ہونے والے واقعے سے متعلق حقائق کے بارے میں تین عینی شاہدین تین مختلف آراء رکھتے ہیں تو صدیوں قبل پیش آنے والے واقعات کی تصدیق کون کرسکتا ہے۔ یہ سوچ کر اسے اتنا افسوس ہوا کہ اس کی کتاب کی دقعت اس کی نظر میں کچھ نہ رہی۔ اس نے مسودے کو اٹھا کر ایک بڑے سے الاؤ میں پھینک دیا۔ دوستوں نے بڑی مشکل سے مسودے کو نکالا صرف دو جلدیں بچائی جاسکیں۔ کیا والٹر ریلے کے تجربات کا اطلاق تمام تاریخی ماخذات پر کیا جاسکتا ہے؟ اگر یہ اطلاق کر دیا جائے تو پھر تاریخ کی کیا صورت ہمارے سامنے آئے گی؟ کیا والٹر ریلے نے فن اسماء الرجال کا مطالعہ کیا تھا؟ کیا فن اسماء الرجال انسانی تاریخ اور حافظے کی کم زوریوں کا مستند ترین طریقہ علاج نہیں ہے؟ ایک اہم جائزہ۔

☆ کیمبرج یونیورسٹی سے شائع ہونے والی Needham Joseph کی کتاب Science & Civilization in China 7 Volumes کا خلاصہ و جائزہ اور اس کتاب پر Sivin Nathan کی تنقید۔ Why the Scientific Revolution did not take place in China or didn't it? کا جائزہ ونقد۔

☆I. A. Sabra کا اہم مقالہ The Appropriation & Subrequent Naturalization of Greek Science in Medievel. Islam: A Preliminary Statment کا جائزہ۔ خلاصہ اور نقد۔

☆ تاریخ کے مطابق نویں دسویں صدی ہجری عالم اسلام میں سائنس کا عہد زریں تھا۔ گیارہویں صدی میں یہ زوال پذیر ہوگیا لیکن حیرت انگیز طور پر فلکیات کے میدان میں عالم اسلام میں سائنسی ترقی کا عروج تیرہویں، چودہویں صدی ہجری کے وسط میں ہوا۔ تب سمرقند میں ستر اسی ماہرین ریاضیات اور فلکیات موجود تھے۔ ۱۲۵۸ء میں منگولوں کے حملوں کے باوجود مسلمان علمی مصروفیات میں مشغول تھے۔ اور ۷۰۰ صدی ہجری تک سائنسی میدان میں پیش رفت کا عمل جاری وساری تھا۔ عالم اسلام کے سائنسی عروج وزوال کے ادوار کا تاریخی جائزہ۔

☆ یونیورسٹی آف شکاگو کی کتاب The Venture of islam 3 volume، کیمبرج پریس کی کتاب A History of Islamic Societies اور Bernard Lewis کی کتاب Islam & the Arab World کے تقابلی مطالعات۔

☆David Lindberg کی کتاب The Beginnings of Westren Science کا تفصیلی جائزہ اور اس موضوع کی دیگر کتابوں سے تقابلی مطالعہ۔

☆Merton کی اہم کتاب Science, Technology & Society in Seventeeth Century England کا خلاصہ، ترجمہ وتبصرہ۔